بسلسلہ عدالتی وقانونی رہنمائی

مقالاتِ اشرف

رشحات قلم

حضرت مولانا پروفیسر محمد اشرف خان سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ

سابق صدر شعبہ عربی جامعہ پشاور

جلد چھارم

ترتیب وتدوین

محمد طفیل کوہاٹی

مدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی کوہاٹ

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کوہاٹ

فہرست مضامین

فہرست مضامین	
رجم	
قانون ساز صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے	
نبی e کی تشریعی حیثیت	
ناسخ ومنسوخ	
رجم احادیث مبارکہ کی روشنی میں	
راویان احادیث رجم	
حضرت ماعز بن مالک t	
حضرت ماعز بن مالک t	
حضرت ماعز بن مالک t	
حضرت ماعز بن مالک t	
حضرت ماعز بن مالک t	
حضرت ابوالفیل t	
حضرت ماعز بن مالک t	
حضرت ماعز بن مالک t	

احادیث دربارۂ حضرت ماعز بن مالک اسلمی	
حضرت ماعز بن مالک t	
حضرت ماعز بن مالک t	
حضرت ماعز t	
حدیث رجم غامدیہ w	
حدیث رجم جھینیہ r	
لفظ ''عاہر'' کے شرعی اور لغوی بحث	
رجم یہود یان	
حدیث ابی ہریرۃ t	
احادیث دربارہ رجم یہود یان	
حدیث ابن عمر t	
رجم یہود یان	
عبداللہ بن صوریا	
تعیین زمانۂ رجم	
تعیین اوقات	
حد اور تقریر	
حد کی شرعی تعریف	
حد کے لغوی اور شرعی معانی اور اسلامی شریعت میں حد کی	
تعزیر	

تعزیر کے لغوی معانی	
تعزیر شرعی کے خصائص	
انتساب	
پیش لفظ	
تمہید	
قرآن کریم سے دلائل	
پہلی آیت کریمہ	
دوسری آیت کریمہ	
تیسری آیت کریمہ	
چوتھی آیت کریمہ	
پانچویں آیت	
احادیث مبارکہ	
B شانِ نبوت میں گستاخی کرنے والی یہودیہ کا واقعہ	
C حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ	
D بنوقریظہ کی گستاخ عورت کا واقعہ	
E شاتم رسول باندی کا واقعہ	
علامہ ابن حجر عسقلانی a کی تحقیق	
حضرت زبیر t کا ایک قریشی گستاخ رسول کو قتل کرنا	
حضرت خالد بن ولید t کا ایک شاتم رسول عورت کو قتل کرنا	

ایوب بن یحییٰ کا ایک نصرانی شاتم کو قتل کرنا	
رسول اللہ e کا ایک شخص کے بارے میں قتل کا حکم	
آپ e پر جھوٹ باندھنے والے کی سزا	
نابینا صحابی اور شاتم رسول یہودیہ	
حضرت ابن عمر t کا واقعہ	
حضرت غرفہ t کا ایک شخص کو قتل کرنا	
دو گانے والی عورتوں کا واقعہ	
مرتد کے بارے میں رسول اللہ e کا فیصلہ	
مرتد کو مہلت دینے کا بیان	
تکذیب اور شتم میں فرق	
کسی بھی نبی کی گستاخی کی سزا	
عبداللہ بن ابی سرح کا واقعہ	
ابن ابی سرح اور ابن خطل کا قتل	
کعب بن اشرف یہودی کا قتل	
فصل فی کعب بن الاشرف	
قتل کعب کا سبب: گستاخی رسول اللہ e	
ابورافع کے قتل کا واقعہ	
علامہ ابن الہمام a کی رائے	
علامہ شامی a کی رائے	

موالک، حنابلہ اور شوافع کی رائے	
مختلف کفریہ عبارات اور اُن کا حکم	
گستاخی پر مجبور کیے گئے شخص کا حکم	
اللہ تعالیٰ، انبیاء یا آسمانی کتابوں کو گالی دینا کفر ہے	
شاتمِ رسول کے قتل پر اجماعِ امت	
بدکلامی سے ذمی کا معاہدہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟	
مؤذن کو جھوٹا کہنا بھی گالی ہے	
مذہب حنابلہ میں شاتمِ رسول کے مال کا حکم	
شاتمِ انبیا کو توبہ کا موقع دیا جائے گا یا نہیں	
شاتمِ رسول e کی سزا پر اجماعِ صحابہ	
گستاخِ رسول عورت کی سزا بھی قتل ہے	
حضرت عمر اور ابن عباس w کا فیصلہ	
ذمیوں کو ہمارے دین میں دخل اندازی کی اجازت نہیں	
حضرت ابن عمر t اور ایک راہب کا واقعہ	
خاندان ابی الحقیق کا واقعہ	
بنوقریظہ کا واقعہ	
گستاخِ رسول کافر ہو یا مسلمان، واجب القتل ہے	
شاتمِ رسول عورت کی سزا مقاتلہ کی طرح غلام بنانا نہیں	
تیسرا جواب	

تیسرا جواب	
چوتھا جواب	
چوتھا جواب	
پانچواں جواب	
اشکال اور اس کا جواب	
تیسری وجہ	
چوتھی وجہ	
چھٹا جواب	
تیسری دلیل: اگر سابِ عام حربی کی طرح ہو تو اسے امان حاصل ہوتا.....	
چوتھی دلیل: حدیث مرفوع میں ہے: ''من سب نبیا قتل''	
پانچویں دلیل: آپ e کا کعب بن اشرف کے قتل کی دعوت دینا	
چھٹی دلیل: اقوالِ صحابہ	
ساتویں دلیل: شاتمِ رسول e کا جرم عام حربی سے بہت سخت ہے	
آٹھویں دلیل: سبّ النبی e معاہدہ شکنی بھی ہے اور ایذا بھی	
گالی، کفر سے بڑا گناہ ہے	
اس پر دلیل	
شاتمِ رسول، آپ e کو اذیت پہنچاتا ہے اس لیے مستقل عذاب کا مستحق ہے	
شاتمِ رسول e سے اللہ تعالیٰ، خود رسول e اور مؤمنین کا حق وابستہ ہے	

کوڑے لگانے اس جرم کی سزا نہیں ہوسکتی	
اس کی دوسری وجہ	
کفر اور معصیت میں سے ہر ایک کی دو قسمیں	
کفر و حراب کی دو قسمیں ہیں	
تیسری وجہ: آپ e دیگر لوگوں کی طرح نہیں اس لیے آپ کو گالی کا حکم بھی الگ ہے	
تیسری وجہ	
چوتھی وجہ: رسول اللہ e نے اس جرم کی قتل کے علاوہ کوئی سزا نہیں دی	
نویں دلیل: سب، صرف مرتد ہونے سے بڑا جرم ہے	
دسویں دلیل: سبِ رسول e سے زمین کو پاک کرنا واجب ہے	
گیارویں دلیل: ساب النبی e کو قتل کرنا ایک مستقل حد ہے	
بارہویں دلیل: رسول اللہ e کی نصرت، عزت اور تعظیم واجب ہے	
قادیانیت	
قادیانیت	
ختم نبوت پر قرآن وحدیث کے دلائل	
قادیانیت	
تفسیر البیضاوی	

پیش گفتار

الحمدللہ حضرت مولانا پروفیسر محمد اشرف خان سلیمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقالات کی چوتھی اور آخری جلد آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اس جلد میں چھ مقالات شامل ہیں۔ ان میں سے تین مقالات عدالت عالیہ کی قانونی و آئینی رہنمائی کے لیے لکھے گئے ہیں۔ ایک مقالہ حکومت پاکستان کے زکاۃ سے متعلق سوالنامہ کے جواب میں لکھا گیا ہے، جب کہ آخری دو مقالات فتنہ قادیانیت کی تردید میں ہیں۔ ذیل میں ان تمام مقالات کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

(۱) پہلا مقالہ ''رجم کی شرعی حیثیت'' آپ کا وہ معرکہ الآراء بیان ہے جو رجم سے متعلق وفاقی شرعی عدالت کی رہنمائی کے لیے پیش کیا گیا۔ دراصل رجم کے بارے میں حکومت کی نظر ثانی کی ایک درخواست پر وفاقی شرعی عدالت نے یہ متفقہ فیصلہ دیا ہے کہ جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈی نینس 1979ء کی دفعات 5 اور 6 جن میں رجم کو بطور حد شرعی نافذ کیا گیا ہے، احکام اسلام کے منافی نہیں۔ وفاقی حکومت نے یہ درخواست حضور بخش بنام وفاق کے مقدمے میں عدالت ہذا کے فیصلے مورخہ 21 مارچ 1981ء پر نظر ثانی کے لیے دائر کی تھی۔ عدالت ہذا نے اپنے فیصلہ میں ایک کے مقابلے میں چار کی اکثریت سے حضور بخش وغیرہ کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے یہ قرار دیا تھا کہ جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈی نینس 1979ء کی دفعات 5 اور 6 میں رجم کی سزا بطور حد کا بیان احکام اسلام کے منافی ہے اور حد صرف سو کوڑے ہیں۔

مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر عدالت نے اس مقدمہ کے دوران فریقین کے وکلاء کے علاوہ ملک کے

ممتاز علماء، دانشوروں اور ماہرین قانون کو دعوت دی کہ وہ اس مسئلہ پر عدالت کی مدد فرمائیں۔ ان اہل علم میں حضرت مولانا سے بھی مدلل رہنمائی کی درخواست کی گئی تھی، آپ کے نام وفاقی شرعی عدالت کا جو خط موصول ہوا اس میں یہ نکتہ اٹھایا گیا تھا کہ رجم کا ثبوت خبر واحد سے ہے اور خبر واحد کی بنیاد پر تعزیری سزا تو دی جاسکتی ہے، حد نافذ نہیں کی جاسکتی۔

حضرت مولانا ان ایام میں عارضہ قلب میں مبتلا تھے اور ہسپتال میں زیر علاج تھے، ان مسائل کی تحقیق کا معرکہ بستر علالت پر ہی سر کیا گیا۔ اس وقت آپ کے تحقیقی ادارہ سلیمان اکیڈمی کے انچارج مولانا فضل حق ترنگزئی اس اہم تحقیقی کام میں آپ کے معاون تھے۔ ان کے مطابق ہسپتال کا کمرہ ان دنوں لائبریری کا منظر پیش کر رہا تھا اور ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود آپ مسلسل مطالعہ و تحقیق میں مشغول رہے۔ فرماتے تھے کہ اگر اس محنت و کاوش سے جان بھی چلی جائے تو ان شاء اللہ شہادت کی موت ہوگی۔

آپ نے اس مقالہ میں اولاً: اس پر بحث فرمائی ہے کہ اصل قانون ساز اللہ کی ذات ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بایں معنی شارع ہیں کہ آپ قانون خداوندی کی تبیین و تشریح کی ذمہ داری ادا فرماتے ہیں۔

ثانیاً: اس کو ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں رجم کا ذکر بطور دلالت النص موجود ہے۔ نیز شرائع من قبلنا نبوی توثیق و تائید کے بعد ہمارے لیے حجت ہیں۔

ثالثاً: یہ ثابت فرمایا ہے کہ رجم کی احادیث حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں، پھر اس حوالہ سے اکتالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرویات پیش فرمائی ہیں۔ نیز عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین میں رونما رجم کے واقعات بھی ذکر فرمائے ہیں اور اس حوالہ سے صحابہ کرام کے اجماع کو ثابت کیا ہے۔

رابعاً: رجم یہودیان کے عنوان سے یہودیوں کے رجم کے واقعہ کا سن مختلف حدیثی و تاریخی حوالوں متعین فرمایا ہے اور رجم کے دیگر واقعات کے زمانہ کی تعیین کر کے ثابت کیا ہے کہ سورۂ نور کی آیت جس میں زانی کی سزا سو کوڑے ذکر کی گئی ہے ان واقعات سے اس کا نزول مقدم ہے، لہٰذا وہ آیت، رجم کی

سزا کے لیے ناسخ نہیں، بلکہ آیت کا تعلق غیر محصن زانی کی سزا سے ہے اور محصن زانی کے لیے رجم کی سزا متعین ہے۔ اس ضمن میں آپ نے ناسخ و منسوخ کے عنوان سے نسخ پر بھی عمدہ بحث فرمائی ہے۔

خامساً: حد اور تعزیر سے متعلق ان کی لغوی و شرعی تعریفات، ان کی اقسام، مواقع اور ان کے نفاذ کے اختیارات سے متعلق بحث فرمائی ہے نیز اس امکان کو بھی مدلل طریقے سے رد کیا ہے کہ حد شرعی کے متبادل کے طور پر کوئی دوسری سزا دی جاسکتی ہے؟

آپ نے حالت مرض میں ہسپتال میں اس مقالہ کی تکمیل فرمائی، اس میں بعض علمی مشکلات کے حل کے لیے آپ کو منامی اشارات بھی ملے۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر جب سنین واقعات رجم کے متعلق اشکال درپیش تھا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کی خواب میں زیارت ہوئی کہ وہ میرے قریب سے گزرے اور ان کے بدن کی قبا نے میرے سر کو ڈھانپ لیا، اس کی آپ نے یہ تعبیر سمجھی کہ اس علمی اشکال کا حل حضرت شیخ کی کتابوں میں مل سکتا ہے، لہٰذا آپ نے حضرت شیخ کی ''اوجز المسالک'' اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی ''بذل المجہود'' منگوائی، اوجز سے سنین کا مسئلہ حل ہوا اور بذل سے واقعات رجم کے حوالے سے مزید مدد ملی۔

آخر میں اپنے مقالہ کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے عدالت عالیہ کی خدمت میں درخواست پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ رجم کے واقعات سورۂ نور کے نزول کے بعد نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق وقوع پذیر ہوئے، اب یا تو اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل قرآن کے صحیح فہم اور خداوند قدوس کے حکم کے مطابق تھا۔ یا العیاذ باللہ خاکم بدہن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو یا سمجھا نہیں یا سمجھ کر اس کے خلاف کیا۔ ظاہر ہے کہ ایک مسلمان جان بوجھ کر ایک لمحے کے لئے بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے خلاف یا قرآن کو نہ سمجھتے ہوئے رجم کا حکم دیا ہوگا۔ اس صورت میں یہ بات لازم آتی ہے کہ رجم کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قرآن کو سوچ سمجھ

کر دیا اور عین منشاء خداوندی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے مطابق کوئی کام اپنے نفس کی خواہش سے نہیں کرتے تھے، اس طرح ہمارا یہ مدعا ثابت ہو جاتا ہے کہ رجم کی سزا عین قرآن کے مطابق ہے۔

نیز نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس مشہور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جن میں سیدنا ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبدالرحمن بن عوف وغیرہم رضی اللہ عنہم جیسے عظیم صحابہ شامل ہیں، نے رجم کی احادیث نقل کی ہیں، اور جن کی روایات بندہ نے اس محضر نامہ میں پیش کی ہیں۔ مزید برآں ائمہ اربعہ اور ہر دور کے اساطین علماء کے اقوال رجم کے متعلق میں نے مثالاً نقل کر دیئے ہیں۔ وقت کی گنجائش نہیں ورنہ ایک عظیم ذخیرہ مزید پیش کیا جا سکتا تھا۔

غرض قرآن و سنت، اجماع صحابہ، اجماع امت اور ہر دور کے فقہاء اور علماء رجم کی حقانیت پر شاہد عدل ہیں، اس لئے بندہ عدالت عالیہ سے درخواست کرتا ہے کہ ہماری ان معروضات پر ہمدردانہ غور فرماتے ہوئے امت کے اس اجماعی فیصلہ کو متنازع فیہ نہ بنایا جائے اور رجم کی جو دفعات حدود کے آرڈیننس میں اب تک چلی آ رہی ہیں، انہیں باقی رکھا جائے، بلکہ عملاً فوری طور پر ان کا اجراء کیا جائے اور ان کے خلاف جو درخواستیں دائر کی گئی ہیں، ان کو خارج کیا جائے۔

حضرت مولانا نے مقالہ کے مندرجات پر ججوں کی جرح کے جواب بھی دیئے اور باوجود معذوری اور نقاہت کے اس طویل مقالہ کا بیشتر حصہ خود سنایا۔ حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم بھی اس بینچ کا حصہ تھے، جس کے روبرو یہ بیان پیش کیا گیا، حضرت مفتی تقی صاحب کے فیصلہ سے حضرت مولانا انتہائی خوش تھے اور حضرت مفتی صاحب کی نظر میں حضرت مولانا کے عدالتی بیان کی بھی بڑی وقعت تھی، چنانچہ حضرت مفتی تقی صاحب اپنے ایک مکتوب میں حضرت مولانا کو لکھتے ہیں:

جناب کا مقالہ "رجم" شائع ہو جائے تو ان شاء اللہ بہت مفید ہوگا۔ توجہ فرمانے کی درخواست ہے۔

رجم کے بارے میں احقر کا فیصلہ جناب کی تائید و پسندیدگی سے مشرف ہوا، اس سے بہت خوشی

ہوئی، اب وہ قسط وار البلاغ میں آنے والا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دافع شبہات بنائیں۔ آمین۔

اس خط پر ۳۰ صفر ۱۴۰۴ھ کی تاریخ درج ہے۔

آج اس خط کے تقریباً چھتیس سال بعد اس فقیر کو یہ مقالہ شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے، اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ فقیر کو حضرت مولانا کے جو مقالات مخطوط شکل میں دستیاب ہوئے، ان میں سب سے زیادہ قابل رحم حالت اس مقالہ کی تھی، پانی اور نمی پہنچنے کے باعث اس کا کچھ حصہ محو ہونے کے قریب تھا، بہ دقت پڑھا گیا لیکن بحمد اللہ مرتب ہو گیا۔

(۲) دوسرا مقالہ "شاتم رسول کی شرعی سزا" بھی وفاقی شرعی عدالت کی استدعا پر اس کی رہنمائی کے لیے پیش کیا گیا۔ برصغیر میں برطانوی اقتدار کے دوران راج پال نامی ایک بدبخت ہندو نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کتاب شائع کی، جس پر لاہور کے ایک غیور نوجوان غازی علم الدین نے اسے جہنم واصل کیا۔ اس پر انگریز حکومت کو مذہبی شخصیات کی عزت و ناموس کے لیے قانون وضع کرنا پڑا، چنانچہ 1927ء میں تعزیرات ہند کے اندر دفعہ 295، الف کا اضافہ کیا گیا جو مجموعہ تعزیرات پاکستان مطبوعہ یکم جولائی 1962ء میں درج ہے، جس کے رو سے گستاخ رسول کے لیے محض دو سال قید یا جرمانے کی سزا مقرر تھی۔ ظاہر ہے انگریز کی مقرر کردہ یہ سزا توہین رسالت کے سنگین و ہولناک جرم کے مقابلے میں بالکل ناکافی تھی، اس لیے 1986ء میں تعزیرات پاکستان کے اندر دفعہ 295، بی کا اضافہ کیا گیا اور اس جرم کی سزا موت یا عمر قید مع جرمانہ قرار پائی۔ لیکن یہ سزا بھی اسلامی قانون سے ہم آہنگ نہ تھی، کیونکہ اسلامی قانون کے رو سے شاتم رسول کی سزا صرف اور صرف قتل طے تھی، اس لیے وفاقی شرعی عدالت میں اس فیصلہ پر بحث و تمحیص ہوئی، ملک کے معروف اہل علم اور دانشوروں نے اس حوالے اپنی تحقیق عدالت میں پیش کی۔ حضرت مولانا نے بھی اپنا گراں قدر اور قیمتی علمی مقالہ پیش فرمایا بالآخر وفاقی شرعی عدالت نے اکتوبر 1990ء میں حکومت وقت کو ہدایت کی کہ وہ مذکورہ سزا کو 30 اپریل 1990ء تک تبدیل کر کے اس سے "یا عمر قید" کے الفاظ خارج کر دے، اگر حکومت نے مقررہ مدت میں یہ ذمہ داری پوری نہ کی تو یہ الفاظ خود بخود کالعدم قرار پائیں گے۔ حکومت کی

سرد مہری قائم رہی اور مقررہ مدت تک قانون میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی، لہٰذا عدالتی فیصلے کے مطابق ''یا عمر قید'' کے الفاظ کالعدم قرار پائے اور وطن خداداد کے قانون میں اسلام کی چودہ سو سالہ روایت کے مطابق شاتم رسول کی سزا ''موت'' قرار پائی۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اس مقالہ میں اولاً قرآن مجید کی آیات، ثانیاً احادیث مبارکہ، ثالثاً اجماع امت اور رابعاً اقوال فقہاء کی روشنی میں اس مسئلہ کو مبرہن فرمایا ہے اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ شاتم خواہ ذمی ہو یا مسلمان، ہر دو کو حداً قتل کیا جائے گا اور اس سلسلے میں اس کی توبہ بھی قابل قبول نہیں ہو گی۔ اس سلسلہ میں جو بعض احناف کا یہ قول ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ مسلم پس منظر رکھنے والے شاتم کی توبہ کو قبول کرنے کا کہتے ہیں، آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ متاخرین ائمہ احناف کی طرح اس مسئلہ میں جمہور امت کے موقف کو درست سمجھتے ہیں۔

(۳) تیسرا مقالہ ''قادیانیت'' ماہنامہ البیان پشاور میں فروری ۱۹۸۵ء سے جون ۱۹۸۶ء تک قسط وار چھپتا رہا۔ اس مقالہ کے بعض جزوی حصے ماہنامہ البیان کے اداریے کے طور پر بھی چھپتے رہے۔ یہ مقالہ دراصل آپ کا وہ عدالتی بیان ہے جو قادیانیت کی تکفیر اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کے دفاع کے لیے عدالت میں پیش کیا گیا۔ حضرت مولانا اس بیان کا پس منظر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''انہوں (قادیانیوں) نے کفر وضلالت پر مبنی ایک ایسے نام نہاد دین کی بنیاد رکھی جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین سے کھلی بغاوت تھی۔ انگریزی سامراج کا کاشتہ یہ شجرہ خبیثہ ان کی نگہداشت و پرداخت میں پروان چڑھتا رہا اور دنیا کے مختلف اطراف میں اس کے زہریلے پھل وجود میں آتے رہے۔ یہاں تک کہ برطانیہ کی وہ سلطنت جس پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور جسے مرزا غلام احمد صاحب نے اپنا ملجاء وماوی اور خداوند قدوس سے زیادہ اپنی امیدوں کا ٹھکانہ بنا رکھا تھا۔ اللہ جل جلالہ کے حکم سے سمٹتے سمٹتے صرف برطانیہ میں محدود ہو کر رہ گئی تو انگریز کے پروردہ اس ٹولے نے مختلف ممالک میں سازشوں کے ذریعے سے اپنے قدم جمانے کی کوشش شروع کی۔ پاکستان ان ناپاک کوششوں کا

> سب سے بڑا مرکز بن گیا۔ امت مسلمہ کا ردعمل انتہائی شدید تھا۔ جس کا ظہور 1953ء اور 1964ء کی عمومی انٹی قادیانی تحریکات میں ہوا۔ جس کے نتیجے میں قادیانیوں کو 1974ء میں دوسری آئینی ترمیم کے مطابق غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور اس کے منطقی نتیجے کے طور پر صدر پاکستان نے ان کی سرگرمیوں پر پابندی کا آرڈی ننس نمبر 20 مجریہ 1984ء نافذ کیا جس پر قادیانیوں کے دونوں فرقوں نے وفاقی شرعی عدالت میں استغاثہ اور پٹیشن کی۔ اس کی سماعت اکیس دن تک 15 جولائی سے 17 اگست 1984ء تک جاری رہی۔ راقم السطور کو بھی وفاقی شرعی عدالت کے حکم پر اس عدالت میں قادیانیوں کے بارے میں ایک طویل بیان پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔''

حضرت مولانا نے اس مقالہ میں ختم نبوت کے مقام اور موہبت الٰہی ہونے پر تفصیلی روشنی ڈالی، اس کے بعد مرزا غلام قادیانی کی کتابوں سے وہ کفریات پیش کیں جن کی بنیاد پر قادیانیوں کی تکفیر کی جاتی ہے۔ بعد ازاں قرآن وحدیث اور اجماع امت کی روشنی میں ختم نبوت کے عقیدہ کو مدلل ومبرہن بیان فرمایا، نیز اس بات کی بھی وضاحت کی کہ قادیانی اسلامی شعائر کا استعمال اپنے نام سے کیوں نہیں کر سکتے۔ آخر میں آپ نے امت محمدیہ کی بعثت اور اس کے مقام پر روشنی ڈالی ہے اور اسے بھی ختم نبوت کا ثمرہ اور انعام قرار دیا ہے، آپ نے نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ مذکورہ مسئلہ پر عقلی دلائل بھی پیش فرمائے ہیں۔

(۴) چوتھا مقالہ ''قادیانیت کے بارے میں قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ اور اس کے ذیلی تقاضے'' کے عنوان سے ماہنامہ الحق میں شائع ہوا، ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر کے ساتھ میٹنگ اور ارکان پارلیمان کی طرف سے موصوف پر یحییٰ بختیار کی کئی روز جرح، سوال وجواب کے بعد قادیانیت کا اصل چہرہ اراکین کے سامنے آیا، جس کے نتیجے میں متفقہ طور پر اکثریتی رائے نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ اس فیصلے کے بعد ماہنامہ الحق نے مندرجہ ذیل سوالنامہ عالمی سطح کے مشاہیر علماء، دانشوران، وکلاء، سیاست دان اور صحافی حضرات کو بھیجا۔

۱۔ آئینی فیصلہ کے بارے میں آپ کے تاثرات اور خدمات کیا ہیں؟

۲۔کیا اس فیصلہ کے بعد ہماری ذمہ داری ختم ہوگئی ہے؟

۳۔ملک و بیرونِ ملک قادیانی فتنہ کے سیاسی اور دینی اثرات کیا ہیں؟

۴۔ایسے مہلک اثرات کے تعاقب کا طریقۂ کار اور لائحہ عمل کیا ہوسکتا ہے؟

حضرت نے اس ان چار سوالات کے جواب میں قادیانیت کا مذہبی، سیاسی، سماجی پس منظر کھولنے کے ساتھ ساتھ تحریک ختم نبوت کی تاریخ، خصوصاً ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے حوالے سے اپنے مشاہدات، قادیانیت کی ریشہ دوانیاں، اس حوالے سے امت مسلمہ کی ذمہ داری، ملک خداداد پاکستان میں قادیانیت کے حوالے سے سماجی و سیاسی سطح پر ایک مؤثر لائحہ عمل کی نشان دہی اور کئی ایک مفید تجاویز پیش کی ہیں۔ یہ مقالہ قادیانیت کے حوالے سے لائحہ عمل اور حکمت عملی کی ایک بہترین تفہیم ہے۔

(۵) پانچواں ''مقالہ شاہ ولی اللہ سے متعلق ایک افتراء کی حقیقت'' ماہنامہ البیان کے اداریہ کے طور پر جنوری ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا۔ اس میں ڈاکٹر اللہ دتہ مضطر نامی ایک مصنف کی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے متعلق ایک انگریزی کتاب کے ایک حصے پر تنقید کی گئی ہے۔ جس میں مصنف نے اجراء نبوت کے باطل قادیانی عقیدے کو شاہ صاحب کی عبارات سے غیر کفریہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ حضرت مولانا نے خود حضرت شاہ صاحب کی عبارات سے اجراء نبوت کے عقیدہ کا بطلان واضح کر کے مصنف کے باطل استنباط کے تار پود بکھیرے ہیں اور حکومت سے احتجاج کیا ہے کہ سرکاری خرچے پر ایسی کتاب کیوں شائع کی گئی جس میں امت کے ایک جلیل القدر امام کی طرف ایک غلط بات کی نسبت کی گئی ہے۔

(۶) چھٹا اور آخری مقالہ حکومت پاکستان کی طرف سے زکاۃ سے متعلق گیارہ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے، یہ مقالہ ماہنامہ الحق اور البیان میں فروری ۱۹۸۴ء کو شائع ہوا۔ اس میں حضرت مولانا نے مختلف سوالات کے علمی و تحقیقی جوابات فقہ حنفی کی روشنی میں دیئے ہیں۔ نقدی میں نصاب زکاۃ کا اعتبار سونے سے کیا جائے یا چاندی سے؟ اس بارے میں فرماتے ہیں:

الغرض معیار سونا اور چاندی ہے! روپیہ کے اتار چڑھاؤ اور روپیہ کی مالیت میں کمی بیشی کی

صورت میں سونے اور چاندی ہی کے وزن کو معیار کا درجہ حاصل ہے اور اسی معیار کے تحت روپیہ کی مالیت کا اندازہ لگایا جائے گا اور پھر اسی کے مطابق زکوٰۃ کے روپوں کے نصاب کا تعین کیا جائے گا۔ اب رہی یہ بات کہ سونے اور چاندی میں سے کس کو بنیاد قرار دیا جائے کہ جس کے ساتھ پاکستانی روپیہ کو منسلک کر کے پاکستانی روپوں کے لحاظ سے نصاب کا تعین کی جائے۔ تو اس کے لئے عرض ہے کہ یہ معلوم کر لیا جائے کہ وزارت خزانہ حکومت پاکستان نے روپیہ کو سونے اور چاندی میں سے کس کے ساتھ منسلک کیا ہے؟ اور ایک پاکستانی روپیہ کتنے سونے یا چاندی کی مقدار کا بدل ہے؟ یہ معلوم ہو جائے تو پھر اسی حساب سے وزن سونا یا وزن چاندی کے لحاظ سے حساب کر کے تعین کیا جائے گا۔

مزید آپ فی سبیل اللہ کے مصرف میں مجاہد و حاجی سے آگے بڑھ کر توسیع کے قائل نہیں۔ نہ ہی رفاہی امور میں زکاۃ صرف کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ بنی ہاشم کو زکاۃ دینے کے حوالے سے بھی آپ ٹھیٹھ حنفی موقف پر قائم ہے اور اسے جائز نہیں سمجھتے۔ اس مقالہ میں گداگری کو ختم کرنے سے متعلق بھی عمدہ تجاویز دی گئی ہے، اس کے ساتھ بینک کے ذریعے حکومت کی طرف سے زکاۃ کی کٹوتی پر اپنے تحفظات کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ نیز فقہ حنفی کی اکثریت کے باعث میں ملک میں فقہ حنفی کے رواج ہی کو عملی قرار دیا ہے۔ الغرض یہ مقالہ زکاۃ کے حوالے سے مختصر لیکن شافی جوابات پر مشتمل ہے۔

الحمد للہ مجموعی طور پر ان چار جلدوں میں ستاون مقالات شامل ہو گئے ہیں۔ پہلی جلد میں بیس مقالات ہیں، ان کو تعلیم و تہذیب اور سیاست و قانون کے عنوان سے معنون کیا گیا ہے۔ جب کہ دوسری جلد میں اکیس مقالات شامل ہیں، ان کو دعوت و تبلیغ اور اصلاح و ارشاد کا عنوان دیا گیا ہے۔ تیسری جلد میں کل دس مقالات ہیں اور ان کا موضوع سیر و سوانح ہے۔ جب کہ چوتھی و آخری جلد میں چھ مقالات شامل کیے گئے ہیں، جن کا عنوان عدالتی مقالات تجویز کیا گیا ہے

اس آخری جلد کا بیشتر حصہ برادرم ڈاکٹر زیاد طارق زید مجدہ نے کمپوز کیا اور ترتیب و تدوین میں عزیزم مولانا سلمان خان سلمہ رکن ندوۃ التحقیق الاسلامی کوہاٹ نے ساتھ دیا۔ اس مجموعہ کو جن مخطوطات

سے مرتب کیا گیا ان کی حالت چونکہ انتہائی ناگفتہ بہ تھی، اس لیے عزیز موصوف کو بندہ کے ساتھ اصل نصوص اور ان کے ترجموں کی تصحیح، حوالہ جات کی جانچ وجستجو اور مصنف کے منشاء تک رسائی میں کافی وقت اٹھانی پڑی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس محنت ومشقت کا شایان شان اجر نصیب فرمائے اور اس مجموعہ کو بندہ، اس کے والدین، اہل وعیال، اساتذہ ومشائخ اور احباب کے لیے آخرت کا ذخیرہ بنائے۔ آمین

احقر العباد

محمد طفیل کوہاٹی

مدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی کوہاٹ

۲۰ ذوالحجہ ۱۴۴۰ھ

(۱)

رجم کی شرعی حیثیت

اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مملکت خداداد پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت کے قیام کی صورت پیدا فرما کر کتاب وسنت کے مطابق قوانین کے بنانے اور ان کے اجراء ونفاذ کی داغ بیل ڈال دی، بحمد اللہ تعالیٰ یوں تو پاکستان کا مقصد ہی ایسے خطۂ زمین کا حصول وقیام تھا جسے بانی مملکت قائداعظم مرحوم کے مطابق اسلام کی عملی تجربہ گاہ بنایا جائے۔ تاہم حضرت شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ کی قرارداد مقاصد لے کر ۱۹۷۳ کے آئین کی اسلامی دفعات تک نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ اس سرزمین میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور ایک دن کتاب وسنت کا قانون نافذ اور جاری ہوگا۔ چنانچہ ۱۹۷۳ء کے آئین کی دفعہ 203-D میں شرعی وفاقی عدالت کی طاقت، دائرہ اور حدود عمل کی تشریح کرتے ہوئے پہلی بات میں وضاحتاً کہا گیا ہے کہ عدالت کسی اٹھائے گئے سوال کے بارے میں جانچ پڑتال اور فیصلہ کرے گی کہ آیا کوئی قانون یا اس کا کوئی حصہ اسلام کے ان احکام کے خلاف تو نہیں، جو قرآن پاک اور رسول پاک e کی سنت کے مطابق بتایا گیا ہے، گویا قرآن پاک اور سنت رسول e کو سب سے بڑا اور اصلی ماخذ قانون تسلیم کیا گیا ہے اور حق یہی ہے کہ انہی دو ماخذوں یا ان میں سے کسی ایک ماخذ یا ان کی تعریفات اور مستنبط اصول وقواعد پر اسلام کے تمام قوانین، حدود وقیود کا انحصار ہے۔

قانون ساز صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے:

اسلام میں قانون کا بنانا اصلاً صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، انسان اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ کی

حیثیت سے قانون کا اجراء تو کرسکتا ہے، بدون خدائی رہنمائی اور وحی الٰہی (خواہ متلو ہو یا غیر متلو) اصالتاً قانون نہیں بنا سکتا۔ (قانون کی تجویز، اس میں تغیر وتبدل، کسی چیز کو حلال وحرام کرنا، جائز وناجائز قرار دینا اور امر ونہی قائم کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔)

نبی e کی تشریعی حیثیت:

چونکہ نبی اللہ تعالیٰ کا فرستادہ، نائب حق اور نمائندہ ربانی ہوتا ہے، اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قانون رساں، قانون الٰہی کا ترجمان، داعی، مظہر اور نمونہ بن کر آتا ہے جس کی ذات میں قولاً وعملاً اللہ جل ذکرہ کے قانون منشاء کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ منشاء ربانی کا آئینہ اور مرضیات الٰہیہ کی مجسم تمثیل وتصویر ہوتا ہے اور احکام کی تشریع میں خدا سے سن اور پا کر وہ جارحۂ سبحانی کی حیثیت سے اسے بیان اور نافذ کرتا ہے۔ اس لئے نیابۃً واصطلاحاً شارع ہوتا ہے اس کا دل معارف ربانیہ وعلوم الٰہیہ کا مہبط ومخزن ہوتا ہے، اس کا سینہ ملکۂ نبوت، حکمت ربانی، قوت تبین، فہم الٰہی، شرح صدر سے ہر آن مستنیر ہوتا ہے، اس لئے اس کا قول، قول الٰہی وفعل ارادت وتوفیق کا مظہر ہوتا ہے، وہ خود نہیں کہتا بلکہ اس سے کہلوایا جاتا ہے، وہ خود عمل نہیں کرتا بلکہ اس سے کرایا جاتا ہے۔ اس کا ہر اجتہاد بقول شاہ ولی اللہ a، وحی الٰہی [B] اور اس کا ہر فیصلہ، فیصلہ خدائی ہوتا ہے، وہ جن اوامر ونواہی کا حکم دیتا ہے، اللہ تعالیٰ سے لے کر دیتا ہے اس کی رائے خطا وغلطی سے پاک ومبرا ہوتی ہے، اس لئے تشریعات نبویہ حقیقتاً تشریعات الٰہیہ ہیں، سو تعلیم وتفہیم الٰہی کا نتیجہ ہے، جسے ہم وحی باطنی یا وحی غیر متلو، القاء فی الروع یا الہام [C] ربانی کا نتیجہ کہہ سکتے ہیں، اس لئے آپ کا شارع ہونا حقیقتاً تشریعات میں مراد الٰہی کی ترجمانی کا حق بتوفیقہ تعالیٰ ادا کرنا ہے، اس لئے آپ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت مطلقاً قرار دیا گیا۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

(مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ النساء:80)

q:''جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔''

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

B حجۃ البالغۃ جلد اول ساتویں بحث۔

C تفصیلات امام شافعی کی کتاب الرسالۃ، امام شاطبی کی الموافقات فی اصول الاحکام میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

يخبر تعالىٰ من عبده ورسوله محمد صلى الله عليه وسلم بأن من اطاعه فقد اطاع الله ومن عصاه فقد عصى الله وما ذاك الا لأنه الا وحى يوحى(تفسیر ابن کثیر، ج ۱ ،ص۵۲۸)

q:''اللہ تعالیٰ اس آیت میں اپنے بندۂ خاص اور رسول حضرت محمد e کے بارے میں خبر دیتے ہیں کہ جس نے آپ کی اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور یہ بات صرف اس وجہ سے ہے کہ (بقول آیت قرآنی) آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے مگر آپ کا ارشاد نری وحی ہے جو آپ پر بھیجی جاتی ہے۔''

علامہ آلوسی بغدادی a اس آیت کی تحت میں لکھتے ہیں:

وانما كانت كذلك لان الآمر والناهى فى الحقيقة هو الحق سبحانه والرسول انما مبلغ للامر والنهى فليست الطاعة له بالذات انما هى لمن بلغ عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يقول من احبنى فقد احب الله تعالىٰ ومن اطاعنى فقد اطاع الله تعالىٰ.(روح المعانی،:ج۲، ص۱۳۵)

q:''یہ بات (کہ آپ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے) اس وجہ سے ہے کہ فی الحقیقت آمر وناہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور رسول علیہ الصلوٰۃ السلام اللہ تعالیٰ کی امر ونہی (خواہ وہ وحی جلی کے ذریعہ سے ہو، یا وحی خفی سے) پہنچانے والے ہیں اس لئے آپ e کی اطاعت بالذات نہیں بلکہ آپ کی اطاعت حقیقتاً اس ذات کی اطاعت ہے جس کی طرف سے آپ e نے پہنچایا۔ نبی e فرماتے ہیں جس نے مجھ سے محبت کی، اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

امام جصاص رازی نے احکام القرآن، ص: ۲۶۰، ج: ۲ میں باب طاعۃ الرسول e میں یہی آیت اور دوسری آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

فأكد جل و علا لهذه الآيات وجوب طاعة رسول الله صلى الله عليه وسلم وابان ان طاعة الله وافاده بذلك ان معصيته معصية الله.

q: ''اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں رسول اللہ e کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے، اور واضح فرمایا ہے کہ آپ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس بات کا بھی افادہ فرمایا کہ آپ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

غرض آپ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے کہ آپ کا ''شارع'' ہونا اللہ تعالیٰ کے اذن و توفیق ہدایت سے ہے اور آپ e جو کچھ اوامر و نواہی دیتے ہیں، حکم خداوندی ہی سے دیتے ہیں، آپ e کی سنت بھی فیضان الٰہی ہے، چنانچہ امام شافعی a نے کتاب الرسالہ میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے:

وسنة الحكمة التى القى فى روعه عن الله عزوجل (ص ۲۸)

q: ''اور آپ e کی سنت وہ حکمت ہے، جو آپ کے دل میں خدا کی طرف سے ڈالی گئی۔''

گویا آپ e کا ظاہر و باطن، آپ کے اقوال و اعمال، آپ کے احکام و شرائع اور اوامر و نواہی سنت و اسوہ سب اللہ تعالیٰ کی موہبت و عطا کے اذن و حکم کا نتیجہ ہے، جس کی تابعداری و اطاعت فرض ہے، قرآن کہتا ہے:

(وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ النساء: 65)

q: ''اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اس واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جائے۔''

نبی انور e کے تشریعی مقام سے قرآن کا صفحہ صفحہ روشن ہے، سورۂ اعراف: 157 میں وضاحتاً اس کا تذکرہ کیا گیا ہے:

(اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ ۫ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُ [سورۃ الاعراف]

q: ''جو لوگ کہ ایسے نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (جن کی صفت یہ بھی ہے) کہ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طرف تھے ان کو دور کرتے ہیں سو جو لوگ اس (نبی موصوف) پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔''

ان جملہ مباحث کا حاصل صرف اتنا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ e کی تشریعی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نائب و مظہر کی ہے، اس لئے آپ کے دیئے ہوئے احکام اصلاً اللہ تعالیٰ ہی کے احکام ہیں۔ انبیاء o کے علاوہ دوسرے انسانوں کی یہ حیثیت نہیں، چونکہ دوسرے انسان خدا سے فیض و ہدایت پا کر حلال و حرام نہیں کر سکتے اس لئے انہیں تحلیل و تحریم کا حق نہیں، یہ نبی کا ہی مقام ہے کہ اس کے فیصلہ کے بے چون و چرا دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرنے کو ایمان کا معیار قرار دیا گیا اور قرآن کریم نے برملا اعلان کیا:

(فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ النساء: 65)

q: ''پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرا دیں، پھر آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کر لیں۔''

حضور انور حضرت محمد e کو ختم نبوت ورسالت کبریٰ کے انتہائی کمالات سے نوازنے اور ملکۂ نبوت کے مافوق الادراک ملکات عطا فرمادینے کا جو نتیجہ تھا کہ حضور انور e پر قرآن کریم کے حقائق ومعارف، رموز واسرار، خفی وجلی حکم ومصالح، عموم وخصوص، اجمال کی تفسیر، ناسخ ومنسوخ، ظاہر وباطن، ہر سورت وآیت کا محل وموضوع، ہر کلمہ وحرف بلکہ ہر نکتہ کے محل وقوع، اس کے استعمال وتشکیل اور قولی وفعلی استفادہ کی صورت اور اسے عملی طور پر ایک مکمل، مرتب اور مفصل دین کی صورت میں پیش کرنے کی حقیقت الم نشرح ہوچکی تھی، جس پر قرآن خود شاہد ہے۔ یہی سبب ہے کہ قرآن کریم میں اگرچہ سو بار کے قریب ''اقامت صلوٰۃ'' کا حکم آیا لیکن اس کی اصل تفصیل صلوا کما رأیتمونی اصلی، میں ظاہر ہوئی۔ ''زکوٰۃ'' کا تذکرہ بیسوں مقامات پر اجمالاً ملتا ہے، لیکن اس کا نصاب ومقادیر وغیرہ کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں، بلکہ احادیث مبارکہ اور تحریر شدہ فرامین رسالت میں ملتا ہے، یہی حال دیگر عبادات، معاملات وغیرہ کا ہے، گویا بقول متعدد صحابہ کے آپ e کی ذات نہ صرف قرآن کی پہنچانے والے تھی بلکہ کان خلقه القرآن تھی، گویا آپ e کا وجود مجسم مفسر ومفصل ومبین قرآن تھا اور قرآن عظیم نے جو ذمہ داری لی تھی کہ

﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ [سورۃ القیمۃ]

q: ''پھر مقرر ہمارے ذمہ سے اس کو کھول کر بتلانا (یعنی نزول وحی کے وقت تو آپ خاموشی سے سنتے اس آگے کا یاد کرانا اور اس کے علوم ومعارف کا تمہارے اوپر کھولنا اور تمہاری زبان سے دوسروں تک پہنچانا ان سب باتوں کے ہم ذمہ دار ہیں۔)

(افادۂ عثمانی ج-۲، ص: ۹۹۳)

حضور اکرم e اس کا مصداق کامل، معیار اعلیٰ اور اسوۂ اجمل بنیں گے۔ اس بیان خداوندی کا تذکرہ قرآن کریم نے ایک دوسری آیت میں اس طور پر ارشاد فرمایا ہے۔ جس سے اسلامی شریعت کے جملہ ماخذ کا استنباط ہوتا ہے اور قرآن وسنت، اجتہاد وقیاس وغیرہ کی دلیل مل جاتی ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۴۴

[سورۃ النحل]

q: ''اور ہم نے آپ پر قرآن کو اتارا تاکہ آپ کھول کر بیان کریں وہ چیز کہ اتاری ہے ہم نے ان پر اور تاکہ ان میں وہ فکر کریں۔''

ہیچمدان سمجھتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں اسلامی قوانین کے چاروں بنیادی ماخذوں کا بیان ہے، ''الذکر'' سے مراد قرآن کریم ہے۔ لتبین للناس سے مراد سنت نبوی و احادیث مبارکہ اور یتفکرون سے شرعی اجتہاد اور اس کے دیگر مظاہر ونتائج اجماع وقیاس وغیرہ ہیں۔

مشہور مفسر وفقیہ امام جصاص رازی a نے بھی قرآن کریم سے اسلام کے بنیادی قوانین کے ماخذوں کو ایک دوسری آیت میں خوب واضح اور مبرہن فرمایا ہے، جس سے ہمارے قول بالا کی کامل تصدیق ہوتی ہے، وہ آیت کریمہ

﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ﴾ شَيْءٍ

q: ''ہم نے اتاری آپ پر کتاب جو ہر چیز کی وضاحت کرتی ہے۔''

کے ذیل میں لکھتے ہیں:

تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ أُمُورِ الدِّينِ بِالنَّصِّ وَالدَّلَالَةِ، فَمَا مِنْ حَادِثَةٍ جَلِيلَةٍ وَلَا دَقِيقَةٍ إِلَّا وَلله فِيهَا حُكْمٌ قَدْ بَيَّنَهُ فِي الْكِتَابِ نَصًّا أَوْ دَلِيلًا، فَمَا بَيَّنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّمَا صَدَرَ عَنْ الْكِتَابِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: {وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا}وقوله تعالى: { وَ إِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ} وَقَوْلِهِ: {مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ الله} فَمَا بَيَّنَهُ الرَّسُولُ فَهُوَ عَنْ الله عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ مِنْ تِبْيَانِ الْكِتَابِ لَهُ لِأَمْرِ الله إيَّانَا بِطَاعَتِهِ وَاتِّبَاعِ أَمْرِهِ، وَمَا حَصَلَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ فَمَصْدَرُهُ أَيْضًا عَنْ الْكِتَابِ لِأَنَّ الْكِتَابَ قَدْ دَلَّ عَلَى صِحَّةِ حُجَّةِ الْإِجْمَاعِ وَأَنَّهُمْ

لَا يَجْتَمِعُونَ عَلَى ضَلَالٍ، وَمَا أَوْجَبَهُ الْقِيَاسُ وَاجْتِهَادُ الرَّأْيِ وَسَائِرُ ضُرُوبِ الِاسْتِدْلَالِ مِنَ الِاسْتِحْسَانِ وَقَبُولِ خَبَرِ الْوَاحِدِ جَمِيعُ ذٰلِكَ مِنْ تِبْيَانِ الْكِتَابِ لِأَنَّهُ قَدْ دَلَّ عَلَى ذٰلِكَ أَجْمَعَ، فَمَا مِنْ حُكْمٍ مِنْ أَحْكَامِ الدِّينِ إِلَّا وَفِي الْكِتَابِ تِبْيَانُهُ مِنَ الوجوه التي ذكرنا..... " (احکام القرآن لجصاص الرازی، ج ۳، ص ۲۳۳، ۲۳۴)

q: ''قرآن کے الفاظ تبیان کل شئ (کہ قرآن وضاحت کرنے والا ہے ہر شئ کا) سے دینی امور کا نص اور دلالت سے بیان کرنا ہے، پس کوئی نیا واقعہ بڑا، یا چھوٹا پیش نہیں آتا مگر اس کا حکم کتاب میں نص یا دلیل کی وضاحت سے مل جاتا ہے اور جس بات کو حضور e نے بیان فرمایا، وہ بھی کتاب ہی سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق کہ جو حکم تمہیں رسول اللہ e دیں اسے اختیار کرو اور جس چیز سے روک دیں اسے رک جاؤ اور اس آیت کے مطابق کہ (آپ e) رہنمائی کرتے ہیں اس سیدھے راستے کی طرف، جو اللہ کا ہے اور اس قول کے مطابق کہ جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ پس جو احکام رسول اللہ e نے بیان فرمائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے لے کر ہی بیان فرمائے ہیں اور وہ اس اعتبار سے بھی قرآن کی وضاحت وتشریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہمیں آپ کی اطاعت اور آپ کے حکم کی پیروی کا حکم دیا ہے اور جو احکام اجماع کے انعقاد سے حاصل ہوتے ہیں، ان کا مصدر بھی کتاب اللہ ہے، کیونکہ کتاب اللہ نے اجماع کے حجت ہونے کو صحیح قرار دیا ہے اور اس وجہ سے کہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی (جیسا کہ قرآن کا منشاء ہے) اور جن احکام کو قیاس اجتہاد اور رائے اور دگر تمام استدلال احکام کی قسمیں استحسان وغیرہ اور خبر واحد کا قبول کرنا ثابت کرتے ہیں، سب قرآن ہی کی وضاحت وبیان ہے کہ قرآن نے ان سب باتوں کے حجت ہونے پر دلالت کی ہے (نصاً یا دلالۃً) پس دین کا کوئی حکم ایسا نہیں جس کا بیان ''الکتاب'' میں ان وجوہ کے ساتھ نہ ہو جن کا ہم نے ذکر کیا۔''

نبی انور e کی بعثت کے وقت پورا عرب فواحش شراب نوشی، بے حیائی، قتل وغارت اور ہر قسم

کے برے اعمال سے بھرپور تھا، آپ e نے اپنی نبوت کے اعلان کے ساتھ ہی جہاں توحید کی دعوت دی، وہاں ان تمام برائیوں سے جس میں بدکاری بھی شامل تھی روکنے کی کوشش فرمائی۔ چنانچہ مکی زندگی میں جب مسلمانوں نے نجاشی کے پاس پناہ لی، تو جعفر بن ابی طالب نے نجاشی کے دربار میں کھل کر یہ اعلان کیا:

امرنا..... الكف عن المحارم والدماء ونهانا عن الفواحش.

(مسند ابن حنبل، ج:۱، ص:۲۰۳)

q: ''ہمیں حکم فرمایا کہ حرام کاریوں وخونریزیوں سے بچیں اور فواحش سے منع فرمایا۔''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مکی زندگی میں بھی رسول انور e فواحشات سے باقاعدہ روکتے تھے، بلکہ قرآن کریم کی بعض مکی آیتوں میں بھی صراحۃً زنا کی برائی اور بندش کی تلقین ہے، چنانچہ مثلاً: ہم سورۂ بنی اسرائیل کی بتیسویں آیت کا ذکر کرتے ہیں، جس میں کھل کر ان الفاظ میں اس عمل کی برائی کی گئی ہے،

(وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً١ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ۳۲ الاسراء)

q: ''اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے۔''

(ترجمہ تھانوی a)

زنا کی سزا قرآن مجید میں

مدینہ طیبہ پہنچ کر جب اسلام نے ایک منظم اور تمدنی زندگی اختیار کی تو وہاں سب سے پہلے اس بارے میں سورۂ نساء کی پندرہویں آیت میں اس فعل کی عبوری سزا کا حکم اس طور پر دیا گیا، جس سے معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب اس سزا کو کسی دائمی اور پختہ سزا سے مبدل کیا جائے گا، چنانچہ آیت کے الفاظ یہ ہیں:

(وَ الّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ١ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۵ سورة النساء)

q:''اور جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں تمہاری بیویوں میں سے سو تم لوگ ان عورتوں پر چار آدمی اپنوں میں سے گواہ کرلو۔ سو اگر وہ گواہی دے دیں تو تم ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کردے، یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور راہ تجویز فرمادیں۔''

اس کے بعد زنا کے بارے میں سورۂ نور کی یہ آیتیں اتریں:

﴿اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ١ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ٢ وَ لْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۲ م﴾ سورة النور

q:''زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد سو ان میں سے ہر ایک کو سو درے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہیے اگر تم قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیے، زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ کے یا مشرکہ کے اور اسی طرح زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے اور یہ یعنی ایسا نکاح مسلمانوں پر حرام اور موجب گناہ کیا گیا ہے۔''

ابتدائے اسلام سے اللہ تعالیٰ کے احکام کے نزول کی نوعیت کچھ اس طرح رہی کہ ایک ایک آیت کی توضیح وتشریح احادیث نبویہ اور عمل رسول اللہ e کرتا تھا اور نبی کے قول وفعل کی تائید قرآن کی آیتوں سے ہوتی تھی۔ گویا دین کے احکام کی پرواز قرآن وحدیث کے دونوں پروں سے ہی تھی، اسی طرح قرآن وحدیث دونوں ایک دوسرے کے معاون اور مبین اور مؤید تھے، حدیث خود قرآن کی تشریح وتوضیح وبیان تھا، جسے قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا:

﴿وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ١ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۴ ع﴾ سورة النمل

q:''اور ہم نے آپ پر یہ کتاب اس واسطے نازل کی کہ جن امور (دین) میں لوگ اختلاف کررہے ہیں، آپ (عام) لوگوں پر اس کو ظاہر فرمادیں اور ایمان والوں کی ہدایت (خاصہ) اور رحمت

کی غرض سے۔'' (ترجمہ تھانوی a)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ۹﴾ سورة القيمة

q:''پھر اس کا بیان کرادینا ہمارے ذمہ ہے۔'' (ترجمہ تھانوی a)

گویا جو کچھ حضور پاک e فرماتے ہیں، وہ قرآن ہی کا بیان وتشریح ہوتی تھی، امام بدرالدین محمد الزرکشی نے البرھان فی علوم القرآن میں اچھا لکھا ہے:

اعلم أن القرآن و الحديث أبدا متعاضدان على استيفاء الحق و إخراجه من مدارج الحكمة حتى إن كل واحد منهما يخصص عموم الآخر ويبين إجماله،ثم منه ما هو ظاهر ومعه ما يغمض وقد اعتنى بإفراد ذلك بالتصنيف الإمام أبو الحكم ابن برجان في كتابه المسمى بالإرشاد وقال: ما قال النبي صلى الله عليه وسلم من شيء فهو في القرآن وفيه أصله قرب أو بعد فهمه من فهمه وعمه عنه من عمه قال الله تعالى: {ما فرطنا في الكتاب من شيء} ألا تسمع إلى قوله صلى الله عليه وسلم في حديث الرجم: "لأقضين بينكما بكتاب الله" وليس في نص كتاب الله الرجم وقد أقسم النبي صلى الله عليه وسلم أن يحكم بينهما بكتاب الله ولكن الرجم فيه تعريض مجمل في قوله تعالى: {ويدرأ عنها العذاب}وأما تعيين الرجم من عموم ذكر العذاب وتفسير هذا المجمل فهو مبين بحكم الرسول وبأمره به وموجود في عموم قوله: {وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه} وقوله: {من يطع الرسول فقد أطاع الله}

[البرهان فی علوم القرآن،ج: ۲،ص:]۱۲۹

q:''جان لو کہ قرآن اور حدیث حق کو پورا پورا لینے اور اس سے مدارج حکمت نکالنے میں ہمیشہ ہمیشہ ایک دوسرے کے معاون و مددگار رہے ہیں، حتی کہ ان میں بعض ظاہر ہوتا ہے اور بعض غامض ہوتا ہے، اور اس حقیقت کو مستقل طور پر امام ابوالحکم ابن برجان نے اپنی کتاب الارشاد کی مستقل تصنیف کے ذریعے بیان کرنے کی کوشش کی اور فرمایا کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قرآن میں ہے اور اس کا اصل قرآن میں ہے، چاہے قریب ہو یا کہ بعید، اس کو سمجھنے والا سمجھ جاتا ہے اور جاہل اس کو نہیں سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''نہیں چھوڑا ہم نے بیچ کتاب کے کسی چیز کو۔'' کیا آپ حدیث رجم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نہیں سنتے کہ ''میں آپ دونوں کے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔'' اور کتاب اللہ کے نص میں ظاہراً رجم نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ آپ ان دونوں کے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کریں گے، لیکن رجم تعریضاً اللہ تعالیٰ کے اس قول میں {ویدرأ عنها العذاب}''اور دفع کرتا ہے اس سے عذاب کو'' مجمل طور پر مذکور ہے۔ عذاب کے ذکر کے عموم سے رجم کی تعیین اور اس مجمل کی تفسیر کا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے عموم {وما آتاكم الرسول الخ} یعنی ''جو کچھ کی دیوے تم کو رسول پس لے لو اس کو، اور جو کچھ کہ منع کرے تم کو اس سے، بعض رہو'' اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کہ {من يطع الرسول فقد أطاع الله} ''جو کوئی کہا مانے رسول کا پس تحقیق کہا مانا اللہ تعالیٰ کا۔'' کے عموم میں موجود ہے۔''

اس طرح پہلو بہ پہلو اور ایک ہی وقت میں قرآن کا نزول اور احادیث مبارکہ کا ورود جاری تھا، اگر ایک طرف سورۂ نور کی آیتیں نازل ہو رہی تھیں جو کہ تقریباً شعبان ۲ ہجری کا واقعہ ہے تو دوسری طرف وہ حدیث بھی غیر متلو وحی کے ذریعے سے حدیث کی صورت میں وارد ہوئی، جو سورۂ نساء کی پندرہویں آیت

کی توضیح و بیان اور سورۂ نور کی آیتوں کی تفصیل ہوگئی۔ اور اس حدیث کے شروع کے یہ الفاظ بتا رہے تھے کہ جنہیں قرآن کے اس حکم کے مطابق: {وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهو} کے تحت میں دو تین مرتبہ حدیث کے بیان سے پہلے فرمایا:

خذوا عني، خذوا عني، قد جعل الله لهن سبيلا،البكر بالبكر جلد مائة، ونفي سنة، والثيب بالثيب جلد مائة، والرجم.

[مسند احمد ابن حنبل ج:۵،ص:۳۱۳]

q:اس حکم کو مجھ سے مضبوطی سے اخذ کرو، دوبارہ پھر فرمایا کہ اس حکم کو مجھ سے لو کہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے (کہ جن کا تذکرہ سورۂ نساء کی پندرہویں آیت میں ہے،) موعودہ رستہ نکال لیا (اب وہ پرانا حکم منسوخ ہوگیا اور نیا حکم یہ نازل ہوا) کہ غیر شادی شدہ اگر غیر شادی شدہ کے ساتھ بدکاری کرے تو اس کو سو درے ماریں جائیں گے اور اس کو سال کی جلاوطنی دی جائے گی اور شادی شدہ کو تعزیراً سو درے اور سنگساری کی سزا ہوگی۔

یہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مسند احمد ۵ / ۳۱۳، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مستدرک ۴ / ۳۶۰، ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے بیہقی ۸ / ۲۱۱، عجماء رضی اللہ عنہ سے طبرانی بحوالہ مجمع الزوائد ۶ / ۲۶۵ میں منقول ہے۔

رجم کا حکم قرآن مجید اور سابقہ شرائع کی روشنی میں

اسی دوران میں عملی طور رجم کا پہلا واقعہ یہود کے سلسلے میں پیش آیا، جس کی تفصیل ''رجم یہودیان'' کے عنوان سے آئندہ آ رہی ہے۔ بہرحال یہود کے رجم کے اس واقعہ پر سورۂ مائدہ کی وہ آیتیں نازل ہوئیں جس میں رجم کا حکم دلالت النص سے اس طرح واضح ہے کہ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ (الكناية ابلغ من التصريح) یت کے الفاظ یہ ہیں:

(وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ١ؕ وَ

مَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۰۰۴۳ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۰۰۴۴ المائدۃ

q: ''اور وہ تجھ کو کس طرح منصف بنائیں گے اور ان کے پاس تو توریت ہے، جس میں حکم ہے اللہ کا، پھر اس کے پیچھے پھیرے جاتے ہیں اور وہ ہرگز ماننے والے نہیں، ہم نے توریت نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی اور وضوح تھا۔ انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اس کے موافق یہود کو حکم دیا کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء بھی بوجہ اس کے کہ ان کو اس کتاب اللہ کی نگہداشت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس کے اقراری ہو گئے تھے، سو تم بھی لوگوں سے اندیشہ مت کرو اور مجھ سے ڈرو اور میرے احکام کے بدلے میں متاع قلیل مت لو اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں۔''

اس آیت کی تشریح میں حکم اللہ سے مراد تفسیر ابن عباس، تفسیر مجاہد، تفسیر قرطبی، تفسیر خازن، تفسیر بحر الحیط، تفسیر بغوی (معالم التنزیل) نے رجم لیا ہے اور ''النبیون'' کے بارے میں لکھا ہے کہ ''محمد صلی اللہ علیہ منھم'' اور حضور انور e نے خود بھی اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ ''اللھم انی اول من احیا امرك اذا اماتوہ (درمنثور، ج:۲،ص:۲۳۵) اے اللہ! میں وہ پہلا شخص ہوں گا جو تیرے (ہر) اس حکم کو زندہ کروں گا جسے انہوں نے مٹا دیا ہو۔

یہود کے رجم کا حکم اللہ کی طرف سے مقرر تھا اور باوجود متعدد تحریفات کے آج بھی ہم تورات میں کئی مقامات پر اس حکم کو پاتے ہیں، صرف نمونہ کے لئے چند اقتباسات کو نقل کیا جاتا ہے:

''اور وہ مرد یا عورت جس کا یار دیو ہے یا جادوگر ہو تو دونوں قتل کئے جائیں گے اور چاہیے کہ تم ان پر پتھراؤ کرو، ان کا خون بھی انہیں پر ہوئے۔'' (تورات احبار:۲۰-۲۷)

''اگر کوئی مرد کسی عورت کو بیاہے اور اس کے پاس جائے..... (اسے بدنام کرنے کے لئے دعویٰ کرے کہ میں نے اس عورت سے بیاہ کی اور جب میں اس عورت کے پاس گیا تو میں کنوارے پن کے نشان اس میں نہیں پائے..... پر اگر یہ بات بھی ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے، تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے دروازے پر نکال لائے اور اس کے شہر کے لوگ اس کو سنگسار کریں کہ وہ مر جائے، کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے گھر میں فاحشہ پن کیا۔ اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتا پکڑا جائے، تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں۔ یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی، یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو رفع کرنا۔ اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی اور کوئی دوسرا آدمی اس شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور دونوں کو سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں۔''

(تورات کتاب استثناء، باب:۲۲، آیت:۱۳ سے ۲۴ تک ملخصا)

جس طرح تورات کے کئی مقامات پر زنا کے لئے سنگساری کی سزا آج بھی لکھی ہوئی ملتی ہے، اسی طرح عہد نامہ جدید میں بھی اس کا تذکرہ وضاحت کے ساتھ مل جاتا ہے۔ مثال کے لئے ہم صرف تین اقتباسات نقل کرتے ہیں:

B اگر وہ گروہ ان کو سنگسار کرے گا اور اپنی تلواروں سے ان کو قتل کرے گا، ان کے بیٹوں اور بیٹیوں کو ہلاک کرے گا اور ان کے گھروں کو آگ سے جلا دے گا، یوں نہیں بدکاری کو ملک سے موقوف کروں گا تا کہ سب عورتیں عبرت پذیر ہوں اور تمہاری مانند بدکاری نہ کریں۔

(انجیل متی:۸۵۲-۷۹)

C لیکن آسمان اور زمین کا ٹل جانا شریعت کے ایک نقطہ کے مٹ جانے سے آسان ہے۔ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ کر دوسری سے بیاہ کرے، وہ زنا کرتا ہے اور جو شخص شوہر کی چھوڑی ہوئی عورت سے بیاہ

کرے، وہ بھی زنا کرتا ہے۔ (انجیل: ۱۶-۱۷، ص: ۱۷)

D یہ نہ سمجھو کہ تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ جب آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں، ایک نقطہ یا ایک شوشہ تورات سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ (۵-۱۳-۱۷، ص: ۸)

بندہ اوپر سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۳ نقل کر چکا ہے، جس میں ''حکم اللہ'' کا معنی ''رجم'' قرآن کے متعدد مشاہیر، مستند اور عظیم مسلمان مفسرین کے ذریعے بیان کر چکا ہے اور توریت کے اس ''حکم اللہ'' کی تشریح عہد نامہ قدیم وعہد نامہ جدید یعنی بائبل کے حوالوں سے بھی نقل کیا گیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تورات کا یہ حکم مسلمانوں کے لئے بھی قابل عمل ہے کہ نہیں؟ اس بارے میں چند نکات کی طرف عدالت عالیہ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

B اسلام کوئی نیا دین نہیں بلکہ بنیاد کے درجہ میں حضرت آدم u سے آتا چلا آ رہا ہے، جس میں بنیادی باتیں عقائد واصول، اخلاق وعبادت، بنیاد کے درجے میں سب ایک ہی تھے، جن میں بعض باتوں میں تھوڑا تھوڑا زمانی ومکانی حالات کی وجہ سے تغیر کیا گیا، قرآن کریم میں اس عمومی اصول کی یگانگت کے بارے میں یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾

q: ''اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوح u کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعے سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو (معہ ان سب کے اتباع کے) حکم دیا تھا (اور ان کی امم کو یہ کہا تھا) کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔'' (ترجمہ تھانوی a)

امت کے متعدد علماء اس پر سیر حاصل بحث کر چکے ہیں، ہم صرف یہاں شاہ ولی اللہ a کی تحریر کا ایک ضروری حصہ اپنی تائید میں نقل کرتے ہیں:

قال الله تعالىٰ: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ [سورة الشورى:13] قال مجاهد: اوحينا يا محمد واياهم دينا واحدا،

وقال تعالىٰ: ﴿وَ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ۝۵۲ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ يعني ملة الاسلام ملتكم فتقطعوا يعنى المشركين واليهود والنصارى وقال تعالىٰ:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾ قال ابن عباس: وقال تعالىٰ ﴿لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ﴾ يعنى شريعة فهم عاملون بها.

(اعلم) ان اصل الدين واحد اتفق عليه الانبياء عليهم السلام وانما الاختلاف فى الشرائع والمناهج و تفصيل ذلك انه اجمع الانبياء عليهم السلام على توحيد الله تعالىٰ عبادةً واستعانةً وتنزيهه عما لايليق بجانبه وتحريم الالحاد فى اسمائه وان حق الله تعالىٰ على العباد ان يعظموه تعظيما لايشوبه تفريط وان يسلموا وجوههم وقلوبهم اليه وان يتفرقوا بشعائر الى الله وانه قدر جميع الحوادث قبل ان يخلقها وان الله ملائكته لا يعصونه فيما امر ويفعلون مايؤمرون وانه ينزل الكتاب على من يشاء من عباده ويفرض من طاعة على الناس وان القيمة حق والبعث بعد الموت حق والجنة حق و النار حق ووكذلك اجمعوا على انواع البر من الطهارة والصلوة والزكوة الصوم و الحج والتقرب الى الله بنوافل الطاعات من الدعاء والذكر وتلاوة الكتاب المنزل من الله وكذلك اجمعوا على النكاح وتحريم السفاح فى اقامة العدل بين

الناس وتحريم المظالم واقامة الحدود على اهل المعاصى والجهاد مع اعداد الله والاجتهاد فى اشاعة امرالله ودينه فهذا اصل الدين و لذلك لم يبحث القرآن العظيم عن لمية هذه الاشياء الا ماشاء الله فانها كانت مسلمة فيمن نزل القرآن على السنتهم و انما الاختلاف فى صور هذه الامور واشباهها فكان فى شريعة موسى عليه السلام الاستقبال فى الصلوة الى بيت المقدس وفى شريعة نبينا صلى الله عليه وسلم الى الكعبة وكان فى شريعة موسى عليه السلام الرجم فقط وجاءت فى شريعتنا بالرجم للمحصن والجلد لغيره وكان فى شريعة موسى عليه السلام القصاص فقط وجاءت شريعتنا بالقصاص والدية جميعا وعلى ذلك اختلافهم فى اوقات الطاعات وآدابها واركانها(حجة الله البالغة، ج :۱، ص: ۸۶،۸۷)

q:''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:(خدا نے تم کو دین کا وہی راستہ بتایا ہے، جس کی اس نے نوح u کو وصیت کی تھی اور جو وحی ہم نے تجھ پر نازل کی۔ ابراہیم، موسیٰ، اور عیسیٰ کو بھی اس کی وصیت کی تھی۔ وہ یہی بات تھی کہ دین حق ٹھیک رکھیو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالیو۔) مجاہد کا قول ہے کہ اے محمد e! ہم نے تجھے اور نوح u کو ایک ہی دین کی وصیت کی تھی۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے:(تم سب کی امت ایک ہی ہے، میں ہی تمہارا رب ہوں، اس سے ڈرتے رہو، پھر پھوٹ کر اپنے کام کو انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، اپنی اپنی باتوں پر ایک فریق خوش ہوا کرتا ہے، یعنی تمہارا دین صرف اسلام ہے، پھر وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے یعنی مشرکین، یہود و نصاریٰ سب الگ الگ ہو گئے۔ اور خدا فرماتا ہے:(ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک طریق اور راستہ مقرر کر دیا)۔

حضرت ابن عباس t نے اس کے یہی معنی بیان کئے ہیں: یعنی راستہ اور طریقہ اور نیز خدا تعالیٰ فرماتا ہے:(یعنی ہر ایک امت کے لئے ایک شریعت بنائی ہے جس پر ان کا عمل ہے، (معلوم کرو) کہ دین کی

اصل ایک شئی ہے، تمام انبیاء o اسی پر متفق ہیں۔ اگر اختلاف ہے تو اس کے طریقوں میں ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ عبادت اور استقامت صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ہے، جو امور کہ اس کی بارگاہ قدس کے مناسب نہیں ان سے خدا کو منزہ سمجھیں۔ اس کے ناموں میں الحاد کو حرام سمجھیں اور بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ اس کی نہایت درجہ تعظیم کریں، کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو، اپنی ذاتوں اور دلوں کو خدا کے حوالہ کر دیں۔ خدا کے شعائر کے ذریعہ سے قرب خداوندی حاصل کریں اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ حوادث کے پیدا ہونے سے پہلے ہی خدا نے حوادث کو مقدر کر دیا تھا اور فرشتے خدا کے بندے ہیں، وہ خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے جو ان کو حکم ملتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں اور خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنی کتاب نازل فرماتا ہے، اپنی طاعت کو بندوں پر فرض کر دیتا ہے اور قیامت کا ہونا حق ہے، بعد مرنے کے جی اٹھنا حق ہے، جنت و دوزخ علی ہذا۔ تمام انبیاء o نیکی کے نام، اقسام، طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج نوافل طاعت، دعا، ذکر، کتاب الٰہی کی تلاوت کے ذریعہ خدا کے حضور میں تقرب حاصل کرنے پر سب متفق ہیں، نکاح اور زنا کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے، سب کے نزدیک لوگوں میں انصاف کرنا چاہیے اور ظلم کی صورتوں کو تو سب حرام بتاتے ہیں۔ نافرمانوں پر حدود سب مقرر کرتے ہیں۔ دشمنان الٰہی سے جہاد اور احکام الٰہی اور دین خداوندی کی اشاعت میں نہایت درجہ کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ امور دین کی بیخ و بنیاد ہیں، قرآن پاک میں ان امور کے قرار پانے کی وجہ نہیں بیان کی الا ماشاء اللہ اس لئے کہ ان لوگوں کے نزدیک جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے، یہ سب امور تسلیم تھے، اختلاف اگر ہے تو ان امور کی صورتوں اور شکلوں میں ہے، اس لئے کہ حضرت موسیٰ u کی شریعت میں نماز کے وقت، بیت المقدس کی طرف رخ کرنا پڑتا تھا، اور ہمارے پیغمبر e کی شریعت میں قبلہ رخ کھڑا ہونا چاہیے۔ حضرت موسیٰ u کی شریعت میں زانی کے لئے رجم (سنگساری) سزا تھی۔ ہماری شریعت میں محصن کے لئے رجم ہے، اور دوسرے (غیر شادی شدہ) کے لئے تازیہ مارنا ہے، حضرت موسیٰ u کی شریعت میں صرف قصاص ہی کا حکم تھا اور ہماری شریعت میں قصاص کے ساتھ دیت بھی ہے اور ایسے ہی طاعتوں کے اوقات اور ان کے آداب و ارکان میں

اختلاف کا حال سمجھو۔" (ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ، ج-۱،ص:۸۶-۸۷)

قدیم شرائع کے بارے میں ہمارے علماء اصول نے قرآن کریم کی کئی آیات کی وجہ سے اس بات کا فیصلہ کیا ہے کہ جو پہلے انبیاء o کی شریعتیں تھیں، جب تک نیا نبی آکر اسے اپنے کسی قول یا صحیفہ الٰہی سے منسوخ نہیں قرار دیتا تھا، وہ شرائع مستقلاً اس نبی اور اس کی امت کے لئے بھی شریعت رہتی تھی، اسی بنا پر ہم حضرت محمد مصطفیٰ، رسول اللہ e کو خاتم النبیین اور تمام جن وانس کے لئے، ہر زمان ومکان کے لیے آخری رسول اور نبی مانتے ہیں تو اس وجہ سے ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ آپ جس طرح خاتم الرسل اور خاتم الکتب کے حامل وعامل اور داعی ہیں، اسی طرح جملہ قدیم شرائع سماویہ کے وارث بھی ہیں اور ان کی شرائع میں سے جو احکام واوامر، دساتیر وقوانین آپ e پر نازل ہونے والی وحی جلی (قرآن) یا وحی خفی (حدیث وسنت) کے ذریعے منسوخ نہیں ہوئے۔ وہ بھی آپ e اور آپ کی امت کی شریعت ہی کا حکم رکھتے ہیں اور واجب العمل ہیں۔ قرآن کریم نے جن قدیم کتابوں کا تذکرہ کیا ہے، ان میں تورات، زبور، انجیل اور صحف ابراہیمی اور موسوی وغیرہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ e کو جب قرآن کریم دیا جارہا تھا، اس وقت قدیم صحف وکتب کے وہ شرائع واحکام بھی واضح طور پر کھولے جا رہے تھے، جن کا چلن اللہ تعالیٰ کو اس امت کے لئے کلیۃً یا ترمیم کے ساتھ منظور تھا یا انہیں منسوخ کیا جا رہا تھا، چنانچہ بعض جگہ ارشاد بھی فرمایا گیا:

﴿اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُوْلٰى ۝۱۸ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى ۝۱۹﴾

q: "بلکہ یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے، یعنی ابراہیم اور موسیٰ i کے صحیفوں میں۔"

پس زیادہ مؤکد ہوا۔

چنانچہ شمس الائمہ سرخسی اصول میں لکھتے ہیں:

و اصح الاقاويل عندنا ماثبت بكتاب الله انه كان شريعة من قبلنا او ببيان من رسول الله صلى الله عليه وسلم فان علينا العمل به على انه شريعة بيننا مالم يظهر ناسخه.

(اصول الرخسی، ج: ۲ ،ص: ۹۹)

q: "اور صحیح ترین بات ہمارے نزدیک وہ ہے جو کتاب اللہ کے ذریعے ثابت ہو کہ ہم سے پہلے شریعت میں تھی اور یا رسول اللہ e کے بیان سے ثابت ہو۔ پس ہم پر اسے عمل میں لانا فرض ہے، اس لئے کہ وہ ہمارے نبی e کی شریعت ہے، جب تک کہ اس کا کوئی ناسخ ظاہر نہ ہو۔"

امام موصوف اس مغالطے کو رد کرنے کے لئے کہ بعض اذہان آیت کریمہ ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾ سے شرائع کا کھلا تضاد وتخالف مراد نہ لے لیں، آگے چل کر تشریحاً مزید واضح الفاظ میں ارشاد فرماتے ہیں:

واما قوله: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾ فقد عرضنا يقينا انه ليس المراد به المخالفة فى المنهاج فى الكل بل ذالك المراد فى البعض وهو ما قام الدليل فيه على انتساخه وقوله: ﴿هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ لا يدل على انه ليس يهدى لغيرهم لقوله تعالى: هدى للمتقين والقرآن هدى للناس اجمع و ايد هذا دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتوارة وطلب حكم الرجم منه للعمل وقوله: (انا احق من احى سنة اماتوها) فان احياء السنة امیتت انما يكون بالعمل لها فعرفنا ان التوارة هدى لبنى اسرائيل لغيرهم، و ايد جميع ماذكرنا قوله تعالى: ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ لامعنى لذلك سوى ان مافيه شريعة لنبينا بما انزل الله عليه من الكتاب الا ما ثبت نسخه وهذا هو القول الصحيح عندنا. (اصول الرخسی، ج: ۲، ص: ۱۰۴)

q: "اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ جب تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی، ہمیں معلوم ہے کہ یقیناً اس سے اس طریقت میں کلی مخالفت مراد نہیں ہے بلکہ بعض

حصے میں مخالفت مراد ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ اس کے نسخ پر دلیل قائم ہو اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ یہ ''بنی اسرائیل کے لئے ایک ہدایت ہے'' اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ دوسروں کے لئے ہدایت نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ یہ ''کتاب راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو'' حالانکہ یہ تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس کی تائید رسول اللہ e کے تورات منگوانے اور اس سے عمل کے واسطے رجم کے حکم کے طلب کرنے سے ہوتی ہے اور آپ e کے اس قول سے کہ (میں اس سنت کے احیاء کا زیادہ حقدار ہوں جس کو ان لوگوں نے ترک کر دیا ہے۔) کیونکہ کسی سنت کا احیاء جو چھوڑ دی گئی ہو، اس پر عمل کرنے ہی سے ہوتا ہے۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ تورات بنی اسرائیل کے لئے ہدایت ہے اور دوسروں کے لئے بھی ہدایت ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، ان تمام کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کہ (یہ کتاب اس سے پہلے جو کتابیں ہیں ان کی تصدیق کرنے والی اور نگہبان اور نگران ہے) سے ہوتی ہے۔ اس کا مطلب سوائے اس کے اور ہو نہیں سکتا کہ اس میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب کے ذریعے ہمارے نبی e کی شریعت بن جاتی ہے سوائے اس کے جس کا منسوخ ہونا (قرآن وسنت) سے ثابت ہو جائے اور یہی ہمارے نزدیک صحیح قول ہے۔''

اس کے بعد امام سرخسی یہ وضاحت فرماتے ہیں کہ انبیاء ماقبل اور انبیاء بنی اسرائیل کی شرائع کلیۃً ہمارے لئے منسوخ نہیں ہوگئی تھیں بلکہ قرآن کریم کے اس اصول کے مطابق کہ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ثابت ہوتا ہے کہ پرانی شرائع میں جو کچھ بھی تھا سوائے ان باتوں کے جن کا نسخ ثابت ہو چکا تھا، وہ سب ہمارے نبی کی شریعت بن چکا تھا اور ہے؟ اور اس نسخ کی دلیل صرف قرآن کریم اور محمد e ہیں کہ اہل کتاب کے بغض وعناد نے انہیں قابل اعتماد نہیں چھوڑا۔ پس ہمارے نزدیک قول صحیح یہی ہے کہ جن شرائع کے احکام پر قرآن وسنت سے نسخ ثابت نہیں وہ ہمارے نبی کی شریعت ہے اور ان کے جو احکام پائے جاتے ہیں ان پر ہمارا اتباع وعمل لازم ہے، الا یہ کہ اس کے نسخ کی دلیل ثابت کی جائے۔ (اصول سرخسی ملخصاً ص: ۱۰۴، ۱۰۵)

اس کے بعد ان کی اصل عبارات نقل کی جاتی ہے:

فهذا يتبين ان ذلك كله قد صار شريعة نبينا عليه الصلوة و السلام وانه يحب العمل واتباعه و العمل بما فى الانجيل انه شريعة نبينا وفى قوله تعالىٰ (وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللهِ) تنصيص على انه معمول به وقال تعالىٰ (شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا) قوله (اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ) والدين اسم لكل مايدان الله به فتدخل احكام فى ذلك ويظهر ان ذلك كله قد صار شريعة لنبينا فيجب اتباعه والعمل به الا ما قام دليل النسخ فيه. (اصول السرخسى، ج: ۲، ص: ۱۰۵)

q: ''پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تمام ہمارے نبی u کی شریعت بن گئی اور اس پر عمل اور اس کا اتباع واجب ہے اور جو کچھ انجیل میں ''حق'' ہے، اس پر عمل کرنا اس وجہ سے ہے کہ وہ ہمارے نبی u کی شریعت ہے نیز اللہ تعالیٰ کا قول (اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔) نص ہے اس بارے میں کہ وہ معمول بہ ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (خدا نے دین کا وہی راستہ بتایا جس کی نوح u نے وصیت کی تھی۔) خدا کے اس قول تک کہ (دین کو ٹھیک رکھیو۔) اور دین نام ہے ہر اس چیز کا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے دین کی پیروی کی جائے پس احکام ان میں داخل ہو جاتے ہیں اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تمام ہمارے نبی e کی شریعت بن جاتی ہے، پس اس کا اتباع اور اس پر عمل واجب ہو جاتا ہے۔ الا یہ کہ اس کے نسخ کی دلیل قائم ہو جائے۔

ہمارے قدیم حنفی ائمہ اصول فقہ میں فخر الاسلام امام علی بن محمد بزدوی ایک بڑے محقق عالم وفقیہ گزرے ہیں، جس کی کتاب ہماری بنیادی کتابوں میں سے ہے، ان کے اصول کی شرح امام عبدالعزیز البخاری نے کشف الاسرار کے نام سے کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

وشريعة من قبلنا تلزمنا حق تقوم الدليل على انتساخه وهذا

حکم ثابت بالکتاب و هو قوله تعالیٰ : اولئک الذین هدی الله فبهداهم اقتده. (کشف الاسرار ،ص: ۱۱۲)

q:''اور ہم سے پہلے کی شریعتیں ہم پر لازم ہیں جب تک اس کے نسخ پر دلیل قائم نہ ہوجائے اور یہ حکم قرآن سے ثابت ہے،(وہ اللہ کا قول ہے:وہ یہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہیں تم ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔''

فخر الاسلام علامہ بزدوی a نے اصول بزودی میں قدیم شرائع کا ہماری شریعت کے تابع اور مطابق ہونا تفصیل سے لکھا ہے،تحریر فرماتے ہیں:

قال بعض العلماء یلزمنا شرائع من قبلنا حتی یقوم الدلیل علی النسخ بمنزلة شرائعنا وقال بعضهم لا یلزمنا علی انه شریعتنا و الصحیح عندنا ان ما قص الله تعالیٰ منها علینا من غیر انکار او قصه رسول الله صلی الله علیه وسلم من غیر انکار فانه یلزمنا علی انه شریعة رسولنا صلی الله علیه وسلم احتج الاول بقول تبارك تعالیٰ (أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهِ) الهدی اسم یقع عن الایمان والشرائع . ولانه ثبت حقیقة دینا لله تبارك وتعالیٰ ودین الله تبارك وتعالیٰ حسن مرضی عنده لهذه قال الله تبارك وتعالیٰ لا نفرق بین احد من رسله وقال مصدقا لما بین یدیه من الکتاب ومهیمنا علیه . فصار الاصل هو الموافقة واحتج اهل المقالة الثانیة بقول الله تبارك وتعالیٰ لکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا لان فی الاصل فی الشرائع الماضیة الخصوص فی المکان الا تری انها کانت تحتمل الخصوص فی المکان کرسولین بعثا فی زمان واحد فی مکانین الا ان کون احدهما تبعا

للآخر کما قال فی قصة ابراهیم علیه السلام فامن له لوط وکما کان هارون لموسیٰ علیهما السلام فکذلك فی الزمان ایضا فصار الاختصاص فی شرائعهم اصلا الا بدلیل واجتح اهل المقالة الثالثة بان النبی صلی الله علیه وسلم کان اصلا فی الشرائع وکانت شریعة عامة لکافة الناس وکان وارثا لما مضی من محاسن الشریعة ومکارم الاخلاق قال الله تبارك وتعالیٰ (ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَٰبَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا) (اصول البزودی ،ص: ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴)

q:''ہمارے بعض علماء کہتے ہیں،اگلی شریعتوں کا اتباع ہمارے اوپر لازم ہے،جب تک کہ اس کے نسخ پر دلیل قائم نہ ہوجائے،اور بعض کہتے ہیں کہ ہم پر لازم نہیں ہے،اس لحاظ ہے کہ یہ ہماری شریعت ہے اور صحیح بات ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہمارے لیے ان شرائع میں سے بغیر انکار کے بیان کیا ہو،یا رسول اللہ e نے بغیر انکار کے بیان کیا ہو تو وہ ہمارے لئے بمنزلۂ ہمارے نبی e کی شریعت کے ہوجاتا ہے،پہلے قول والوں نے اللہ پاک کے اس قول کو دلیل بنایا ہے کہ(یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے پس تم ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔)اور ہدایت نام ہے،اس حقیقت دین الٰہی کا جو شرائع کی حقیقت کو ثابت کردے اور یہ دین اللہ تعالیٰ کو پسند اور مرغوب ہے،اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:(ہم فرق نہیں کرتے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان)اور فرماتے ہیں:(تصدیق کرنے والی ہے اگلی کتابوں کی اور ان کا محافظ ہے)پس اصل ان میں موافقت ہے اور دوسرے قول والوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کو دلیل بنایا ہے کہ(کہ تم میں ہر ایک کے لئے ایک خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔کیونکہ پہلی شریعتوں میں کوئی شریعت خاص مقام اور جگہ کے لئے آتی تھی،کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ایک زمانہ میں دو مقامات کے لئے دو رسول بھیجے جاتے تھے،مگر ایک رسول دوسرے رسول کا تابع ہوتا تھا جیسا کہ ابراہیم u کے قصہ میں کہا گیا کہ ''ایماں لایا واسطے اس کے لوط u'' یا جیسے موسیٰ u کے لئے ہارون u کو خاص کردیا گیا تھا۔اسی

طرح مکان کے ساتھ زمان کو خاص کر دیا جاتا تھا، پس ان کی شرائع میں اصلاً چیز اختصاص تھا، سوائے اس کے کہ اسے کسی دلیل سے مستثنیٰ کر دیا جائے اور تیسری بات کے قائل کہتے ہیں کہ جملہ شرائع میں اصل ہمارے نبی e ہیں کہ آپ کی شریعت تمام انسانوں کے لئے عام ہے اور آپ ماضی کی جملہ شریعتوں کے محاسن اور مکارم اخلاق کے وارث ہیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ''پھر ہم نے'' الکتاب'' کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے خاص طور پر چنا، یعنی حضرت محمد e اور آپ کی امت۔''

اسی طرح شرائع کا حضور انور e کو وارث قرار دینے کے بعد محشی اصول بزدوی علامہ عبدالعزیز البخاری ایک مقام پر لکھتے ہیں:

انا انزلنا التوارة فيها هدى ونور يحكم بها النبيون الذى اسلموا والنبى عليه السلام من جملتهم فوجب عليه الحكم بها.

(حاشیہ بزودی ،ص ۲۱۳)

q: ''ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے اور اس کے مطابق انبیاء o فیصلہ کرتے تھے وہ انبیاء جو اسلام لائے تھے، اور حضرت محمد e ان جملہ انبیاء میں سے ایک تھے۔ اس لئے آپ e پر اس کے مطابق فیصلہ (یعنی رجم کا فیصلہ دینا) واجب تھا۔

امام جصاص رازی مشہور مفسر، اصولی، محدث ہیں۔ وہ قدیم شرائع کا ہماری شریعت کے مطابق (جب نسخ نہ ہو) ایک آیت (رجم) پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وقوله تعالىٰ :﴿وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ﴾ دل على ان حكم التوارة فيما اختصموا فيه لم يكن منسوخا و انه صار بمعث النبى صلى الله عليه وسلم شريعة لنا لم ينسخ لانه لو نسخ لم يطلق عليه بعد السنح انه حكم الله كما لا يطلق ان حكم الله تحليل الخمر وتحريم السبت وهذا يدل ان شرائع من قبلنا

من الانبياء لازمة لنا ما لم تنسخ وانها حكم الله بعد مبعث النبى صلى الله عليه وسلم وقد روى عن الحسن فى قوله تعالىٰ ﴿فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ﴾ بالرجم لانهم اختصموا اليه فى حد الزنا قال قتادة فيها حكم الله بالقودة لانهم اختصموا فى ذلك وجائز انه يكونوا تحاكموا اليه فيهما جميعا من الرجم و القود وقوله تعالىٰ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا﴾ روى عن الحسن وقتاده و عكرمة و الزهرى و السدى ان النبى صلى الله عليه وسلم مراد بقوله ﴿يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا﴾ (احكام القرآن- جصاص الرازى، ج۱، ص۴۳۸)

q: ''اور ارشاد باری کہ: اور ان (یہود) کے پاس تورات ہے، جس میں اللہ کا حکم (رجم) ہے کہ تورات کا یہ حکم جس میں وہ جھگڑ رہے تھے منسوخ نہیں تھا اور نبی انور e کی بعثت کے ساتھ وہ ایسی شریعت (کا حکم تھا) جو منسوخ نہیں ہوا تھا کہ اگر وہ منسوخ ہوا ہوتا تو نسخ کے بعد اس پر حکم اللہ کا اطلاق نہ ہوتا، جیسے شراب کے حلال ہونے اور ہفتے کے دن کے حرام ہونے پر حکم اللہ ہونے کا اطلاق نہیں کیا گیا۔ پس یہ بات دلالت کرتی ہے کہ گزشتہ انبیاء کی شرائع ہمارے لئے بھی جب تک حکم خداوندی ناسخ نہ ہو، لازم ہیں کہ نبی انور e کی بعثت کے بعد وہ اسی طرح اللہ کا حکم ہیں، جیسے آپ e کی بعثت سے پہلے۔ اسی وجہ سے حضرت حسن سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ﴾ کے بارے میں روایت ہے کہ اس سے مراد رجم ہے کہ یہود نے اس حد زنا کے بارے میں جھگڑے کا آنحضرت e کی طرف مرافعہ کیا اور قتادہ اس سے مراد ''دیت'' لیتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہود دیت کے بارے میں جھگڑا لے کر آئے تھے اور یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ انہوں نے رجم اور قود دونوں کے لئے محاکمہ کیا ہو اور اللہ کے اس قول ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا﴾ میں ﴿يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا﴾ مراد بقول امام

حسن قتادہ، عکرمۃ، زہری حضرت محمد e ہیں۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر اسی بات کو مزید مؤکد فرماتے ہیں:

(وَ لْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ قال ابوبکر فیہ دلالة علی ان مالم ینسخ من شرائع الانبیاء المتقدمین فهو ثابت علی معنی انه صار شریعة للنبی صلی الله علیه وسلم لقوله (وَ لْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ معلوم انه لم یرد امرهم باتباع ما انزل الله فی الانجیل الا علی انهم یتبعون النبی صلی الله علیه وسلم لانه صار شریعة له لانهم لو استعملوا ما فی الانجیل مخالفین للنبی صلی الله علیه وسلم غیر متبعین له لکانوا کفارا فثبت بذلك انهم مأمورون باستعمال احکام تلك الشریعة علی معنی انها قد صارت الشریعة للنبی صلی الله علیه وسلم قوله تعالیٰ:

(وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ قال ابن عباس ومجاهد وقتادة مهیمنا یعنی امینا وقیل حفیظا وقیل مؤتمنا والمعنی فیه انه امین علیه ینقل الینا ما فی الکتب المتقدمة علی حقیقته من غیر تحریف ولا زیادة ولا نقصان لأن الامین علی الشئی مصدق علیه) (احکام القرآن جصاص ج ۳ ص ۴۴۲)

q: ''اور اللہ تعالیٰ کے اس قول (وَ لْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ) میں ابوبکر جصاص رازی فرماتے ہیں کہ انبیاء متقدمین کے شرائع میں سے جو چیزیں منسوخ نہیں ہوئی تو وہ ثابت ہے اس معنی کر کے کہ وہ نبی e کی شریعت بنادی گئیں بوجہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے کہ اہل انجیل فیصلہ کریں اس چیز کے مطابق جو انجیل میں اتاری گئی اور یہ بات معلوم ہے کہ انجیل میں نازل شدہ احکام کی پیروی سے سوائے اس کے اور کوئی مطلب نہیں کہ وہ نبی e کی تابعداری کریں کیونکہ اب یہ

آپ کی شریعت بن چکی، کیونکہ اگر وہ نازل شدہ احکام پر اس طور عمل کریں کہ وہ نبی e کی مخالفت کرنے والے ہوں اور آپ کی پیروی نہ کرنے والے ہوں تو وہ کافر ہوں گے، کیونکہ وہ مامور ہیں اس بات کے کہ وہ احکام کو اس معنی کر کے استعمال کریں کہ وہ نبی e کی شریعت بن چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ''اور نازل کیا ہم نے تم پر کتاب حق کے ساتھ جو کہ اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔''

ابن عباس t، مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں: مهیمنا سے مراد امین ہے، اور کسی نے کہا ہے کہ حفیظ ہے، اس کے امین ہونے کا معنی یہ ہے کہ کتب مقدمہ کو ہماری طرف اس حقیقت کے ساتھ منتقل کرتی ہے کہ اس میں نہ تو تحریف ہو سکتی ہیں اور نہ کمی بیشی کیونکہ کسی چیز کا امین ہونا اس کا تصدیق کنندہ ہی ہوتا ہے۔''

اس عرض گزاشت کے آخر میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ a کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے:

قال ابوحنیفة یحب علینا العمل بشرائع من قبلنا مالم یظهر نسخه، قلنا قوله تعالیٰ :(لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا) دل علی نسخ جمیع احکام التوارة بل علی بعضها او اکثر ومالم یظهر نسخ حکم ثبت بالکتاب اوالسنة. (تفسیر مظہری، ج ۱۴، ص ۱۱۷)

q: ''حضرت ابوحنیفہ a فرماتے ہیں کہ ماقبل شرائع پر ہمارے لئے عمل کرنا واجب ہے، جب تک کہ اس کا نسخ ظاہر نہ ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول (کہ ہم نے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے) تورات کے تمام احکام یا بعض حصہ کے نسخ پر دلالت نہیں کرتا، جب تک کہ کتاب وسنت سے اس کا نسخ ظاہر نہ ہو۔''

مندرجہ بالا مستند اقتباسات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قدیم برحق سماوی ادیان کی برحق شرائع جو تحریف وتبدل سے محفوظ ہوں اگر کتاب وسنت کے ذریعے منسوخ نہ کی جائیں تو ان کے احکام ہمارے لئے بھی بمنزلہ شریعت نافذہ کے ہوجاتے ہیں بلکہ قرآن کریم نے بعض قدیم شرائع کے احکام مثلاً توریت کے قصاص کے احکام یا یہود کے دس خاص احکام (TEN Commandments)

میں سے سبت کو چھوڑ کر باقی نو احکام ہمیں بھی عطا کیے۔ اس طرح یہ شریعت پہلی شریعتوں کی محافظ، امین مہیمن بن کر آئی۔ یعنی حضور انور e نے اپنے عمل وقول سے یا قرآن کے حکم کے لحاظ سے جو قبول کیا وہ شریعت ہوگئی جو رد کیا وہ منسوخ ہوگئی۔ اس دراز نفسی کا مطلب یہ ہے کہ زنا کے بارے میں جب یہود حضور انور e کے پاس مقدمہ لے کر آئے اور آپ نے تفتیش وتحقیق کے بعد یہ پایا کہ توریت میں شادی شدہ (محصن) کی زنا کی سزا سنگساری ہے تو آپ نے انہیں رجم (سنگساری) کی سزا دی اور آیت ان لفظوں میں نازل ہوئی:

﴿وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ١ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۴۳﴾ [سورة المائدة]

q: ''اور وہ تجھ کو کس طرح منصف بنائیں گے اور ان کے پاس توریت ہے، جس میں حکم ہے اللہ کا پھر اس کے پیچھے پھرے جاتے ہیں اور وہ ہرگز جاننے والے نہیں۔ (ترجمہ شیخ الہند a)

یہاں پر اس آیت میں ''حکم اللہ'' سے مراد حکم رجم ہے جو ہمارے متعدد عظیم مفسرین نے سمجھا ہے، يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ میں النبیون سے مراد محمد e ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم رجم کو کنایۃً دہرایا ہے، اسے باقی رکھا ہے اور آگے چل کر سیاقِ کلام میں قرآن کو مہیمن کہہ کر اس کی مزید تصدیق کردی ہے اور اس کے ساتھ ہی آگے جو احکام متصلاً عطا فرمائے، وہ تورات والے قصاص وغیرہ کے احکام تھے، چنانچہ انہیں حقائق، سیاق وسباق کلام اور بلاغت واسلوب قرآنی سے مفسرین عظام اور ائمہ دین نے یہ سمجھا ہے کہ یہ حکم نہ صرف یہود کے لئے تھا بلکہ ہماری شریعت میں بھی اس کی بقا، اجراء ونفاذ جاری رہے گا۔

جن اساطین ائمہ مفسرین نے اس آیت میں حکم اللہ سے مراد رجم لیا ہے، ان میں سے چند کی مختصر عبارت کو ذیل میں استدلالاً پیش کرتے ہیں:

B حدثنا محمد بن الحسين قال ثنا احمد بن المفصل قال ثنا اسباط عن السدى قال قال يعنى الرب تعالىٰ ذكر بعدهم وكيف

يحكمونك وعندهم التوارة فيها حكم الله يقول الرجم.

(تفسیر قرطبی، ج۴، ص ۱۶۴-۱۶۰)

q: ''محمد بن حسن، احمد بن مفصل سے وہ اسباط سے، وہ سدی سے روایت کرتے ہیں کہ ''رب تعالیٰ ان کو غیرت دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے،'' یعنی فرماتے ہیں کہ رجم ہے۔

C فيها حكم الله وهو الرجم.

(معالم التنزيل برحاشيه تفسير خازن، ج: ۲، ص: ۲۴)

q: ''جس میں اللہ کا حکم ہے یعنی وہ رجم ہے۔''

D (فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ) يعنى الرجم تحاكموا اليك من اجله.

(تفسیر خازن، ج: ۲، ص: ۴۴)

q: ''جس میں (اللہ کا حکم ہے) یعنی رجم جس کے بارے میں آپ کے پاس مقدمہ لے آئے ہیں۔''

E اخرج ابن ابى حاتم و ابو الشيخ عن مقاتل بن حيان فى قوله وكيف يحكمونك وعندهم التوارة فيها حكم الله يقول فيها الرجم للمحصن والمحصنة.

(الدر المنثور التفسير بالمقاقد ج ۲ ص ۲۸۵)

q: ''اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ ''اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے، جس میں اللہ کا حکم ہے، فرماتے ہیں کہ اس میں محصن مرد اور محصنہ عورت کے لئے رجم ہے۔''

F قوله تعالى (فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ) قال الحسن هو الرجم (تفسیر قرطبی)

q: ''اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے نہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم

ہے، حسن کہتے ہیں وہ رجم ہے۔''

G وقد روی عن الحسن فی قوله تعالیٰ فِيهَا حُكْمُ اللهِ بالرجم لانهم اختصموا اليه فی حد الزنا وقال قتادة فيها حكم الله بالقود لانهم اختصموا فی ذلك وجائز ان يكونوا تحاكموا اليه فيهما جميعاً من الرجم والقود(احكام القران للجصاص،ج:۲،ص:۴۳۸)

q:''حسن سے (فیہا حکم اللہ) کے بارے میں روایت ہے کہ''اس میں رجم کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، کیونکہ انہوں نے زنا کی حد کے متعلق جھگڑا کیا تھا اور قتادہ کہتے ہیں کہ قود کے متعلق اللہ کا حکم ہے، کیونکہ ان لوگوں نے اس میں جھگڑا کیا تھا، اور وہ ممکن ہے کہ وہ لوگ ان دونوں رجم اور قصاص میں مقدمہ لائے ہوں۔''

H قال الحسن والزهرى و عكرمة وقتادة و السدى يحتمل ان يكون المراد بالنبيين الذين اسلموا محمد عليه الصلوة والسلام وذلك لانه صلى الله عليه وسلم حكم على اليهودين بالرجم وكان هذا حكم التوارة وانما ذكر بلفظ تعظيما له كقوله تعالىٰ ان ابراهيم كان امة(تفسير كبير للامام فخرالدين الرازى ج ۳ ص ۶۰۳)

q:''تفسیر کبیر میں امام رازی h لکھتے ہیں: حسن، زہری، عکرمہ، قتادہ اور سدی نے کہا کہ ممکن ہے النبیین سے مراد محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں، کیونکہ آپ e نے یہود پر رجم کا حکم صادر فرمایا تھا اور یہ تورات کا بھی حکم تھا اور آپ e کا ذکر تعظیماً لفظ جمع کیساتھ کیا جس طرح اللہ کا قول ہے کہ''ان ابراہیم کان امۃ''

I (يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا) قيل المراد بالنبيين محمد صلى الله عليه وسلم(تفسير القرطبى،ج:۶،ص:۱۸۸)

q:''(اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے یہود کو) کہا جاتا ہے کہ (النبیین)

سے مراد محمد e ہیں۔''

اس دراز نفسی اور طویل بحث کا حاصل مندرجہ ذیل نکات ہیں جنہیں اگر عدالت عالیہ پورے غور سے استماع فرمالے تو بندہ کے نزدیک یہ مسئلہ کلیۃً حل ہوجاتا ہے:

قرآن کریم میں رجم کی سزا اگرچہ عبارت النص سے ثابت نہیں لیکن دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے کلیۃً ثابت ہوجاتی ہے۔

اور حکم اللہ کا لفظ قرآن نے کہہ کر اپنے حکم کی عظمت اور شان بڑائی ہے جو دوسرے لفظ سے کما حقہ ادا نہیں ہوسکتا، اس لئے قرآن کریم کی وحی میں اس لفظ کو استعمال فرما کر اس بات کو جن پر یا جن کے لئے قرآن نازل کیا جارہا تھا یہ بات بتانی مقصود تھی کہ رجم اب حکم اللہ کی صورت میں قرآن کے پڑھنے والوں کے لئے ابدالآباد تک نافذ العمل حکم رہے گا۔ جس کا انکار کوئی قرآن کا ماننے والا کسی وقت کسی صورت میں بھی نہیں کرسکے گا، گویا سورۂ مائدہ کی ترتالیسویں آیت میں حکم اللہ سے مراد رجم کا جو حکم ہے وہ نہ صرف یہود کے لئے نازل کیا گیا بلکہ ابدالآباد تک تمام مسلمانوں کے لئے بھی باقی رہے گا کہ اس کی تائید حضور انور e نے نہ صرف یہود بلکہ مسلمانوں پر بھی عمل کر کے دکھائی۔ ماعز اور غامدیہ کے بارے میں احادیث اس عمل کے نفاذ کے عملی شرح ہے۔

رجم احادیث نبویہ کی روشنی میں

رجم نبی انور e کی سنت، فعل، قول اور عمل سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور حد رجم کو نبی انور e کا جاری وقائم فرمانا بھی تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ ہم پہلے رواۃ صحابہ کے نام اور ان کے بعد ان سے روایت کردہ مرفوع احادیث کتابوں کے حوالے کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

B حضرت ابوبکر صدیق t — بخاری ص ۱۰۰۹= ج-۲= مسند احمد بن حنبل ص ۸ ج ۱

C حضرت عمر فاروق t — بخاری، ص ۱۰۰۸، ج ۲۔ مسلم ص ۶۵، ج-۲

D	حضرت عثمان t	مسند احمد، ص۔۶۱، ج-۱، دارمی، ص۔۲۹۹
E	حضرت علی t	بخاری، ص۔۱۰۰۶، ج-۲
F	حضرت عائشہ r	بخاری، ص۔۱۰۰۷، ج-۲، مستدرک حاکم، ج-۶، ص۔۳۶۷، اعلاء السنن، ص۔۳۷۵، ج-۱، دار قطنی ص۔۳۲۲
G	عبداللہ بن مسعود t	سنن البیہقی، ص۔۲۱۳، ج-۱، دارمی، ص۔۳۲۷ مشکوۃ، ص۔۲۹۹ بحوالہ متفق علیہ
H	حضرت زید بن ثابت t	بیہقی، ص۔۲۱۱، ج-۸، دارمی، ص۔۳۷۲
I	حضرت جابر بن عبداللہ t	بخاری، ص۔۱۰۰۶، ج-۲
J	حضرت ابی بن کعب t	بیہقی، ص۔۲۱۱، ج-۸، دارمی، ص۔۳۰۱
K	حضرت نعمان بن بشیر t	مسند احمد، ص۔۴۱۷، ج-۴
L	حضرت عبداللہ بن عمر t	بخاری، ص۔۱۰۰۷، ج-۲ (کتاب الرجم)
M	حضرت انس بن مالک t	مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی، ص۔۲۶۴، ج-۶
N	حضرت سہل بن سعد t	مجمع الزوائد، ص۔۲۶۸، ج۔۶، مسند احمد بن حنبل، ص۔۳۳۹، ج-۵، دار قطنی، ص۔۳۳۰
O	حضرت براء بن عازب t	مسند احمد، ص۔۲۶۸، ج-۴
P	حضرت ابوذر غفاری t	مسند احمد، ص۔۱۷۸، ج-۵
Q	حضرت ابوہریرہ t	بخاری، ص۔۱۰۰۶، ج-۲ (کتاب الرجم)
R	حضرت عبداللہ بن عازب t	بخاری، ص۔۱۰۰۸، ج-۲ (کتاب الرجم) دار قطنی، ص۔۳۳۹

S	حضرت زید بن خالد t	بخاری، ص۔۱۰۰۸، ج-۲ (کتاب الرجم) مصنف عبدالرزاق، ص۔۳۱۰، ج-۷
T	حضرت عبادۃ بن صامت t	مسند احمد، ص۔۳۱۳، ج-۵، مسلم، ص۔۶۵، ج-۲
U	حضرت سلمہ بن محبق t	مسند احمد، ص۔۴۷۶، ج-۳
V	حضرت ابوہریرہ t	مسند احمد، ص۔۴۲۳، ج-۴
W	حضرت نعیم بن ہزال t	مسند احمد، ص۔۲۱۷، ج-۵
X	حضرت جابرہ بن سمرہ t	مسند احمد، ص۔۸۷، ج-۵
Y	حضرت لجلاج t	مسند احمد، ص۔۴۷۹، ج-۳
Z	حضرت بریدۃ t	مسند احمد، ص۔۳۴۸، ج-۵
8	حضرت دہر t	مسند احمد، ص۔۴۲۹-۴۳۰، ج-۴
9	حضرت عمران بن حصین t	مسند احمد، ص۔۴۳، ج-۵
:	حضرت ابوبکرہ t	مسند احمد، ص۔۴۳، ج-۵
;	حضرت ابوسعید خدری t	مسند احمد، ص۔۳۷۲، ج-۳، دارمی، ص۔۳۰۲
<	حضرت قبیصۃ بن حرث t	مجمع الزوائد، ص۔۲۶۴، ج-۶
=	حضرت عجماء t	مجمع الزوائد، ص۔۲۶۵، ج-۶ (بحوالہ طبرانی)
a	حضرت ابوالطفیل خزاعی t	الاصابۃ، ص۔۱۵۵، ج-۲
b	حضرت عبداللہ بن اوفی t	بخاری، ص۔۱۰۰۶، ج-۲
c	حضرت عمار بن یاسر t	مجمع الزوائد، ص۔۲۵۲، ج۔۶
d	حضرت وائل بن حجر t	جمع الفوائد، ص۔۷۵۲، ج-۱ بحوالہ ترمذی، ابوداؤد
e	حضرت شبل t	دارمی، ص۔۳۰۲
f	حضرت ابوامامہ بن سہل t	مشکوۃ، ص۔۳۰۱

g	حضرت سہل بن سعد t	مصنف عبدالرزاق ص۔۳۲۱،مرسل	
h	حضرت عبدالرحمن بن عوف t	مسند بن حنبل ص۔۲۹،ج-۱	
i	حضرت عبداللہ بن الحرث	بن مجمع الزوائد ص۔۲۷۱،ج-۶	
	جزء t		
j	حضرت ابوواقد اللیثی t	السنن الکبری للبیہقی ص۔۲۱۵،ج-۸	

راویان احادیث رجم

نمبر شمار	نام صحابی	نمبر
B	حضرت ابوبکر t	حدیث نمبر ۱
C	حضرت عمر بن خطاب t	حدیث نمبر ۲،۳۷
D	حضرت عثمان t	حدیث نمبر ۳
E	حضرت علی t	حدیث نمبر ۴
F	حضرت عائشہ t	حدیث نمبر ۵
G	عبداللہ بن عباس t	حدیث نمبر ۶
H	عبداللہ بن مسعود t	حدیث نمبر ۷
I	ابوسعید خدری t	حدیث نمبر ۸
J	عبداللہ بن عمر t	حدیث نمبر ۹
K	عبداللہ بن اوفی t	حدیث نمبر ۱۰
L	جابر بن عبداللہ t	حدیث نمبر ۱۱
M	ابوہریرہ t	حدیث نمبر ۱۲،۲۸،۲۹

N	ابوبرزۃ الاسلمی t	حدیث نمبر ۱۳
O	ابوبکرۃ t	حدیث نمبر ۱۴
P	ابوذر t	حدیث نمبر ۱۵
Q	براء بن عازب t	حدیث نمبر ۱۶
R	بریدۃ بن سمرۃ t	حدیث نمبر ۱۷
S	جابر بن سمرۃ t	حدیث نمبر ۱۸
T	سلمہ بن المحبق t	حدیث نمبر ۱۹
U	عبادۃ بن صامت t	حدیث نمبر ۲۰
V	عمران بن حصین t	حدیث نمبر ۲۱
W	لجلاج t	حدیث نمبر ۲۲
X	وھر بن الاحرم t	حدیث نمبر ۲۳
Y	نعمان بن بشیر t	حدیث نمبر ۲۴
Z	نعیم بن ہزال t	حدیث نمبر ۲۵
8	ابوامامۃ بن سہل t	حدیث نمبر ۲۶
9	وائل بن حجر t	حدیث نمبر ۲۷
:	زید بن خالد t	حدیث نمبر ۲۸
;	شبل t	حدیث نمبر ۲۹
<	زید بن ثابت t	حدیث نمبر ۳۰
=	سہل بن سعد t	حدیث نمبر ۳۱
a	انس بن مالک t	حدیث نمبر ۳۲
b	ابوالفیل t	حدیث نمبر ۳۳

c	قبیصۃ بن حرث t	حدیث نمبر ۳۴
d	عجماء t	حدیث نمبر ۳۵
e	عبداللہ بن حرث بن جزء t	حدیث نمبر ۳۶
f	ابوواقد اللیثی t	حدیث نمبر ۳۸
g	ابی بن کعب t	حدیث نمبر ۳۹
h	عبدالرحمن بن عوف t	حدیث نمبر ۴۰
i	عمار بن یاسر t	حدیث نمبر ۴۱

B حدیث ابوبکر الصدیق t

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا اسود بن عامر ثنا اسرائیل عن جابر عن عامر بن عبدالرحمن ابن ابزی عن ابی بکر قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم جالسا فجاء ماعز بن مالك فاعترف عنده فرده ثم جاء فاعترف عنده الثانیة فرده ثم جاءه فاعترف الثالثة فرده فقلت له انك ان اعترفت الرابعة رجمك قال فاعترف الرابعة فحبسه ثم سئال عنه فقال مانعلم الا خیرا قال فامر برجمه(مسند احمد بن حنبل،ج:۱،ص:۸)

q:''.....حضرت عبدالرحمن بن ابزی حضرت ابوبکر صدیق t سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر t نے فرمایا کہ میں نبی e کے پاس بیٹھا تھا کہ ماعز بن مالک آئے اور آپ e کے پاس (زنا کا) اعتراف کیا، آپ e نے ان کو واپس لوٹایا، وہ پھر آئے اور آپ e کے پاس دوسری دفعہ پورا اعتراف کیا، آپ نے ان کو واپس کیا۔ وہ پھر آئے اور تیسری بار پھر اعتراف کیا اور آپ e نے ان کو واپس کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر چوتھی بار بھی اقرار کیا، تو آپ e نے ان کو محبوس کیا اور ان کے متعلق پوچھا، تو جواب دیا کہ سوائے بھلائی کے ہم اس کے متعلق اور کچھ نہیں جانتے، آپ e

نے ان کے رجم کا حکم فرمایا۔''

C حضرت عمر t

حدثنا علی بن عبداللہ قال حدثنا سفیان عن الزھری عن عبداللہ عن ابن عباس قال قال عمر لقد خشیت ان یطول بالناس زمان حتی یقول قائل لا نجد الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترك فریضة انزلها اللہ الا وان الرجم حق علی من زنی وقد احصن اذا قامت البینة او کان الحبل او الاعتراف قال سفیان کذا حفظت الا وقد رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعده.(صحیح بخاری، ج ۲ ص ۱۰۰-۱۰۰۹)

q:''.....حضرت ابن عباس t فرماتے ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ لوگوں پر زمانہ دراز گزر جائے تو کوئی کہنے والا یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کا حکم، اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے، تو ایسے فرض کے چھوڑنے سے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا گمراہ نہ ہو جائیں۔ آگاہ رہو کہ رجم کا حکم اس شخص کے لئے حق ہے کہ جو زنا کرے اس حالت میں کہ وہ محصن ہو جب کہ اس پر گواہی قائم ہو جائے یا حمل ثابت ہو جائے یا وہ زانی خود اعتراف کرے، سفیان کہتے ہیں کہ مجھے اسی طرح ہی یاد ہے، آگاہ رہو رسول اللہ e نے رجم کی سزا دی ہے اور آپ e کے بعد ہم نے بھی رجم کی سزا دی۔''

D حدیث عثمان t

اخبرنا ابو النعمان ثنا حماد بن زید عن یحییٰ بن سعید عن ابی امامة بن سهل بن حنیف عن عثمان قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لایحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلث بکفر بعد ایمان او بزناء بعد احصان اور بقتل نفسا بغیر نفس فیقتل. (دارمی- باب مایحل به دم المسلم :۲۹۹)

q:''.....حضرت ابوامامہ سب سہل حضرت عثمان t سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان t فرمایا کہ میں نے رسول اللہ e کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی مسلمان شخص کا خون جائز نہیں سوائے تین باتوں کی وجہ سے، ایمان کے بعد کافر ہونے کی وجہ سے، یا احصان کے بعد زنا کی وجہ سے، یا بغیر قصاص کے کسی کو قتل کرنے کی وجہ سے۔''

E حدیث حضرت علی t

حدثنا آدم قال حدثنا شعبة قال حدثنا سلمة ابن كهيل قال سمعت الشعبى يحدث عن على حين رجم المرأة يوم الجمعة قال رجتمها بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم.

(صحيح بخارى، ج-٢، ص:١٠٠۶)

q:''حضرت سلمہ بن کھیل روایت کرتے ہیں کہ میں نے شعبی کو حضرت علی t سے کہ جب انہوں نے جمعہ کے دن ایک عورت کو سنگسار کیا، یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اس (عورت) کو رسول اللہ e کی سنت کے مطابق سنگسار کیا۔''

F حضرت عائشہ r

اخبرنا ابوعمرو عثمان بن احمد بن عبدالله الدقاق ببغداد ثنا احمد بن حيان بن ملاعب ثنا ابوعامر العقدى ثنا ابراهيم بن طهمان عن عبدالعزيز بن رفيع عن عبدالله بن عمر بن عائشة رضى الله عنها عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لا يحل دم امرئ مسلم الا فى ثلاث خصال زان محصن فيرجم والرجل يقتل متعمدا فيقتل به ويصلب او يفنى من الارض.

(مستدرك للحاكم، ج-۴ ،ص: ۳۶۷)

q:''.....حضرت عائشہ r حضرت نبی اکرم e سے روایت کرتی ہے کہ آپ e نے فرمایا

کہ کسی مسلمان شخص کا خون حلال نہیں سوائے تین باتوں کی وجہ سے، شادی شدہ زنا کار، تو اس کو رجم کیا جائے گا، وہ شخص جو عمداً کسی کو قتل کردے، تو اس کے بدلے اس کو قتل کیا جائے گا، یا پھانسی دی جائے گی یا جلاوطن کیا جائے گا۔''

G حدیث عبداللہ بن عباس t

حدثنا قتيبة بن سعيد وابوكامل الجحدرى (واللفظ لقتيبة) قال حدثنا ابوعوانة عن سماك عن سعيد بن جبير عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم قال لماعز بن مالك احق ما بلغنى عنك قال وما بلغك عنى قال بلغنى انك قد وقعت بجارية آلِ فلان قال نعم قال فشهد اربع مرات ثم امربه فرجم.

(صحيح بخارى، ج-۶ ص: ۱۹۶ باب حد الزنا)

q:''.....حضرت ابن عباس t سے روایت ہے کہ نبی e نے ماعز کو فرمایا کہ آیا جو بات تمہارے متعلق مجھے پہنچی ہے، حق ہے۔ ماعز نے کہا کہ آپ کو میرے بارے میں کیا بات پہنچی ہے؟ آپ e نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچ چکی ہے کہ تم نے آلِ فلان کی ایک عورت سے بدکاری کی ہے، انہوں نے کہا کہ ہاں، چار بار انہوں نے (اپنے اوپر) گواہی دی، پھر آپ e نے حکم دیا اور ان کو سنگسار کردیا گیا۔''

H حدیث عبداللہ بن مسعود t

عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله وانى رسول الله الا باحدى ثلث النفس بالنفس والثيب الزانى والمارق بدنيه التارك للجماعة.. متفق عليه

q:''.....حضرت عبداللہ بن مسعود t فرماتے ہیں کہ رسول اللہ e نے فرمایا کہ کسی مسلمان

شخص کا خون حلال نہیں، جب کہ وہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود برحق نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، مگر تین وجوہ سے، نفس کے بدلے نفس (خون کے بدلے خون) دوم شادی شدہ زانی، سوم دین سے نکلنے والا، تارکِ جماعتِ (مسلمین)۔

احدیث ابوسعید خدری t

حدثنی محمد بن المثنی حدثنی عبد الاعلی حدثنا داؤد عن ابی نضرة عن ابی سعید ان رجلا من اسلم یقال له ماعز بن مالك اتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال انی اصبت فاحشة فاقمه علی فرده النبی صلی الله علیه وسلم مرارا قال ثم سأل قومه فقالو مانعلم به بأسا الا انه اصاب شئیا یری انه لا یخرجه الا ان یقام فیه الحد فرجع الی النبی صلی الله علیه وسلم فامرنا ان نرجمه قال فاطلقنا به الی بقیع الغرقد قال فما اوثقناه ولا حفرنا له قال فرمیناه بالعظم والمدر والخزف قال فاشتدوا واشتددنا خلفه حتی اتی عرض الحرة فانتصب لنا فرمیناه بجلامید الحرة (یعنی الحجارة) حتی سکت قال ثم قام رسول الله خطیبا من العشی فقال او کلما انطلقنا غزاة فی سبیل الله تخلف رجل فی عیالنا له نبیب کنبیب التیس علی ان لا اوتی برجل فعل ذلك الا نکلت به قال فما استغفرله ولا سبه.

(صحیح مسلم، ج :۲، ص: ۱۹۹-۱۹۷،مسنداحمد،ج-۳، ص: ۶۲)

q:''.....حضرت ابوسعید خدری t سے روایت ہے کہ قبیلۂ اسلم کا ایک شخص جس کو ماعز کہا جاتا ہے، رسول اللہ e کے پاس آیا اور کہا کہ میں بدکاری کا مرتکب ہو چکا ہوں، مجھ پر حد قائم کیجئے۔ نبی e نے کئی دفعہ لوٹایا، پھر آپ e نے اس کی قوم سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس کے متعلق کوئی

برائی نہیں جانتے سوائے اس بات کے کہ اس نے کسی چیز کا ارتکاب کیا ہے اور اس کا خیال ہے کہ اسے اس مشکل سے کوئی چیز نہیں نکال سکتی سوائے اس کے کہ اس کے اوپر حد قائم کی جائے۔ پس وہ نبی e کے پاس آیا اور نبی e نے ہمیں اس کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا تو ہم اسے بقیع غرقد لے گئے نہ تو ہم نے اسے باندھا اور نہ اس کے لئے گڑھا کھودا، پس ہم نے اسے ہڈیوں، ڈھیلوں اور ٹھیکروں سے مارا، پس لوگوں نے سختی کی اور ہم نے بھی سختی کی، یہاں تک کہ وہ حرہ تک پہنچا۔ وہ ہمارے سامنے کھڑا ہوا اور ہم نے حرہ کے پتھروں سے مارا، یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا (یعنی مر گیا) راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ e شام کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ہم جب بھی اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں تو ہمارے اہل وعیال میں ایک آدمی رہ جاتا ہے جس کی آواز مینڈے کی آواز کی طرح ہوتی ہے۔ میرے پاس یہ آدمی نہیں لایا جائے گا مگر اس کو ایسی سزا دوں گا جو عبرت آموز ہوگی بس آپ نے اس کے لئے استغفار کیا اور نہ برا بھلا کہا۔''

لحدیث عبداللہ بن عمر t

حدثنا محمد بن عثمان قال حدثنا خالد بن مخلد عن سلیمان قال حدثنی عبدالله بن دینار عن ابن عمر قال اتی رسول الله صلی الله علیه وسلم بیهودی ویهودیة قد احدثا جمیعا فقال لهم ماتجدون فی کتابکم قالوا ان احبارنا احدثوا تحمیم الوجه والتجبیة قال عبدالله بن سلام ادعهم یارسول الله بالتوارة فاتی بها فوضع احدهم یده علی آیة الرجم وجعل یقرأ ماقبلها وما بعدها فقال له ابن سلام ارفع یدك فاذا آیة الرجم تحت یده و امر بهما رسول الله صلی الله علیه وسلم فرجما قال ابن عمر فرجما عند البلاط فرأیت الیهودی اجنأ علیها.

(صحیح بخاری، ج-۲ ،ص :۱۰۰۷ ، باب الرجم بالبلاط)

q:''عبداللہ بن دینار حضرت ابن عمر t سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ e کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت لائے گئے، جنہوں نے بدکاری کی تھی، تو رسول اللہ e نے ان سے کہا کہ آپ اپنی کتاب میں (اس کا) کیا حکم پاتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے علماء نے منہ کالا کرنا اور گدھے پر سوار کرنا تجویز کیا ہے۔ عبداللہ بن سلام t نے کہا کہ اے رسول اللہ e انہیں اپنی تورات لانے کے لئے فرمائیے۔ پس تورات لائی گئی تو ان میں سے ایک نے رجم کی آیت پر ہاتھ رکھا اور اس سے آگے پیچھے پڑھنے لگا۔ عبداللہ بن سلام t نے اس شخص سے کہا کہ ہاتھ اٹھا، جب ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت تھی۔ پس رسول اللہ e نے حکم دیا اور ان ہر دو کو سنگسار کر دیا۔ عبداللہ بن عمر t فرماتے ہیں کہ ان کو بلاط کے مقام پر سنگسار کر دیا گیا میں نے یہودی کو دیکھا کہ (عورت کو پتھر کے مارنے سے) بچانے کی کوشش کرتا تھا۔''

Kحدیث عبداللہ بن اوفی t

حدثنی اسحاق قال حدثنا خالد عن الشیبان قال سالت عبداللہ بن اوفی هل رجم رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نعم قلت قبل سورة النور او بعد قال لا ادری

(صحیح بخاری، ج-۲،ص: ۱۰۰۶)

q:''خالد شیبان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن اوفی t سے پوچھا کہ آیا رسول اللہ e نے رجم کیا ہے؟ کہا کہ ہاں میں نے کہا کہ سورۂ نور (کے نزول) سے پہلے کیا یا بعد میں؟ کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔''

Lحدیث جابر بن عبداللہ الانصاری t

حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبداللہ قال اخبرنا یونس عن ابن شهاب قال حدثنی ابوسلمة من عبدالرحمن بن جابر بن عبداللہ الانصاری ان رجلا من اسلم اتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فحدثه انی زنی فشهد علی نفسه اربع شهادات فامر

به رسول الله صلی الله علیه وسلم فرجم و کان قد احصن.

(بخاری، ج-۲، ص: ۱۰۰۶)

q:''ابوسلمہ بن عبدالرحمن، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری t سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلۂ اسلم کا ایک آدمی رسول اللہ e کے پاس آیا، اور کہا کہ میں نے زنا کیا ہے اور اپنے اوپر چار دفعہ گواہیاں دیں۔ پس رسول اللہ e نے حکم صادر فرمایا اور اس کو سنگسار کر دیا گیا اور وہ شادی شدہ تھے۔''

Mحدیث ابوہریرۃ t

حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شهاب عن ابی سلمة و سعید بن المسیب عن ابی هریرة قال اتی رجل رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو فی المسجد فناداه فقال یا رسول الله انی زنیت فاعرض عنه حتی ردده اربع مرات فلما شهد علی نفسه اربع مرات دعاه النبی صلی الله علیه وسلم ابك جنون قال لا قال فهل احصنت قال نعم فقال النبی صلی الله علیه وسلم اذهبوا به فارجموه قال ابن شهاب فاخبرنی من سمع جابر بن عبداللہ قال فکنت فیمن رجمه فرجمناه بالمصلی فلما اذلقته الحجارة هرب فادرکناه بالحرة فرجمناه.

(صحیح بخاری، ج-۲، ص :۱۰۰۶، مسند احمد، ج-۲،ص :۴۵۳)

q:''حضرت سعید بن مسیب حضرت ابوہریرۃ t سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ e کے پاس ایک آدمی آیا اور آپ e مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس نے پکار کر کہا: اے رسول اللہ e میں نے زنا کیا ہے۔ آپ e نے اس سے منہ موڑا۔ یہاں تک کہ آپ e نے اس کو چار مرتبہ واپس لوٹایا۔ جب اس نے اپنے اوپر چار دفعہ گواہی دی، تو نبی e نے اس کو بلا کر فرمایا کہ آیا تجھے

جنون ہوا ہے؟ کہا کہ نہیں۔ فرمایا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ کہا کہ ہاں۔ نبی کریم e نے فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور رجم کردو۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے بتایا جس نے حضرت جابر بن عبداللہ سے سنا تھا کہ حضرت جابر t نے کہا کہ میں ان لوگوں میں موجود تھا جنہوں نے اس کو رجم کیا تھا۔ ہم نے اس کو نمازگاہ میں سنگسار کیا تھا۔ جب اس کو پتھر لگے تو بھاگ گیا، ہم نے پھر حرہ کے مقام پر اسے جالیا اور رجم کیا۔''

N حدیث ابو برزۃ الاسلمی t

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا محمد بن جعفر ثنا عوف عن مساور بن عبید قال اتیت ابا برزة فقلت هل رجم رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال نعم منا یقال له ماعز بن مالك

(مسند احمد، ج-۴، ص :۴۲۳)

q:''.....حضرت مساور بن عبید کہتے ہیں کہ میں ابو برزۃ کے پاس آیا اور کہا کہ آیا رسول اللہ e نے سنگسار کیا ہے؟ کہا کہ ہاں، ہم میں سے ایک شخص کو رجم کیا تھا جس کا نام ماعز بن مالک ہے۔''

O حدیث ابوبکرۃ t

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا عبدالصمد ثنا زکریا بن سلیم المنقری قال سمعت رجلا یحدث عمرو بن عثمان وانا شاهد انه سمع عبدالرحمن بن ابی بکرة یحدث ان ابی بکرة حدثهم انه شهد رسول الله صلی الله علیه وسلم علی بغلته واقفا اذ جاءوا بامرة حبلی فقالت انها زنت اوبغت فارجمها فقال لها رسول الله صلی الله علیه وسلم استتری بستر الله عزوجل فرجعت ثم جاءت الثانیة والنبی صلی الله علیه وسلم علی بغلته فقالت ارجمها یا نبی الله فقال استتری بستر الله تبارك و تعالیٰ فرجعت

ثم جاءه الثالثة وهو واقف حتی اخذت بلجام بغلته فقالت انشدك الله الارجتمها فقال اذهبی حتی تلدی فانطلقت فولدت غلاما ثم جاءت فکلمت رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم قال لها اذهبی فتطهری من الدم فانطلقت حتی اتت النبی صلی الله علیه وسلم فقالت انها قد تطهرت فارسل رسول الله صلی علیه وسلم نسوة فامرهن ان یستبرءن المرأة فجئن وشهدن عند رسول الله صلی الله علیه وسلم بطهرها فامرلها بحفیرة الی ثندوتها ثم جاء رسول الله صلی الله علیه وسلم والمسلمون فاخذ النبی صلی الله علیه وسلم حصاة مثل الحمصة فرماها ثم مال رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال للمسلمین ارجموها واياكم ووجهها فلما طفئت امر باخراجها فصلی علیها ثم قال لو قسم اجرها بین اهل الحجاز وسعهم(مسند ابن حنبل، ج-۵، ص :۴۳-۴۲)

q:''.....عبدالرحمن ابن ابی بکرۃ روایت بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابوبکرہ t نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ e کو اپنے خچر پر سوار (ایک جگہ) کھڑے ہوئے دیکھا آپ کے پاس لوگ ایک حاملہ عورت کو لے آئے، اس عورت نے کہا کہ میں نے بدکاری کی ہے، مجھے سنگسار کیجئے۔ آپ e نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ستاری کی وجہ سے تم بھی میں اپنی پردہ پوشی کرو، وہ واپس گئی۔ دوسری بار پھر آئی اور نبی e خچر پر تشریف فرما تھے۔ وہ عورت بولی کہ اے اللہ کے نبی مجھے سنگسار کیجئے۔ آپ e نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ستاری کی وجہ سے تم بھی اپنی پردہ پوشی کرو۔ پس وہ واپس گئی، پھر سہ بارہ آئی اور آپ e (بدستور) اپنے خچر پر سوار تھے۔ اس عورت نے آپ e کے خچر کے لگام کو پکڑ کر کہا کہ میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ آپ ضرور مجھے سنگسار کریں گے۔ آپ e نے فرمایا کہ چلے جاؤ، یہاں تک کہ تمہارا بچہ پیدا ہوجائے تو وہ چلی گئی اور اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو وہ پھر آئی اور رسول اللہ e سے

بات کی، آپ e نے پھر اس سے فرمایا کہ چلی جاؤ یہاں تک کہ تم خون سے (نفاس سے) پاک ہوجاؤ ۔وہ چلی گئی اور پھر آئی اور کہا کہ میں پاک ہوگئی ہوں ۔رسول اللہ e نے کچھ عورتوں کو اس عورت کے پاس بھیجا تا کہ اس کی پاکی کا پتہ لگائیں، وہ عورتیں رسول اللہ e کے پاس آئیں اور اس عورت کی پاکی کی شہادت دی، آپ e نے اس کے لئے سینے تک گڑھا کھودنے کا حکم دیا، پھر رسول اللہ e اور مسلمان آئے ۔نبی e نے چنے کے برابر کنکری لی اور اس سے مارا، پھر رسول اللہ e ہٹ گئے او رمسلمانوں سے کہا کہ پتھر مارو اور منہ پر پتھر مارنے سے بچو۔ جب وہ مرگئی، تو آپ e نے اس پر نماز جنازہ پڑھی، پھر فرمایا کہ اگر اس کا اجر اہل حجاز پر تقسیم کیا جائے تو ان کے لئے کافی ہوجائے گا۔

Pحدیث ابوذر t

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا وکیع ثنا اسرائیل عن جابر عن ثابت بن سعد بن سعید عن ابی ذر ان النبی صلی الله علیه و سلم رجم امرأة فامرنی ان احفر لها فحفرت لها الی سرتی.

(مسند ابن حنبل ج-۵، ص: ۱۷۸)

q:''حضرت ابوذر t سے روایت ہے کہ نبی اکرم e نے ایک عورت کو رجم کیا، آپ e نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کے لئے ایک گڑھا کھودوں ۔پس میں نے اپنے ناف تک کے برابر ایک گڑھا کھودا۔''

Qحدیث حضرت براء بن عازب t

حدیث عبدالله ابی ثنا ابومعاویة ثنا الاعمش عن عبدالله بن مرة عن البراء بن عازب قال مر علی رسول الله صلی الله علیه وسلم بیهودی محمم مجلود فدعاهم فقال اهکذا تجدون حد الزانی فی کتابکم فقالوا نعم قال فدعا رجلا من علمائهم انشدك بالله الذی انزل التوارة علی موسی اهکذا تجدون حد الزانی فی

کتابکم فقالوا لا والله ولولا انك انشدتنی بهذا لم اخبرك نجد حد الزانی فی کتابنا الرجم ولکنه کثر فی اشرافنا فکنا اذا اخذنا الشریف ترکناه و اذا اخذنا الضعیف اقمنا علیه الحد فقلنا تعالوا حتی نجعل شئیا نقیمه علی الشریف والوضیع فاجتمعنا علی التحمیم والجلد فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم انی اول من احیا امرك اذا اماتوه قال فامر به فرجم فانزل الله عزوجل یایها الرسول لا یحزنك الذین یسارعون فی الکفر الی قوله یقولون ان اوتیم هذا فخذوه یقولون ائتوا محمدا فان افتاکم بالتحمیم والجلد فخذوه وان افتاکم بالرجم فاحذروا الی قوله (وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ) فی الیهود الی قوله (وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ) لَمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ) قال هی فی الکفار کلها(مسند احمد بن حنبل، ج-۴ ص: ۲۸۶)

q:''براء بن عازب t سے روایت ہے کہ رسول اللہ e کے پاس سے ایک یہودی کو لے جایا گیا، جس کا منہ کالا کیا گیا تھا۔ آپ e نے ان کو بلایا اور پوچھا کہ آیا آپ اپنی کتاب میں بدکار کی یہی سزا پاتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ e نے ان کے علماء میں سے ایک آدمی کو بلایا اور فرمایا کہ میں آپ کو اس اللہ کی قسم دلاتا ہوں جس نے موسیٰ u پر تورات اتاری، آیا آپ اپنی کتاب میں زناکار کی سزا یہی پاتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں، خدا کی قسم اگر آپ قسم نہ دلاتے تو میں نہ بتاتا۔ ہم اپنی کتاب میں زانی کی سزا حد ''رجم'' پاتے ہیں، لیکن ہمارے بڑوں میں زنا کی کثرت ہوگئی تو ہم جب کسی معزز آدمی کو پکڑتے تو اسے حد جاری کیے بغیر چھوڑ دیتے اور جب کسی غریب کو پکڑتے تو اس پر

حد جاری کرتے۔ ہم نے کہا: آؤ کہ ایسی چیز مقرر کرلیں، جو امیر و غریب پر ایک طرح نافذ کرلیں۔ پس ہم نے کوڑوں اور منہ کالا کرنے پر اتفاق کیا۔ پس رسول اللہ e نے فرمایا کہ اے اللہ میں پہلا شخص ہوں، جس نے تیرے ایک امر کو زندہ کیا جس کو ان لوگوں نے چھوڑ دیا ہے، تو آپ e نے حکم دیا اور اس کو رجم کی سزا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ یہ آیتیں نازل فرمائی کہ (اے رسول جو لوگ کفر میں دوڑ دوڑ کر گرتے ہیں، آپ کو مغموم نہ کریں..... کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ حکم ملے تب تو اس کو قبول کرلو) کہتے ہیں کہ آپ محمد (e) کے پاس جائیں اگر وہ آپ کو منہ کالا کرنے اور کوڑوں کا حکم دیں تو قبول کرلینا اور اگر رجم کا حکم دیں تو احتیاط رکھیں..... اللہ تعالیٰ کے اس قول تک: (اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم پر فیصلہ نہیں کرتے تو وہ ہی پکے کافر ہیں۔) اور یہود کے بارے میں فرمایا گیا: (جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل ستم ڈھا رہے ہیں۔۔۔ اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں۔۔۔ اور جو شخص خدا کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے، سو ایسے لوگ بالکل کافر ہے۔) فرمایا کہ یہ تمام کفار کے بارے میں ہے۔

R حدیث بریدۃ t

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا ابونعیم ثنا بشیر حدثنی عبدالله بن بریدة عن ابیه قال کنت جالسا عند النبی صلی الله علیه وسلم فجاءته امرأة من غامد فقالت یا نبی الله انی قد زنیت وانا ارید ان تطهرنی فقال لها النبی صلی الله علیه وسلم ارجعی فلما ان کانت من الغد أتته ایضا فاعترفت بالزنا فقالت یا رسول الله انی قد زنیت وانا ارید ان تطهرنی فقال لها النبی صلی الله علیه وسلم ارجعی فلما ان کان من الغد أتته ایضا فاعترفت عنده بالزنا فقالت یا نبی الله طهرنی فلعلك ان تردنی کما رددت

ماعز بن مالك فوالله انی لحبلیٰ فقال لها النبی صلی الله علیه وسلم ارجعی حتی تلدی فلما ولدت قال فاذهبی فارضعیه حتی تفطمیه فلما فطمت جاءت بالصبی فی یده کسرة خبز قالت یا نبی هذا قد فطمته فامر النبی صلی الله علیه وسلم بالصبی فدفعه الی رجل من المسلمین وامر بها فحفر لها حفرة فجعلت فیها الی صدرها ثم امر الناس ان یرجموها فاقبل خالد بن الولید بحجر فرمی رأسها فنضح الدم علی وجنة خالد فسبها فسمع النبی صلی الله علیه وسلم سبه ایاها فقال مهلا یا خالد بن الولید لا تسبها فوالذی نفسی بیده لقد تابت توبة لو تابها صاحب مکس لغفرله فامر بها فصلی علیها ودفنت (مسند احمد، ج۔۵، ص: ۳۴۸)

q: ''..... عبداللہ بن بریدۃ اپنے باپ حضرت بریدۃ t سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں نبی اکرم e کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ کے پاس قبیلۂ غامد کی ایک عورت آئی اور کہا کہ اے اللہ کے نبی! میں نے بدکاری کی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے پاک کردیں۔ پس اس کو نبی اکرم e نے فرمایا کہ واپس جا، جب صبح ہوئی تو پھر آئی اور زنا کا اقرار کیا اور کہا کہ اے رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے پاک کردیں۔ آپ e نے فرمایا: واپس چلی جا، جب اگلا دن آیا تو وہ پھر آئی اور اقرار کیا اور کہا کہ اے اللہ کے نبی! مجھے پاک فرمائیں، شاید آپ مجھے اس طرح لوٹا رہے ہیں جیسے کہ آپ نے ماعز بن مالک کو لوٹایا تھا۔ خدا کی قسم! میں حاملہ ہوں، تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ واپس چلی جا، یہاں تک کہ تمہارا بچہ پیدا ہوجائے، جب بچہ پیدا ہوا (تو پھر آئی) رسول اللہ e نے فرمایا کہ جا اور دودھ پلاتی رہے، یہاں تک کہ دودھ چھٹ جائے۔ جب دودھ چھڑالیا تو بچے کو لے آئی اور بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ اس عورت نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! میں نے دودھ چھڑادیا۔ پس نبی e نے بچے کے بارے میں حکم دیا پس اسے مسلمانوں میں سے

ایک شخص کے حوالے کر دیا گیا اور اس کے لئے گڑھا کھودنے حکم دیا، پس اس کے لئے گڑھا کھودا گیا چنانچہ سینے تک گڑھا کھودا گیا، پھر لوگوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ خالد بن ولید نے اس عورت کے سر پر پتھر مارا تو خون خالد کے چہرے پر پڑا، پس خالد نے اسے برا بھلا کہا۔ نبی e نے سن لیا، فرمایا کہ اے خالد اسے برا بھلا نہ کہہ۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس نے ایسی توبہ کی ہے، کہ اگر ایسی توبہ ٹیکس جمع کرنے والا بھی کر لیتا تو اس کو بھی بخشا جاتا، نبی e نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اس کو دفنایا گیا۔

S حدیث جابر بن سمرۃ t

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا عبدالرزاق انا اسرائیل من سماک انه سمع جابر بن سمرة یقول اتی النبی صلی الله علیه وسلم ماعز بن مالك رجل قصیر فی ازاره ما علیه رداء قال ورسول الله متکئی علی وسادة علی یساره فکلمه وما ادری مایکلمه وانا بعید منه بینی بینه قوم فقال اذهبوا به ثم قال ردوه فکلمه وانا اسمع فقال اذهبوا به فارجموه ثم قام رسول الله صلی الله علیه و سلم خطیبنا وانا اسمعه قال فقال اکلما نفرنا فی سبیل الله خلف احدهم له نبیب کنبیب التیس یمنح احداهن الکثبة من اللبن والله لا اقدر علی احدهم الا نکلت به.

(مسند احمد بن حنبل، ج-۵، ص:۸۷)

q:''سماک بن حرب سے روایت ہے کہ انہوں نے جابر بن سمرۃ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی e کے پاس ماعز کو لایا گیا جو کہ پستہ قد تھے اور تہہ بند لپٹے ہوئے تھے، چادر نہیں تھی۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ e بائیں ہاتھ پر ایک تکیہ سے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ ماعز نے حضور e نے کچھ بات کی، مجھے معلوم نہیں کیا بات فرما رہے ہیں، میں دور تھا، میرے اور ان کے درمیان لوگ تھے، آپ

e نے فرمایا کہ اسے لے جاؤ، پھر فرمایا کہ واپس لے آؤ۔ آپ e نے بات کی اور میں سن رہا تھا۔ آپ e نے فرمایا کہ اسے لے جا کر سنگسار کرو۔ پھر رسول اللہ e خطبہ فرمانے لگے اور میں سن رہا تھا، آپ e نے فرمایا کہ جب ہم اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک پیچھے رہ جاتا ہے، جس کی آواز مینڈے کی آواز کی طرح ہوئی ہے، خدا کی قسم اگر میں ان میں سے کسی پر قابو پالوں تو ایسی سزا دوں جو عبرت رہے۔''

T حدیث سلمہ بن المحبق t

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا وکیع قال ثنا الفضل بن دلهم عن الحسن عن قبیصة بن خزیمة عن سلمة بن المحبق قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خذوا عنی خذوا عنی قد جعل الله لهن سبیلا البکر بالبکر جلد مائة و نفی سنة و الثیب بالثیب جلد مائة والرجم(مسند احمد بن حنبل ج-۵، ص: ۸۷)

q:''.....قبصیہ بن حرث، سلمۃ بن المحبق سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ e نے فرمایا کہ مجھ سے لے لو، مجھ سے لے لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان (عورتوں) کے لئے راہ تجویز فرمائی (وہ یہ ہے) کہ غیر شادی شدہ، غیر شادی کے ساتھ بدکاری کرے تو اس کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ بدکاری کرے تو اس کی سزا سو کوڑے اور رجم ہے۔

U حدیث عبادۃ بن الصامت t

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا هشیم انا منصور عن الحسن عن حطان بن عبدالله الرقاشی عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خذوا عنی خذوا عنی قد جعل الله لهن سبیلا البکر بالبکر جلد مائة ونفی سنة الثیب بالثیب جلد مائة والرجم.(مسند ابن حنبل ،ج-۵، ص :۳۱۳)

q:"..... عبادۃ بن صامت t سے روایت ہے کہ رسول اللہ e نے فرمایا کہ مجھ سے لے لو، مجھ سے لے لو۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان (عورتوں) کے لئے راہ تجویز فرمائی (وہ یہ ہے) کہ غیر شادی شدہ، غیر شادی کے ساتھ بدکاری کرے تو اس کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ بدکاری کرے تو اس کی سزا سو کوڑے اور رجم ہے۔"

V حدیث عمران بن حصین t

حدثنا عبدالله حدثني ابى ثنا عبدالرزاق انا معمر عن يحيى عن ابى كثير عن ابى قلابة عن عز ابى المهلب عن عمران بن حصين ان امرأة من جهينة اعترفت عند النبى صلى الله عليه وسلم بزنا وقالت انا حبلى فدعا النبى صلى الله عليه وسلم وليها فقال احسن اليها فاذا وضعت فاخبرنى ففعل فامربها النبى صلى الله عليه وسلم فشكت عليها ثيابها ثم امربها برجمها فرجمت ثم صلى عليها فقال عمر بن الخطاب يارسول الله رجمتها ثم تصلى عليها فقال لقد تابت توبة لو قسمت بين سبعين من اهل المدينة لوسعتهم وهل وجدت شيئا افضل من جادت نفسها لله تبارك وتعالى.

(مسند احمد بن حنبل ج-۴-۴۲۹-۴۳۰،وايضاً ج-۴، ۴۴۰-۴۳۷-)

q:"..... حضرت عمران بن حصین t سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلے کی ایک عورت نے نبی اکرم e کے پاس زنا کا اعتراف کیا اور کہا کہ میں حاملہ ہوں۔ نبی e نے اس عورت کے والی کو بلایا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ پس جب یہ بچہ جنے تو مجھے اطلاع دو۔ اس نے اطلاع دے دی، اس کے کپڑے جمع کئے گئے (تاکہ ستر عورت نہ کھلے،) پھر آپ e نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ پس وہ سنگسار کر دی گئی، پھر آپ e نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ عمر بن الخطاب t نے کہا

کہ آپ e نے اسے رجم کیا اور پھر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ آپ e نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی، اگر اہل مدینہ کے ستر (شخصوں) پر اس کو تقسیم کیا جائے تو ان کو کافی ہو۔ اس سے زیادہ افضل کیا چیز ہو سکتی ہے کہ اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے (یعنی امتثال امر الٰہی میں) اپنی جان کی قربانی دی۔"

W حدیث خالد بن اللجلاج t

حدثنا أبو سعيد، مولى بني هاشم، قال: حدثنا محمد بن عبد الله بن علاثة، قال: حدثنا عبد العزيز بن عمر بن عبد العزيز، قال: حدثنا خالد بن اللجلاج، أن أباه حدثه، قال: بينما نحن في السوق، إذ مرت امرأة تحمل صبيا فثار الناس، وثرت معهم، فانتهيت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يقول لها:من أبو هذا؟ فسكتت، فقال: من أبو هذا؟ فسكتت، فقال شاب بحذائها: يا رسول الله، إنها حديثة السن، حديثة عهد بخزية، وإنها لن تخبرك، وأنا أبوه يا رسول الله، فالتفت إلى من عنده كأنه يسألهم عنه، فقالوا: ما علمنا إلا خيرا - أو نحو ذلك - فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم:»أحصنت؟« قال: نعم، فأمر برجمه، فذهبنا فحفرنا له حتى أمكنا، ورميناه بالحجارة حتى هدأ، ثم رجعنا إلى مجالسنا، فبينما نحن كذلك، إذ أنا بشيخ يسأل عن الفتى، فقمنا إليه فأخذنا بتلابيبه، فجئنا به إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقلنا: يا رسول الله إن هذا جاء يسأل عن الخبيث، فقال: »مه، لهو أطيب عند الله ريحا من المسك« قال: فذهبنا فأعناه على غسله، وحنوطه وتكفينه وحفرنا له ولا أدري أذكر الصلاة أم لا(مسند احمد بن حنبل ج-۳، ص: ۴۷۶)

q:''.....خالد بن لجلاج روایت کرتے ہیں کہ ان کو اپنے والد نے یہ حدیث بیان کی کہ ہم بازار میں تھے کہ ایک عورت بچہ اٹھائے ہوئے گزری، لوگوں نے شور کیا، اور اس عورت نے بھی شور کیا۔ میں رسول اللہ e کے پاس پہنچا تو آپ e اس سے فرما رہے تھے: اس (بچے) کا باپ کون ہے؟ وہ عورت خاموش رہی۔ اس کے قریب کھڑے ہوئے ایک نوجوان نے کہا کہ اے رسول اللہ! یہ نوعمر ہے، اور اس نے آپ کو اطلاع نہیں دی، میں اس کا باپ ہوں۔ آپ e نے موجود لوگوں کی طرف دیکھا، گویا آپ e ان سے اس شخص کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کے متعلق سوائے بھلائی کے اور کچھ معلوم نہیں۔ رسول اللہ e نے اس سے پوچھا کہ کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں، آپ e نے اس کے رجم کا حکم دے دیا۔ پس ہم گئے اور اس کے لئے ایک گڑھا کھودا، ہم نے اس کو اس وقت تک پتھر مارے کہ جان دے دی، ہم اپنی جگہوں کی طرف واپس لوٹے، ہم بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک بوڑھا شخص آیا، جو اس نوجوان کے بارے میں پوچھ رہا تھا، ہم اس کو کپڑوں سے پکڑ کر رسول اللہ e کے پاس لے گئے۔ ہم نے کہا: یہ شخص آیا اور اس خبیث کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ نبی e نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک سے زیادہ خوشبودار ہے، پس ہم نے جا کر اس کے غسل و تکفین میں اس کی مدد کی اور اس کے لئے قبر کھودی۔ مجھے معلوم نہیں کہ نماز کا ذکر کیا یا نہیں۔''

X حدیث نصر بن دهر رضی الله عنه

عن أبي الهيثم بن نصر بن دهر الأسلمي، عن أبيه، قال: أتى ماعز بن خالد بن مالك - رجل منا - رسول الله صلى الله عليه وسلم، فاستودى على نفسه بالزنا، "فأمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم برجمه " فخرجنا إلى حرة بني نيار، فرجمناه فلما وجد مس الحجارة جزع جزعا شديدا، فلما فرغنا منه، ورجعنا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ذكرنا له جزعه فقال: " هلا تركتموه ".

(مسند احمد بن حنبل ج-۳، ص ۴۳۱)

q:''.....نصر میں دہر الاسلمی روایت کرتے ہیں کہ ماعز بن خالد بن مالک جو ہم ہی میں سے ایک آدمی تھے، رسول اللہ e کے پاس آئے اور اپنے اوپر زنا کی شہادت دی۔ پس ہمیں رسول اللہ e نے اس کے رجم کا حکم دیا۔ پس ہم نے اس کو حرۂ بنی نیاز کے طرف نکال کر لے گئے، اور سنگسار کر دیا، جب اس نے پتھروں کی تکلیف کو محسوس کی تو بہت زیادہ فریاد کرنے لگے، جب ہم اس سے فارغ ہوئے اور رسول اللہ e کے پاس آئے۔ تو ہم نے آپ e سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ e نے فرمایا کہ آپ نے اس کو چھوڑا کیوں نہیں۔

Y حدیث النعمان بن بشير رضی الله عنه

حدثنا عبدالله حدثني ابي ثنا يزيد انا سعيد ابن ابي عروبة وابوالعلاء من حبيب بن سالم قال رفع الى النعمان بن بشير رجل احلت له امرأته جاريتها فقال لاقضين فيها بقضية رسول الله صلى الله عليه وسلم لئن كانت احلتها له لاجلدنه مائةجلدة و ان لم تكن احلتها له لارجمنه قال فوجدها قد احلتها له فجلده مائة.

(مسند احمد بن حنبل ج-۴، ص ۲۷۲)

q:''.....حبیب بن سالم روایت کرتے ہیں کہ نعمان بن بشیر کے پاس مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کے لئے اس کی بیوی نے اپنی لونڈی کو جائز قرار دیا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں ضرور رسول اللہ e کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ اگر اس عورت نے اس آدمی کے لئے جائز بنا دیا ہو تو میں اس کو سو کوڑے ماروں گا اور اگر جائز نہ قرار دیا ہو تو اس کو سنگسار کروں گا، پس معلوم ہوا کہ اس عورت نے اس کے لئے اسے جائز بنا دیا تھا۔''

Z حدیث نعیم بن هزال رضی الله عنه

حدثنا وكيع، حدثنا هشام بن سعد، أخبرني يزيد بن نعيم بن هزال، عن أبيه، قال: كان ماعز بن مالك في حجر أبي، فأصاب جارية من الحي، فقال له أبي: ائت رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبره بما صنعت، لعله يستغفر لك. وإنما يريد بذلك رجاء أن يكون له مخرج، فأتاه فقال: يا رسول الله، إني زنيت، فأقم علي كتاب الله. فأعرض عنه، فعاد، فقال: يا رسول الله، إني زنيت، فأقم علي كتاب الله. فأعرض عنه ، ثم أتاه الثالثة، فقال: يا رسول الله، إني زنيت، فأقم علي كتاب الله. ثم أتاه الرابعة، فقال: يا رسول الله، إني زنيت، فأقم علي كتاب الله. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"إنك قد قلتها أربع مرات، فبمن؟" قال: بفلانة. قال:"هل ضاجعتها؟"قال: نعم. قال: " هل باشرتها؟ " قال: نعم. قال:"هل جامعتها؟ " قال: نعم. قال: فأمر به أن يرجم، قال: فأخرج به إلى الحرة، فلما رجم، فوجد مس الحجارة، جزع، فخرج يشتد، فلقيه عبد الله بن أنيس، وقد أعجز أصحابه، فنزع له بوظيف بعير، فرماه به، فقتله، قال: ثم أتى النبي صلى الله عليه وسلم، فذكر ذلك له، فقال: "هلا تركتموه لعله يتوب، فيتوب الله عليه " قال هشام: فحدثني يزيد بن نعيم بن هزال، عن أبيه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لأبي حين رآه: "والله يا هزال، لو كنت سترته بثوبك، كان خيرا مما صنعت به "

(مسند ابن حنبل ج-۵،ص۲۱۷،۲۱۷)

q:’’ ..... یزید بن نعیم اپنے والد نعیم بن ہزال سے روایت کرتے ہیں کہ ماعز بن مالک

میرے والد صاحب کے زیر پرورش تھا۔ اس نے قبیلے کی ایک عورت کے ساتھ بدکاری کی، تو اس کو میرے والد نے کہا کہ رسول اللہ e کے پاس جا اور جو کچھ تم نے کیا اس کی اطلاع دو۔ شاید تمہارے لئے مغفرت کی دعا کریں اور ان کا اس سے مقصد یہ تھا کہ شاید اس کے لئے کوئی راستہ نکل آئے۔ پس وہ حضور e کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ e میں نے بدکاری کی ہے، میرے اوپر اللہ کی حد کو جاری فرما دیجئے، آپ e نے اس سے اعراض کیا، وہ شخص دوسری بار پھر آیا اور کہا کہ اے رسول اللہ e میں نے زنا کیا ہے، اور مجھ پر اللہ کی کتاب (حد) قائم فرما دیجئے، پھر تیسری دفعہ آیا اور کہا کہ اے رسول اللہ e میں نے بدکاری کی ہے مجھ پر اللہ کی کتاب (حد) قائم فرما دیجئے، پھر چوتھی مرتبہ آیا کہ یا رسول اللہ e میں نے زنا کیا ہے مجھ پر اللہ تعالیٰ کی حد قائم کیجئے۔ رسول اللہ e نے فرمایا: تم نے چار دفعہ کہا۔ تو تم اس کے ساتھ لیٹ گئے تھے؟ کہا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ کیا تم نے اس کے ساتھ مباشرت کی؟ کہا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ کیا تم نے اس کے ساتھ مجامعت کی۔ کہا کہ ہاں۔ آپ e نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس کو حرہ کی طرف نکال لے جایا گیا، جب وہ سنگسار کئے جانے لگے، جب پتھر لگے، تو فریاد کی، بھاگنے لگے، عبداللہ بن انیس سے ملے در آنحالیکہ اس کے ساتھی عاجز آ گئے تھے، تو اس نے اونٹ کی (پنڈلی کی) ہڈی نکال کر اس سے مار کر قتل کیا۔ پھر نبی e کے پاس آ کر اس کا ذکر کیا۔ آپ e نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے اس کو چھوڑا کیوں نہیں، شاید وہ توبہ کر لیتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا۔ یزید بن نعیم اپنے باپ (نعیم) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ e نے اس کو دیکھا تو میرے باپ سے فرمایا کہ خدا کی قسم کہ اگر تم اس پر ایسا کپڑا ڈال دیتے یعنی پردہ پوشی کر دیتے تو تمہارے لئے یہ بات بہت اچھی ہوتی بہ نسبت اس کے جو تم نے کیا۔‘‘

8 حديث ابوامامة بن سهل بن حنيف رضى الله عنه

وعن أبي أمامة بن سهل بن حنيف أن عثمان بن عفان رضي الله عنه أشرف يوم الدار فقال: أنشدكم بالله أتعلمون أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " لا يحل دم امرئ مسلم إلا

بإحدى ثلاث: زنى بعد إحصان أو كفر بعد إسلام أو قتل نفس بغير حق فقتل به "؟ فو الله ما زنيت في جاهلية ولا إسلام ولا ارتددت منذ بايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا قتلت النفس التي حرم الله فبم تقتلونني؟ (مشكوة ص ۳۱۰)

q: ''ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ عثمان بن عفان ''یوم دار'' (یعنی جس دن کہ آپ کو گھر میں محصور کیا گیا تھا) نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ e نے فرمایا تھا کہ کسی مسلمان شخص کا خون سوائے تین باتوں کی وجہ سے جائز نہیں، شادی کے بعد زنا کی وجہ سے، یا اسلام کے بعد کفر اختیار کرنے کی وجہ سے یا بغیر حق کے کسی کو مار ڈالنے کی وجہ سے، تو اس کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ پس خدا کی قسم میں نے جاہلیت میں زنا کیا ہے اور نہ (دور) اسلام میں، اور نہ میں مرتد ہو چکا ہوں اور نہ میں نے کسی ایسی جان کو مار ڈالا ہے، جس کا مار ڈالنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو، تو پھر آپ لوگ مجھے کس وجہ سے قتل کر رہے ہیں؟

g حديث وائل بن حجر رضى الله عنه

ان امراة خرجت على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم تريد الصلاة فتلقاها رجل فتجللها فقضى منها فصاحت فانطلق ومرت بعصابة من المهاجرين فقالت ان ذلك الرجل فعل بى كذا وكذا فانطلقوا واخذ الرجل الذى ظنت انه وقع عليها فاتوها فقالت نعم هو هذا فأتوا به النبى صلى الله عليه وسلم فلما امر به ليرجم قام صاحبها الذى وقع عليها فقال يارسول الله انا صاحبها فقال لها اذهبى فقد غفرالله لك وقال للرجل قولا حسنا وقال للرجل الذى وقع عليها ارجموه وقال لقد تاب الله توبة لو تابها اهل المدينة لقبل منهم لترمذى وابى داؤد.

(جمع الفوائد ج-۱ ص ۷۵۲)

q: ''ایک عورت رسول اللہ e کے عہد میں نماز کے ارادے سے نکلی، تو اس کی ملاقات ایک آدمی سے ہوئی اور اس نے اس عورت کو گھیر کر اس سے اپنی خواہش پوری کی، وہ چلائی تو آدمی چلا گیا، وہ عورت مہاجرین کی ایک جماعت پر گزری اور کہا کہ اس آدمی نے میرے ساتھ ایسا ایسا کام کیا، لوگوں نے جا کر اس آدمی کو پکڑ لیا جس کے بارے میں اس کا گمان تھا کہ اس نے وہ کام کیا ہے، جب وہ اس کو پکڑ کر لے آئے تو اس عورت نے کہا کہ یہی آدمی ہے، اس آدمی کو رسول اللہ e کے پاس لایا گیا اور آپ e نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم کیا، تو وہ شخص کہ جس نے اس کے ساتھ بدکاری کی تھی، اٹھ کر کھڑا ہوا اور کہا کہ یارسول اللہ e میں نے بدکاری کی تھی۔ آپ e نے اس عورت سے کہا کہ جا اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا اور اس آدمی کو اچھی اچھی باتیں کی اور اس شخص کے متعلق کہ جس نے اس عورت کے ساتھ بدکاری کی تھی فرمایا کہ اس کو سنگسار کر دو اور فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر اہل مدینہ اس جیسی توبہ کرتے تو قبول ہو جاتی۔''

: (۱) حديث زيد بن خالد رضى الله عنه

: (۲) حديث شبل رضى الله عنه

أخبرنا محمد بن يوسف، حدثنا سفيان بن عيينة، عن الزهري، عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، عن أبي هريرة، وزيد بن خالد، وشبل، قالوا: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: أنشدك الله إلا قضيت بيننا بكتاب الله فقال: خصمه وكان أفقه منه صدق اقض بيننا بكتاب الله، وأذن لي يا رسول الله أن أتكلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:قل. فقال: إن ابني كان عسيفا على أهل هذا، فزنى بامرأته، فافتديت منه بمائة شاة وخادم، وإني سألت رجالا من أهل العلم، فأخبروني أن

على ابني جلد مائة وتغريب عام وأن على امرأة هذا الرجم، فقال: والذي نفسي بيده لأقضين بينكما بكتاب الله المائة شاة والخادم رد عليك وعلى ابنك جلد مائة وتغريب عام. ويا أنيس اغد على امرأة هذا فسلها، فإن اعترفت فارجمها، فاعترفت، فرجمها ".

(دارمی، ص ۳۰۲ کتاب الحدود وایضاً مسند ابن حنبل ج-۴ ص ۱۱۶-۱۱۵)

q: ''عبداللہ بن عتبہ، حضرت ابوہریرۃ، زید بن خالد اور شبل t سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ e کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب کے موافق فیصلہ کریں گے، اس کے خصم نے کہا اور وہ ان سے زیادہ سمجھدار تھا، اس نے سچ کہا ہمارے درمیان کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ فرما دیجئے اور اے رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں بولوں، رسول اللہ e نے فرمایا کہ کہو، تو اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس آدمی کا مزدور تھا، اس نے اس آدمی کی بیوی سے زنا کیا، تو میں نے اس کے بدلے فدیہ کے طور پر بکریاں اور ایک خادم لے کر آیا اور میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اس شخص کی بیوی کی سزا رجم ہے، پس حضور e نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں آپ دونوں کے درمیان کتاب اللہ کے موافق ہی فیصلہ کروں گا۔ سو بکریاں اور خادم تمہیں واپس ہیں۔ تمہارے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، اور اے انیس اس شخص کی بیوی کے پاس جا اور پوچھ اگر اس عورت نے اعتراف کیا تو تم نے سنگسار کرو۔ تو اس عورت نے اقرار کیا اور اس لئے اس کو سنگسار کیا۔

> حديث زيد بن ثابت رضى الله عنه

اخبرنا محمد بن يزيد الرفاعى ثنا العقدى ثنا شعبة عن قتادة عن يونس بن جبير يحدث عن كثير بن الصلت عن زيد بن

ثابت قال اشهد لسمعت رسول الله صلى الله علية وسلم يقول الشيخ والشيخة اذا زينا فارجمعوها البتة.

(دارمی، ص ۳۰۳، کتاب الحدود)

q: ''..... زید بن ثابت سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ e کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بوڑھا آدمی اور بوڑھی عورت جب بدکاری کریں تو ان ہر دو کو رجم کردو۔''

= حديث سهل بن سعد رضى الله عنه

عن سهل بن سعد قال شهدت ماعزا حين امر رسول الله صلى الله عليه وسلم برجمه فغدا فاتبعه الناس يرجمونه حتى لقيه عمر بالجبانة فضربه بلحيى بعير فقتله.

q: ''سہل بن سعد سے روایت ہے کہ میں اس وقت موجود تھا کہ جس وقت رسول اللہ e نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا تھا پس وہ ماعز دوڑا اور لوگ اس کے پیچھے ہو لئے اور رجم کرنے لگے، یہاں تک کہ عمر بن الخطاب سے جبانہ کے مقام پر ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی سے مارا اور قتل کیا۔''

a حديث انس بن مالك رضى الله عنه

عن انس بن مالك قال جاءت امرأة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله ان فى بطن حدثا فاقم على الحد فقال انا لا نقتل مافى بطنک فانطلقت فلما وضعت جاءت فقالت قد وضعت فقال اذهبى فارضعيه‌حتى تفطميه فلما فطمته جاءت فقالت قد فطمته يارسول الله قال انطلقى فاكفليه فانطلقت فجاءت هى واختها غشيان فعجب رسول الله صلى

الله عليه وسلم بصبرها ثم قال النبى صلى الله عليه وسلم لرجل انطلق فاذا وضعت فى حفرتها فقم بين يديها حتى تكون نصب عينيها فأسر اليها وأمر رجلا فقال انطلق الى حجر عظيم فائتها من خلفها فارمها فاشدخها. (مجمع الزوائد ص ۲۶۸)

q:''انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ e کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ اے رسول اللہ میرے پیٹ میں بچہ ہے اور مجھ پر حد قائم کیجئے، آپ e نے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے پیٹ میں ہے ہم اس کو قتل نہیں کرتے، پس وہ عورت چلی گئی، جب بچہ پیدا ہوتو پھر آئی اور کہا کہ بچہ ہوا۔ آپ e نے فرمایا کہ جا اس کو دودھ پلاتی رہو، یہاں کہ دودھ چھڑا دو۔ جب اس نے اس کا دودھ چھڑایا تو آکر کہا کہ اے رسول اللہ e میں نے اس کا دودھ چھڑالیا، آپ e نے کہا کہ جا، اس بچے کی کفالت کا انتظام کر۔ پس وہ چلی گئی پھر وہ اور اس کی بہن آئیں۔ رسول اللہ e ان کے صبر سے متعجب ہوئے۔ پھر آپ e نے ایک آدمی سے کہا کہ جا اور جب تم اس کو گڑھے میں رکھ دو تو اس کے سامنے کھڑے ہو اور ایک آدمی کو حکم دیا کہ جا ایک بڑا پتھر لے آؤ، اور اس عورت کے پشت کی طرف سے آؤ اور اس کا سر کچل دو۔''

b حديث ابوالفيل الخزاعى رضى الله عنه

ابوالفيل الخزاعى - ذكره مطين وابن السكين وغيرها و اوردوا ما من طريق سماك بن حرب حدثنى عبدالله ابن جبير الخزاعى عن ابى الفيل عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ''لا تسبوه'' يعنى ماعز بن مالك حين رجم(الاصابة ج-۴، ص: ۱۰۰)

q:''حضرت ابوالفیل t نبی کریم e سے روایت کرتے ہیں کہ آپ e نے فرمایا: ''آپ لوگ اس کو برا بھلا نہ کہیں'' (ماعز کی طرف اشارہ ہے، جس وقت کہ رجم کیا جارہا تھا۔)''

c حديث قبيصة بن حريث رضى الله عنه

وعن قبيصة بن حريث قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خذوا عنى خذوا عنى قد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة ونفى سنة والثيب بالثيب جلد مائة والرجم

(مجمع الزوائد ج-۶ ص۲۶۴)

q:''قبیصۃ بن حریث t سے روایت ہے کہ رسول اللہ e نے فرمایا کہ ''لو مجھ سے، لو مجھ سے، بے شک اللہ تعالیٰ نے (ان عورتوں) کے واسطے راہ تجویز کرلی۔ غیر شادی شدہ غیر شادی کے ساتھ زنا کرے، اس کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اس کی حد سو کوڑے اور سنگساری ہے۔''

d حديث عجماء رضى الله عنها

وعن العجماء قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموها البتة بما قضيا من اللذة.

(مجمع الزوائد ج-۶، ص ۲۶۵)

q:''حضرت عجماء t سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ e سے سنا ہے کہ فرماتے تھے، کہ بوڑھا اور بوڑھی جب زنا کرے تو ان دونوں کو سنگسار کردو، بسبب اس کے انہوں نے لذت حاصل کی۔''

e حديث عبدالله بن الحرث بن جزء رضى الله عنه

وعن عبدالله بن الحرث بن جزء ان اليهود اتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم بيهودى ويهودية قد زنيا وقد احصنا فامر رسول الله صلى الله عليه وسلم فرجما قال عبدالله بن الحرث فكنت فيمن رجمهما(مجمع الزوائد ج-۶ ص ۲۷۱)

q:''عبداللہ بن حرث بن جزء سے روایت ہے کہ یہودی رسول اللہ e کے پاس ایک یہودی

مرد اور ایک یہودی عورت کو لے آئے جنہوں نے زنا کیا تھا اور شادی شدہ تھے۔ رسول اللہ e نے حکم دیا اور وہ دونوں سنگسار کر دیئے گئے۔ عبداللہ بن الحرث t فرماتے ہیں کہ میں بھی سنگسار کرنے والوں میں تھا۔''

حدیث حضرت عمر t

f واخبرنا ابوالحسين بن بشران انبأنا ابوجعفر لرزاز ثنا على بن ابراهيم الواسطى ثنا مزيد بن هارون انبأنا داؤد بن ابى هند عن سعيد بن المسيب قال قال عمر رضى الله عنه رجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجم ابوبكر ورجمت لولا انى اكره ان ازيد فى كتاب الله لكتبته فى المصحف فانى اخاف ان يأتى اقوام فلايجدونه فلايؤمنون به(السنن للبيهقى الكبرى،ص۳۱۳كتاب الحدود)

q:''حضرت عمر t نے فرمایا کہ رسول اللہ e نے رجم کیا اور ابوبکر نے بھی رجم کیا اور میں نے بھی رجم کیا اور اگر میں اس بات کو ناپسند نہ کرتا کہ میں اللہ کی کتاب میں زیادتی کروں، تو میں اس کو مصحف میں لکھ دیتا۔ مجھے ڈر ہے کہ ایسی قومیں پیدا ہو جائیں گی کہ اس کو (رجم کو) قرآن میں نہیں پائیں گی تو اس کو نہیں مانیں گی۔''

g حديث ابوواقد الليثى رضى الله عنه

اخبرنا ابوالحسن على بن احمد بن عبدان انبأنا احمد بن عبيد ثنا احمد بن ابراهيم بن ملحان انبأنا يحيى بن بكبير حدثنى الليث عن عقيل عن ابن شهاب عن عبيدالله بن عبدالله بن عقبة بن مسعود ان ابا واقد الليثى وكان من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم اخبره انه بينا هو عند عمر بن الخطاب رضى الله عنه بالجابية جاءه رجل فقال يا اميرالمومنين ان امرأتى زنت بعبدى

معترفة بذلك قال ابوواقد فدعانى عمر بن الخطاب رضى الله عنه عاشر عشرة رهط فارسلنا الى امرأته وامرنا ان نسألها عما قال فجئناها فاذا هى جارية حديثة السن فقلت حين رأيتها تكفتها عما شئت اليوم ثم كلمتها فقلت ان زوجك اتى امير المؤمنين فاخبره انك زنيت بعبده فارسلنا اليك لتشهد على ما تقولين قالت صدق فامرنا عمر رضى الله عنه فرجمناها بالحجارة.

(السنن الكبرى- للبيهقى ج-۸، ص ۲۱۵ كتاب الحدود)

q:''عتبہ بن مسعود ابوواقد اللیثی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوواقد لیثی جو نبی کریم e کے صحابہ میں سے ہیں، نے بتایا کہ میں جابیہ کے مقام پر عمر بن الخطاب کے پاس تھا کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین میری بیوی نے میرے غلام کے ساتھ زنا کیا جو اقرار کرتی ہے۔ ابوواقد کہتے ہیں: عمر بن خطاب نے مجھے دس آدمیوں کے گروہ میں بلایا اور ہم کو اس آدمی کی بیوی کے پاس بھیجا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اس عورت سے پوچھ لیں۔ ہم اس کے پاس آئے تو جب میں نے دیکھا تو وہ ایک کمسن لڑکی تھی۔ میں نے اس عورت سے بات کی اور کہا کہ تیرا شوہر امیر المؤمنین کے پاس آیا تھا اور کہا تھا کہ تم نے اس کے غلام کے ساتھ بدکاری کی ہے، تو انہوں نے ہمیں بھیجا ہے تا کہ ہم جو کچھ تم کہو اس کی گواہی دیں۔ اس عورت نے کہا کہ اس نے سچ کہا ہے، پس ہمیں حضرت عمر t نے حکم دیا اور ہم نے اس کو رجم کیا۔''

حديث ابى بن كعب رضى الله عنه

h اخبرنا ابونصر بن قتادة انبأنا ابومنصور العباس بن الفضل النضروى ثنا احمد بن نجدة ثنا سعيد بن منصور ثنا حماد بن زيد عن عاصم بن بهدلة عن زر بن حبيش قال قال لى ابى بن كعب

رضی الله عنه کأین تعداد کأین تقرا سورة الاحزاب قلت ثلاث وسبعین آیة قال اقط لقد رأیتها وانها لتعدل سورة البقرة وان فیها الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموها البتة نکالا من الله والله عزیز حکیم. (السنن الکبری للبیهقی،ص ۲۱۱ کتاب الحدود)

q:''زر بن حبیش روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابی بن کعب t نے کہا کہ سورۂ احزاب کو تم کہاں تک پڑھتے ہو میں نے کہا کہ ۷۳ آیتیں اس نے کہا کہ آیا بس؟ میں نے دیکھا کہ یہ سورۃ بقرۃ کے برابر تھی اور اس میں یہ آیت بھی تھی کہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب زنا کرے تو ان دونوں کو رجم کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے ہیں۔''

j حدیث عبدالرحمن بن عوف رضی الله عنه

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا هشیم ثنا الزهری عن عبیدالله بن عتبة بن مسعود اخبرنی عبدالله بن عباس حدثنی عبدالرحمن بن عوف ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه خطب الناس فسمعته یقول الا وان اناسا یقولون ما بال الرجم؟ فی کتاب الله الجلد وقد رجم رسول الله صلی الله علیه وسلم ورجمنا بعده ولولا ان یقول قائلون او یتکلم متکلمون ان عمر رضی الله عنه زاد فی کتاب الله مالیس منه لاثبتها کما نزلت.

(مسند احمد بن حنبل ج-۱، ص ۲۹)

q:''حضرت عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے لوگوں کو خطبہ دیا اور میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رجم نہیں ہے، کتاب اللہ میں کوڑے ہیں اور حال یہ کہ رسول اللہ e نے رجم کیا اور ہم نے بھی رجم کیا۔ اگر کہنے والے یہ نہ کہنے لگتے کہ عمر نے کتاب اللہ میں ایسی چیز کا اضافہ کیا جو اس میں نہیں ہے؟ تو وہ اس کو اسی طرح لکھ دیتا جس طرح کہ وہ نازل ہوئی

تھی۔ (آیت کی طرف اشارہ ہے، جس میں شیخ وشیخہ کے الفاظ ہیں۔ مترجم)

حدیث عمار بن یاسر رضی الله عنه

j وعن عمار بن یاسر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لایحل دم المؤمن الا فی احدی ثلاث النفس بالنفس والثیب الزانی والمرتد عن الایمان (مجمع الزواند ج-۶، ص ۲۶۳)

q:''حضرت عمار بن یاسر t سے روایت ہے کہ رسول اللہ e نے فرمایا کہ مؤمن کا خون سوائے تین باتوں کے جائز نہیں۔ خون کے بدلے خون، شادی شدہ بدکار، اور ایمان سے مرتد۔''

حدیث رجم غامدیہ w

ماقبل کی اکثر روایات حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے رجم کے بارے میں تھیں۔ عورتوں میں مشہور واقعہ حضرت غامدیہ w کے رجم کا ہے، جو ۹ھ میں وقوع پذیر ہوا تھا، ذیل میں حدیث بیان کی جاتی ہے:

حدیث بریدة رضی الله عنه

حدثنا أبو نعیم، حدثنا بشیر، حدثني عبد الله بن بریدة، عن أبیه قال: کنت جالسا عند النبي صلی الله علیه وسلم، فجاءته امرأة من غامد فقالت: یا نبي الله، إني قد زنیت، وأنا أرید أن تطهرني. فقال لها النبي صلی الله علیه وسلم: " ارجعي ". فلما أن کان من الغد أتته أیضا فاعترفت عنده بالزنا فقالت: یا رسول الله، إني قد زنیت، وأنا أرید أن تطهرني. فقال لها النبي صلی الله علیه وسلم:"ارجعي ". فلما أن کان من الغد أتته أیضا فاعترفت عنده بالزنا فقالت: یا نبي الله، طهرني فلعلك أن تردني کما

رددت ماعز بن مالك فوالله إني لحبلى. فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم:"ارجعي حتى تلدي ". فلما ولدت جاءت بالصبي تحمله فقالت: يا نبي الله، هذا قد ولدت. قال: " فاذهبي فأرضعيه حتى تفطميه ". فلما فطمته جاءت بالصبي في يده كسرة خبز قالت: يا نبي الله، هذا قد فطمته، فأمر النبي صلى الله عليه وسلم بالصبي فدفعه إلى رجل من المسلمين، وأمر بها فحفر لها حفرة فجعلت فيها إلى صدرها، ثم أمر الناس أن يرجموها، فأقبل خالد بن الوليد بحجر فرمى رأسها، فنضح الدم على وجنة خالد فسبها، فسمع النبي صلى الله عليه وسلم سبه إياها فقال: " مهلا يا خالد بن الوليد لا تسبها فوالذي نفسي بيده لقد تابت توبة لو تابها صاحب مكس لغفر له " فأمر بها فصلى عليها ودفنت.

(مسند ابن حنبل ج-۵، ص ۳۴۸)

q:''حضرت بریدہ t اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور e کے پاس بیٹھے تھے کہ غامدیہ قبیلہ کی ایک عورت آئی اور عرض کرنے لگی اے اللہ کے نبی! میں نے زنا کیا ہے، میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے پاک فرمادیں۔حضور اقدس e نے فرمایا کہ واپس چلی جا، پھر کل دوبارہ آئی اور زنا کا اقرار کیا اور کہنے لگی کہ یارسول اللہ! میں نے زنا کیا اور میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے پاک فرمادیں، نبی e نے فرمایا واپس چلی جا، دوسرے دن دوبارہ آئی اور زنا کا اقرار کیا اور کہا کہ اے اللہ کے نبی مجھے پاک فرمادیجئے، شاید آپ مجھے ماعز بن مالک کی طرح واپس لوٹا رہے ہیں، خدا کی قسم میں حاملہ ہوں۔ نبی e نے اس سے فرمایا کہ واپس چلی جا، یہاں تک کہ بچہ پیدا ہوجائے، جب بچہ پیدا ہوا تو بچے کو اٹھائے ہوئے آئی اور کہا کہ اے اللہ کے نبی یہ بچہ ہے؟ آپ e نے فرمایا کہ جا اور اس کو دودھ پلاتی رہ یہ، ان تک کہ اس کا دودھ چھڑاؤ۔ وہ پھر بچہ کو لے کر آئی اور اس بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور

کہنے لگی کہ یا نبی اللہ! یہ بچہ ہے، میں نے اس کا دودھ چھڑالیا ہے؟ آپ e نے وہ بچہ کسی مسلمان شخص کے حوالہ کیا اور اس عورت کے بارے میں فیصلہ فرمایا تو اس کے لئے ایک گڑھا کھودا گیا اور اس میں سینے تک چھپائی گئی اور پھر لوگوں کو اس کے رجم کرنے کا حکم دیا، خالد بن ولید t نے ایک پتھر اس کے سر پر مارا جس سے خون خالد کے رخسار پر پڑا، تو وہ اس عورت کو برا بھلا کہنے لگا۔حضور e نے حضرت خالد سے فرمایا کہ باز آ، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر چونگی والا بھی کبھی ویسی توبہ کرتا تو اس کی بھی بخشش ہوجاتی، پھر آپ e نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور وہ دفن کی گئی۔''

حدیث رجم جہینیہ r

عورتوں میں دوسرا واقعہ حضرت جہینیہ کا ہے، جسے حضرت عمران بن حصین اور جابر بن عبداللہ نے روایت کیا ہے، (ان کی روایات، صحیح مسلم، کتاب الحدود ج-۲، ص۔ ۶۸، سنن ابی داؤد ج-۶، ص۔ ۲۵۳، مسند ابن حنبل، ج-۴، ص۔ ۴۳۰، ۴۳۹، دار قطنی، ص۔ ۳۳۱، مصنف عبدالرزاق، ج-۷، ص۔ ۳۲۵ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔)

یہاں ایک حدیث نقل کی جاتی ہے:

حدیث عمران بن حصین t

حدثنا عبد الرزاق، أخبرنا معمر، عن يحيى بن أبي كثير، عن أبي قلابة، عن أبي المهلب، عن عمران بن حصين، أن امرأة من جهينة اعترفت عند النبي صلى الله عليه وسلم بزنا وقالت: أنا حبلى، فدعا النبي صلى الله عليه وسلم وليها فقال: " أحسن إليها، فإذا وضعت فأخبرني ". ففعل، فأمر بها النبي صلى الله عليه وسلم، فشكت عليها ثيابها، ثم أمر برجمها، فرجمت، ثم

صلى عليها. فقال عمر بن الخطاب: يا رسول الله رجمتها، ثم تصلي عليها؟ فقال: " لقد تابت توبة لو قسمت بين سبعين من أهل المدينة لوسعتهم، وهل وجدت شيئا أفضل من أن جادت بنفسها لله؟ ". (مسند احمد بن حنبل ج-۴، ص ۴۲۹-۴۳۰)

ترجمہ:''.....عمران بن حصین t روایت کرتے ہیں کہ قبیلۂ جہینہ کی ایک عورت نبی اکرم e کے پاس زنا کا اعتراف کیا اور کہا کہ میں حاملہ ہوں۔ نبی اکرم e نے اس کے والی کو بلایا اور کہا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہ، جب وضع حمل ہو تو اطلاع دے دینا، اس نے ایسا ہی کیا، نبی کریم e نے اس کے رجم کا حکم دیا، تو وہ رجم کی گئی۔ پھر آپ e نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، حضرت عمر بن خطاب t نے فرمایا کہ رسول اللہ آپ نے اسے سنگسار کیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں؟ آپ e نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر اہل مدینہ کے ستر آدمیوں پر منقسم ہو تو ان تمام کو کافی ہو جائے، اس سے افضل کیا چیز ہو سکتی ہے کہ اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے اپنی جان کو قربان کیا۔''

حدیث رجم عسیف

نبی انور e کے زمانے میں رجم کے جو واقعات پیش آئے ہیں، ان میں عسیف کا واقعہ بھی مشہور ہے؟ اس کی ایک لحاظ سے اہمیت اور بڑھ جاتی ہے کہ حضور e مرافعہ کے وقت یہ الفاظ بھی فرمائے تھے: ''والذی نفسی بیدہ لاقضین بینکما بکتاب اللہ''

اخبرنا محمد بن يوسف ثنا ابن عينية عن الزهرى عن عبيدالله بن عبدالله ابن عتبة عن ابى هريرة وزيد بن خالد وشبل قالو جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انشدك الله الا قضيت بيننا بكتاب الله فقال خصمه وكان افقه منه صدق اقض بيننا بكتاب الله وأذن لى يارسول الله ان اتكلم فقال

رسول الله قل فقال ان ابنى كان عسيفا على اهل هذا فزنى بأمرأته فافتديت منه بمائة شاة وخادم وانى سألت رجالا من اهل العلم فاخبرونى ان على ابنى جلد مائة وتغريب عام وان على امرأة هذا الرجم، فقال: والذي نفسي بيده لأقضين بينكما بكتاب الله المائة شاة والخادم رد عليك وعلى ابنك جلد مائة وتغريب عام. ويا أنيس اغد على امرأة هذا فسلها، فإن اعترفت فارجمها، فاعترفت، فرجمها ".

(سنن دارمی، ص۳۰۲)

q:''.....عبداللہ بن عتبہ، حضرات ابوہریرۃ، خالد اور شبل y سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ e کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ آپ ضرور ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ دوسرا آدمی اس سے زیادہ سمجھدار تھا، اس نے کہا کہ سچ ہے، ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمادیں اور مجھے بولنے کی اجازت دیں کہ بات کردوں آپ e نے فرمایا کہ کہو، تو وہ آدمی کہنے لگا کہ میرا بیٹا اس آدمی کے ہاں مزدور تھا، اس نے اس آدمی کی عورت کے ساتھ بدکاری کی، تو میں نے سو بکریاں اور ایک خادم بطور فدیہ پیش کیا، اہل علم سے میں نے پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ تمہارے بیٹے کے لئے سو کوڑے اور ایک سال کے لئے جلاوطنی ہے اور اس شخص کی بیوی کو رجم کی سزا ہوگی، پس آپ e نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں آپ دونوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ سو بکریاں اور غلام تو تم کو واپس ہے، تمہارے بیٹے کو سو درے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہوگی اور اے انیس اس شخص کی بیوی کے پاس جا اور اس سے پوچھ لو، اگر اس نے اعتراف کیا تو رجم کردو۔ اس عورت نے اعتراف کیا اور اسے رجم کیا گیا۔''

رجم یہودیان

رجم کا سب سے پہلا واقعہ، مدینہ میں یہود کے سلسلے میں پیش آیا، احادیث کی امہات کتب میں تفصیلاً واجمالاً اس کا تذکرہ ہے، اس کا مفصلاً بیان اس قلیل وقت میں مشکل ہے، تاہم اجمالی طور پر یہودیوں کے رجم کے متعلق چند احادیث کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

	راوی کا نام	کتب احادیث کے نام وصفحہ
B	حضرت ابن عمر t	صحیح بخاری، ج:۲
		مصنف عبدالرزاق،ص:۳۱۸، ج:۷
C	حضرت ابوہریرۃ t	ابوداؤد،ص:۲۵۶، ج:۱
		مصنف عبدالرزاق،ص:۳۱۶، ج-۷
D	حدیث جابر بن عبداللہ t	صحیح مسلم کتاب الحدود، ج:۱
		ابوداؤد،ص:۲۶۵
		مصنف عبدالرزاق،ص:۳۱۹، ج:۷
E	حضرت براء بن عازب t	صحیح مسلم، ابوداؤد،ص:۲۶۹
F	حضرت ابن عباس t	مستدرک،ص:۳۶۵، ج-۴
G	حضرت جابر بن سمرۃ t	ترمذی،ص:۱۷۳، ج-۱
H	احادیث جابر بن عبداللہ t	مسند الحمیدی،ص:۵۴۱-۵۴۲، ج-۲
I	حضرت جابر بن عبداللہ t	(المطالب العالیہ لابن حجر،ص:۳۲۶-۳۲۸، ج-۳

حدیث ابی ہریرۃ t:

عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي رَجُلٌ، مِنْ مُزَيْنَةَ، وَنَحْنُ عِنْدَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَوَّلُ مَرْجُومٍ رَجَمَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَهُودِ زَنَى، رَجُلٌ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٌ، فَتَشَاوَرَ عُلَمَاؤُهُمْ قَبْلَ أَنْ يَرْفَعُوا أَمْرَهُمَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: إِنَّ هَذَا النَّبِيَّ بُعِثَ بِتَخْفِيفٍ، وَقَدْ عَلِمْنَا أَنَّ الرَّجْمَ فُرِضَ فِي التَّوْرَاةِ، فَانْطَلِقُوا بِنَا نَسْأَلُ هَذَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ أَمْرِ صَاحِبَيْنَا اللَّذَيْنِ زَنَيَا بَعْدَمَا أَحْصَنَا، فَإِنْ أَفْتَانَا بِفُتْيَا دُونَ الرَّجْمِ قَبِلْنَا وَأَخَذْنَا بِتَخْفِيفٍ، وَاحْتَجَجْنَا بِهَا عِنْدَ اللهِ حِينَ نَلْقَاهُ وَقُلْنَا: قَبِلْنَا فُتْيَا نَبِيٍّ مِنْ أَنْبِيَائِكَ، وَإِنْ أَمَرَنَا بِالرَّجْمِ عَصَيْنَاهُ، فَقَدْ عَصَيْنَا اللهَ فِيمَا كَتَبَ عَلَيْنَا، أَنَّ الرَّجْمَ فِي التَّوْرَاةِ، فَأَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي أَصْحَابِهِ فَقَالُوا: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا بَعْدَمَا أَحْصَنَا؟ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيْهِمَا شَيْئًا، وَقَامَ مَعَهُ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى أَتَوْا بَيْتَ مِدْرَاسِ الْيَهُودِ وَهُمْ يَتَدَارَسُونَ التَّوْرَاةَ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ، أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أَحْصَنَ؟ قَالُوا: يُحَمَّمُ وَيُجَبَّهُ. قَالُوا: وَالتَّحْمِيمُ: أَنْ يُحْمَلَ الزَّانِيَانِ عَلَى حِمَارٍ وَيُقَابَلَ أَقْفِيَتُهُمَا وَيُطَافَ بِهِمَا. قَالَ: وَسَكَتَ حَبْرُهُمْ وَهُوَ فَتًى شَابٌّ، فَلَمَّا رَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّظَ فَقَالَ حَبْرُهُمْ: اللَّهُمَّ إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّا نَجِدُ فِي التَّوْرَاةِ الرَّجْمَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا أَوَّلُ مَا ارْتَخَصْتُمْ أَمْرَ اللهِ؟ قَالُوا: زَنَى رَجُلٌ مِنَّا ذُو قَرَابَةٍ، مِنْ مَلِكٍ مِنْ مُلُوكِنَا فَسَجَنَهُ، وَأَخَّرَ عَنْهُ الرَّجْمَ، ثُمَّ زَنَى بَعْدَهُ آخَرُ فِي أُسْرَةٍ مِنَ النَّاسِ، فَأَرَادَ الْمَلِكُ رَجْمَهُ فَحَالَ قَوْمُهُ - أَوْ قَالَ: فَقَامَ قَوْمٌ دُونَهُ - فَقَالُوا: لَا وَاللهِ، لَا يُرْجَمُ صَاحِبُنَا حَتَّى تَجِيءَ بِصَاحِبِكَ، فَتَرْجُمَهُ فَأَصْطَلَحُوا هَذِهِ الْعُقُوبَةَ بَيْنَهُمْ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »فَإِنِّي أَحْكُمُ بِمَا فِي التَّوْرَاةِ«، فَأَمَرَ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَأَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: " لَقَدْ رَأَيْتُهُمَا حِينَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجْمِهِمَا، فَلَمَّا جَاءَ رَأَيْتُهُ يُجَافِي بِيَدِهِ عَنْهَا؛ لِيَقِيَهَا الْحِجَارَةَ، فَبَلَغَنَا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ أُنْزِلَتْ فِيهِ: ﴿إِنَّآ أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا﴾ وكان النبي صلى الله عليه وسلم منهم.

(مصنف عبدالرزاق،رقم:۱۳۳۳۳)

q:''عبدالرزاق معمر اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ مجھے مزنیہ (کے قبیلے) کے ایک شخص نے حضرت ابوہریرۃ سے روایت کرتے ہوئے خبر دی ہے، اور ہم ابن مسیب کے ہاں تھے، انہوں نے کہا کہ پہلا شخص جو رجم کیا گیا ہے وہ وہ ہے، جسے رسول اللہ e نے یہود میں سے رجم کیا تھا، ان میں سے ایک آدمی اور ایک عورت نے زنا کیا۔ رسول اللہ e کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرنے سے پہلے ان کے علماء نے باہمی مشورہ کیا، اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ نبی e آسانی کے ساتھ مبعوث ہو چکے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ رجم تورات میں فرض ہے پس ہم اس نبی کے پاس جاتے ہیں اور اپنے ان دو ساتھیوں کے متعلق پوچھتے ہیں جنہوں نے شادی کے بعد زنا کیا ہے، اگر وہ رجم کے علاوہ

فتوی دیں۔ تو ہم قبول کریں اور آسانی والی صورت کو اختیار کریں، اور اللہ تعالی کے حضور پیش ہوں تو یہ دلیل پیش کریں کہ ہم نے نبیوں میں سے ایک نبی کے فتوے پر عمل کیا تھا اور اگر وہ رسول اللہ e ہمیں رجم ہی کا حکم دیں تو ہم نہ مانیں۔ ہم نے اس حکم کو نہیں مانا ہے جو تورات میں ہمارے اوپر فرض کیا گیا، رجم کا حکم تورات میں موجود ہے۔ تو وہ رسول اللہ e کے پاس آئے اور آپ e اپنے اصحاب میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کہا کہ اب ابوقاسم آپ کا اس آدمی اور اس عورت کے متعلق کیا حکم ہے جو ہم میں سے شادی کے بعد زنا کریں؟ آپ e اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو کوئی جواب نہیں دیا اور آپ کے ساتھ صحابہ میں سے بھی کچھ آدمی اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ یہود کے درس گاہ میں پہنچے اور یہود آپس میں تورات کے درس و تدریس میں لگے تھے۔ حضور e دروازے کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے یہود کے گروہ! میں آپ کو اس اللہ کی قسم دلاتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات نازل فرمائی۔ آپ تورات میں اس شخص کے متعلق کیا حکم پاتے ہیں، جس نے احصان کے بعد زنا کیا ہو؟ ان یہود نے کہا کہ اس کو تحمیم کی سزا دی جاتی ہے، تحمیم یہ ہے کہ زنا کرنے والوں کو گدھے پر اس طرح سوار کیا جائے کہ ان کی گردنیں ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں اور ان کو پھرایا جائے۔ راوی کہتا ہے کہ ان کا عالم خاموش رہا اور وہ نوجوان شخص تھا، جب نبی e نے اس کو دیکھا اور اصرار فرمایا، تو ان کے عالم نے کہا کہ آپ نے قسم دلائی ہے تو بات یہ ہے کہ ہم تورات میں رجم کا حکم پاتے ہیں۔ پس رسول اللہ e نے فرمایا کہ پہلا قصہ تھا کہ تم نے اللہ کا حکم بدلا..... تو انہوں نے کہا کہ ہم میں سے ایک آدمی نے جو ہمارے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا رشتہ دار تھا، نے زنا کیا تو بادشاہ نے اس کو قید کیا اور اس سے رجم کو موخر کیا۔ پھر خاندان میں کسی اور آدمی نے زنا کیا تو بادشاہ نے اس کو رجم کرنا چاہا، تو اس آدمی کی قوم نے مزاحمت کی اور کہا کہ خدا کی قسم ہمارے ساتھی کو رجم نہیں کیا جائے گا، جب تک کہ تم اپنے ساتھی کو نہ لے آؤ اور اس کو رجم نہ کرو تو انہوں نے آپس میں اس عقوبت (سزا) پر مصالحت کی۔ تو نبی e نے فرمایا کہ میں تورات کے مطابق حکم کرتا ہوں پس نبی e نے فیصلہ فرمایا اور ان دونوں کو رجم کیا گیا۔ زہری کہتے ہیں کہ مجھے سالم نے خبر دی ہے اور انہیں ابن عمر نے فرمایا کہ میں نے ان دو کو دیکھا کہ جب نبی

e نے ان کے رجم کا حکم دیا تو وہ ہاتھ سے پتھروں سے بچنے کی کوشش کرتا ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت اسی واقعہ کے سلسلے میں نازل ہوئی (ہم نے توریت نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی اور وضوح تھا، انبیاء، جو کہ اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اس کے موافق یہود کو حکم دیا کرتے تھے) اور نبی e بھی منجملہ ان ہی میں تھے۔''

احادیث دربارۂ رجم یہودیان

حدیث ابن عمر t:

حدثنی محمد بن عثمان قال حدثنا خالد بن مخلد عن سلیمان قال حدثنی عبداللہ بن دینار عن ابن عمر قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیہودی یہودیۃ قد احدثا جمیعا فقال لہم ما تجدون فی کتابکم؟ قالوا ان احبارنا احدثوا تحمیم الوجہ و التجبیۃ قال عبداللہ بن سلام ادعہم یارسول اللہ بالتوارۃ فاتی بہا فوضع احدہم یدہ علی آیۃ الرجم وجعل یقرء ماقبلہا وما بعدہا فقال لہ ابن سلام ارفع یدك فاذا ہی آیۃ الرجم تحت یدہ وامر بہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرجما قال ابن عمر فرجما عند البلاط فرأت الیہودی احبنأ علیہا.

(بخاری باب الرجم بالبلاط ج-۲، ص ۱۰۰۷)

q: ''محمد بن عثمان خالد بن مخلد سے، وہ سلیمان سے اور وہ عبداللہ بن دینار سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ e کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت لائے گئے جنہوں نے بدکاری کی تھی۔ تو حضور e نے ان سے کہا کہ آپ لوگ اپنی کتاب میں کیا حکم پاتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے علماء نے منہ کالا کرنے اور گدھے پر الٹا بٹھانے کی سزا مقرر کی ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ یارسول اللہ ان سے تورات لانے کے لئے فرمائیں۔ پس تورات لائی گئی تو ان میں

سے ایک آدمی نے رجم کی آیت پر ہاتھ رکھا اور اس سے آگے پیچھے پڑھنے لگا۔ عبداللہ بن سلام نے اس آدمی سے کہا کہ ہاتھ اٹھا۔ (ہاتھ اٹھایا) تو اس کے نیچے رجم کی آیت تھی۔ رسول اللہ e نے ان کے رجم کا حکم دیا اور وہ دونوں رجم کئے گئے۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ ان کو بلاط کے مقام پر رجم کیا گیا۔ میں نے یہودی کو دیکھا کہ وہ عورت کو پتھروں سے بچانے کے لیے آڑ بن رہا تھا۔

رجم یہودیان: چند اہم پہلو

مذکورہ بالا احادیث میں دو یہودیوں کے رجم کا واقعہ مذکور ہوا، اب روایات کی روشنی میں اس کے وقت وقوع اور اس کے متعلق دیگر چند اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

(اول) یہودیوں کے رجم کا واقعہ ماہ ذی قعدہ ۴ھ میں پیش آیا تھا۔

B امتاع الاسماع میں مقریزی، تقی الدین احمد بن علی ۴ھ کے واقعات کے ضمن میں ص: ۱۹۴ پر لکھتے ہیں:

رجم الیہودی والیہودیۃ

ترجمہ: ''آپ e نے ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو رجم کیا۔

(امتاع الاسماع، ج-۱، ص: ۱۹۴)

C انسان العیون فی سیرۃ الامین ''المامون'' سیرت حلبیہ کے نام سے مشہور ہے اور علی میں برہان الدین حلبی کی تالیف ہے، میں یہودیوں کے رجم کے سلسلے میں مذکور ہے:

اقول: ھذا کان فی السنۃ الرابعۃ''

میں کہتا ہوں: کہ واقعہ ۴ھ میں ہوا تھا۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، ج-۲، ص: ۲۳۴)

D ''اوجز المسالك'' جو کہ مؤطا امام مالک کی مشہور اور متداول شرح ہے، میں یہودیوں کے رجم کی حدیث کی شرح کے ذیل میں مذکور ہے:

"عن عبدالله بن عمر الله انه قال جاءت اليهود من خيبر الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى ذى القعدة سنة اربع"

(اوجزالمسالک، ج-۶،ص:۲)

مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ یہودیوں کے رجم کا واقعہ ذی قعدہ ۴ھ میں ہوا تھا۔

(دوم) دوسری اہم اور وضاحت طلب بات یہودیوں کے سلسلے میں یہ ہے:

B آیا رجم کے واقعہ کے زمانے میں مدینہ منورہ میں یہودیوں کی بستیاں تھیں کہ نہیں؟

C سنگسار شدہ یہودی کہاں سے آئے تھے؟

D روایات میں بیت المدراس کا جو تذکرہ آیا ہے، یہ کہاں تھا؟

E بیت المدارس میں حضور e نے کس سے تورات میں رجم کا واقعہ دریافت کیا تھا؟

پہلی بات کے متعلق تو عرض ہے کہ رجم کا واقعہ ۴ھ میں ہوا تھا، بنوقینقاع اور بنونضیر اس وقت جلا وطن ہو چکے تھے، بنوقریظہ اب تک مدینہ منورہ میں تھے، ان کو ۵ھ میں جلاوطن کیا گیا تھا اور یہ امر یقینی ہے کہ ۵ھ تک یہود مدینہ منورہ یا مضافات میں آباد تھے۔

دوسری بات کے متعلق عرض ہے کہ وہ سنگسار شدہ یہودی خیبر سے آئے تھے۔

[](ا) مؤطا امام مالک کی شرح اوجز المسالک میں حدیث رجم یہودیان کے ضمن میں آیا ہے۔

عن عبدالله بن عمر قال جاءت اليهود من خيبر

(اوجزالمسالک، ج-۶،ص:۲)

(ب) انسان العیون فی سیرۃ الامین المأمون مذکور ہے:

وسألوه صلى الله عليه وسلم عن رجل زنى بامرأة بعد احصانه: اى كان شريفا من خيبر زنى بشريفة ومما محصنان فكرهوا رجمهما لشرفهما، فبعثوا رهطا منهم الى بنى قريظة ليسألو رسول الله صلى الله عليه وسلم

(انسان العيون فى سيرة الامين المأمون، ج-٢ ص ٢٣٧)

(ج) المطالب العالیۃ- ج:۳،ص:۳۲۶ میں مذکور ہے:

جابر بن عبدالله قال: زنى رجل من اهل الكتاب، فكتب اهل فدك الى اناس من اليهود بالمدينة ان اسالوا محمدا عن ذلك

(المطالب العالية، ج-٣ ،ص٣٢٦)

(د) مسند الحمیدی میں ہے:

حدثنا الحميدى قال: ثنا سفيان قال: ثنا مجالد بن سعيد الهمدانى عن الشعبى عن جابر بن عبدالله قال : زنىٰ رجل من اهل فدك فكتب اهل فدك الى اناس من اليهود بالمدينة ان سلوا محمدا عن ذلك

(مسند الحميدى ج-٢ ص: ٥٤١، احاديث جابر بن عبدالله الانصارى رضى الله عنه)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ سنگسار شدہ یہود خیبر سے آئے تھے، پہلے اہل خیبر نے بنوقریظہ کے پاس چند آدمیوں کو خط دے کر بھیجا تا کہ نبی کریم e کے پاس جا کر ان کے متعلق حکم معلوم کر لیں، ان کا یہ خیال تھا کہ آسانی کا حکم مل جائے گا، جیسا کہ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے، ان لوگوں کے ساتھ رجم ہونے والے یہودی بھی آئے تھے۔

اب بیت المدراس کے متعلق عرض کیا جاتا ہے:

B "بیت المدراس" کا لفظ احادیث کی کتابوں میں استعمال ہو چکا ہے:

مثلاً یہ لفظ صحیح بخاری میں "کتاب الجہاد، باب اخراج الیہود من الجزیرۃ" میں ص:۴۴۹، ج:اول پر آیا ہے۔

C اس کے علاوہ صحیح بخاری کے "کتاب الاکراہ، ج-۲، ص: ۱۰۲۷" پر اور "کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص:۱۰۹۱، ج:۲۰" پر بھی آیا ہے۔

D نیز بیت المدراس کا لفظ مسند الامام احمد بن حنبل کے ص:۴۵۱، ج:۲ پر بھی مذکور ہے۔

E نیز بیت المدراس مدینہ منورہ میں یہودیوں کے درس وتدریس کی جگہ تھی جس میں وہ خاص طور پر تورات کی تعلیم وتعلم جاری رکھے ہوئے تھے؛ جیسا کہ حسب ذیل حوالہ سے ظاہر ہوتا ہے:

اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں ہے:

''اور اس کی تشریح میں ابن اثیر اور صاحب لسان نے لکھا ہے: ھو البیت الذی یدرسون فیہ۔ (نہایۃ، لسان بذیل مادہ) یعنی مدینہ منورہ میں ان کے درس وتدریس کی جگہ تھی۔''

(اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ج-۵، ص:۲۱۶-۲۱۷، طبع اول ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۱ء)

F یہودیوں کے اس مذہبی درسگاہ کا ذکر مولانا ابوالحسن ندوی مدظلہ العالی نے بھی اپنی مشہور کتاب ''نبی رحمت e میں ص:۱۷۵ پر زیر عنوان ''مذہبی امور'' فرمایا ہے:

(نبی رحمت، ج-۱، ص:۱۷۵ بحوالہ بنو اسرائیل فی القرآن والسنۃ)

G رجم یہودیان کے متعلق گزشتہ صفحات میں مذکور مصنف عبدالرزاق کی روایت میں بھی اس کا تذکرہ آچکا ہے۔

عبداللہ بن صوریا

B عبداللہ بن صوریا یہود یوں کے بڑے علماء میں سے تھا، نوجوان تھا اور کانا بھی تھا۔ یہود اس کو تورات کا بڑا عالم سمجھتے تھے، چنانچہ ''المطالب العالیہ لابن حجر'' کے ص:۳۲۶ پر مذکور ہے: ''فقال ارسلو الی اعلم رجلین منکم فجاءوا برجل اعور یقال لہ ابن صوریا و آخر'' یعنی نبی کریم e نے ان سے کہا کہ میرے پاس اپنے بڑے عالم بھیجو تو وہ ایک کانے آدمی جس کا نام عبداللہ بن صوریا تھا اور ایک دوسرے آدمی کو ساتھ لے آئے۔

(المطالب العالیہ لابن حجر، ج-۳، ص:۳۲۶-۳۲۷)

C مسند حمیدی میں ہے:

فقال: ارسلو الی اعلم رجلین فیکم فجاؤا برجل اعور یقال لہ ابن صوریا وآخر.

q: ''رسول کریم e نے ان سے کہا کہ میرے پاس اپنے دو عالم بھیجو تو وہ ایک کانے آدمی جس کا نام عبداللہ بن صوریا تھا اور ایک دوسرے آدمی کو ساتھ لے آئے۔''

(مسند الحمیدی: احادیث جابر بن عبداللہ الانصاری t ص:۵۷۱)

D سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے:

قال ابن اسحاق: وقد حدثنی بعض بنی قریظۃ ..... ای ان قالوا لعبداللہ بن صوریا: ھذا اعلم من بقی بالتوارۃ.

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ج-۱، ص۵۶۷-۵۶۴)

q: ''ابن اسحاق نے کہا کہ مجھے بنو قریظہ کے بعض لوگوں نے روایت بیان کی ہے..... یہاں تک کہ انہوں نے عبداللہ بن صوریا کے بارے میں کہا کہ یہ تورات کے باقیانہ علماء میں سے، سب سے بڑا عالم ہے۔''

آگے چل کر ابن ہشام لکھتے ہیں کہ وہ پھر کافر ہوا اور آپ e کی نبوت کا انکار کیا۔

(سیرت ابن ہشام، ص:۵۶۴ تا ص:۵۶۷، ج-۱)

الغرض عبداللہ بن صوریا یہود یوں کا بڑا عالم تھا اور یہود یوں کے رجم کے بارے میں نبی کریم e کی اس کے ساتھ گفتگو ہوئی تھی اور رسول اللہ e نے اس سے تورات میں رجم کے حکم کے بارے میں دریافت فرمایا تھا۔

مختلف تفاسیر میں رجم کے واقعہ کا تذکرہ مفصلاً مختلف احادیث وغیرہ کی کتابوں کے حوالوں سے کیا گیا ہے، جن میں صرف چند کے نام اور ان کے صفحات درج کئے جاتے ہیں، وہاں دیکھ لئے جائیں۔

نام کتاب	صفحہ
B تفسیر مظہری (از قاضی ثناء اللہ العثمانی) ج:۳	ص:۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱

C	تفسیر الخازن، ج:۲	ص:۴۶،۴۷
D	تفسیر البغوی، ج:۲	ص:۴۶،۴۷
E	تفسیر مدارک التنزیل، ج-۱	ص:۴۱۱
F	تفسیر الجامع لاحکام القرآن لابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری، ج-۶	ص:۱۷۶-۱۷۹
G	تفسیر مجاہد، ج-۱	ص:۴۱-۴۱
H	مختصر تفسیر ابن کثیر، ج-۱	ص:۵۱۷-۵۱۹
I	تفسیر روح المعانی، ج:۲	ص:۳۰۷-۳۰۸
J	تفسیر البحر المحیط، ج-۳	ص:۴۹۱-۴۸۳
K	تفسیر الطبری، ج-۴	ص:۱۵۶،۱۵۷

(تلك عشرة كاملة)

رجم کے بارے میں خلفائے راشدین کا عمل

نبی انور e کے بعد ہمارے لئے خلفاء راشدین کا عمل سب سے بڑی حجت ہے اس کے بارے میں حضور انور e نے ارشاد فرمایا ہے:

"علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ"

احادیث اور تاریخ کی کتب سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ خلفاء راشدین رجم کی حد کے قائل اور عملاً اس پر عمل پیرا تھے، ہم چاروں خلفاء کے واقعات کی ایک ایک مثال پیش کرتے ہیں:

(i) حضرت ابوبکر t کے زمانے میں رجم ہوا۔ اس کا ذکر حضرت عمر t کی مندرجہ ذیل روایت میں ہے:

حدثنا أحمد بن منيع، قال: حدثنا إسحاق بن يوسف الأزرق، عن داود بن أبي هند، عن سعيد بن المسيب، عن عمر بن الخطاب قال: رجم رسول الله صلى الله عليه وسلم، ورجم أبو بكر، ورجمت، ولولا أني أكره أن أزيد في كتاب الله لكتبته في المصحف، فإني قد خشيت أن تجيء أقوام فلا يجدونه في كتاب الله فيكفرون به. (ترمذی، ج: ۱ ،ص۱۷۲)

q:"..... سعید بن مسیب حضرت عمر بن خطاب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب t نے فرمایا کہ رسول اللہ e نے رجم کیا اور ابوبکر نے رجم کیا اور میں نے رجم کیا۔ اگر میں کتاب اللہ میں زیادتی (اضافہ) کرنے کو ناپسند نہ کرتا تو میں اسے مصحف میں لکھتا، مجھے اندیشہ ہے کہ ایسی قومیں پیدا ہوجائیں گی کہ رجم کو کتاب اللہ میں نہ پاکر اس کا انکار کرنے لگیں گی۔"

(ii) حضرت عمر فاروق t نہ صرف اپنے دور میں رجم کو عملاً رائج کرنے والے تھے بلکہ اس کے بہانگ دہل داعی بھی تھے، جس سے حدیث و تاریخ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں مثلاً ہم دو (۲) حدیثیں پیش کرتے ہیں:

عبد الرزاق عن الثوری عن الحجره عن ابراهیم قال لیس علی المرحوم جلد بلغنا ان عمر رجم ولم یجلد.

(مصنف عبدالرزاق، ج: ۷ ص ۳۲۸)

q:"ابراہیم تابعی فرماتے ہیں کہ مرجوم پر جلد (کوڑے مارنے) کی سزا نہیں، ہمیں یہ بات پہنچی ہے، کہ حضرت عمر نے رجم کیا اور جلد (درے مارنے) کی سزا نہیں دی۔

اخذنا خالد بن مخلد حدثنا مالك عن الزهری عن عبدالله بن عتبة عن ابن عباس قال قال عمر ان الله بعث محمدا صلی الله علیه وسلم بالحق وانزل علیه الكتاب وكان فیما انزل آیة الرجم

فقرأناها ووعيناها وعقلناها ورجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجمنا بعده فاخشى ان طال بالناس زمان ان يقول القائل لانجد آية الرجم فى كتاب الله والرجم فى كتاب الله حق على من زنىٰ من الرجال والنساء اذا احصن اذا قامت البينة اوكان الحبل او الاعتراف(سنن دارمی، ص۳۰۳)

q:''.....ابن عباس فرماتے ہیں کہ عمر t نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد e کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی، اور جو نازل کیا اس میں رجم کی آیت تھی۔ جسے ہم نے پڑھا، یاد کیا اور سمجھا اور رسول اللہ e نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ زیادہ زمانہ گزرے تو ایک کہنے والا کہنے لگے کہ ہم کتاب اللہ میں رجم کی آیت نہیں پاتے۔ اللہ کی کتاب میں رجم حق ہے۔ مرد وزن میں سے ہر اس شخص کے واسطے جو احصان کے بعد زنا کرے، جب کہ اس پر گواہی قائم ہوجائے، یا حمل قرار پائے، یا اعتراف زنا موجود ہو۔''

(iii) حضرت عثمان t کے عہد کے رجم کے واقعات میں سے قلت فرصت کی وجہ سے ایک واقعہ پیش کرتے ہیں:

مالك انه بلغه ان عثمان بن عفان اتى بامرأة قد ولدت فى ستة اشهر فامرها فقال على بن ابى طالب ليس ذٰلك عليها فان الله يقول فى كتابه وحمله وفصاله ثلثون شهرا وقال الوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن اراد ان يتم الرضاعة فالحمل يكون ستة اشهر فلا رجم عليها فبعث عثمان فى اثرها فوجدها قد رجمت(اوجز المسالك شرح مؤطا امام مالك،:ج ،ص۲۷-۲۸)

q:''امام مالک فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عثمان t کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھ ماہ میں بچہ جن لیا تھا، حضرت عثمان t نے اس پر حکم جاری کیا، حضرت علی t نے

ان کو کہا کہ یہ حکم اس پر واقع نہیں ہوتا کیونکہ اللہ پاک اپنی کتاب میں فرماتے ہیں اور حمل میں رہنا اس کا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے، اور بچے والی عورتیں دودھ پلا دیں، اپنے بچوں کو دو برس پورے جو کوئی چاہے کہ پوری کرتے دودھ کی مدت۔ لہٰذا حمل چھ ماہ کا بھی ہوتا ہے، اس لئے اس پر رجم کا حکم نافذ نہیں ہوتا۔ حضرت عثمان t نے اس عورت کے پیچھے آدمی بھیجا، لیکن وہ رجم کر دی گئی تھی۔

(iv) حضرت علی t قولاً رجم کے داعی اور عملاً اس پر باقاعدگی اور خاص ترتیب سے عمل پیرا تھے۔

حدثنا ادم قال حدثنا شعبة قال سلمة ابن كهيل قال سمعت الشعبى يحدث عن على حين رجم المرأة يوم الجمعة قال رجمتها بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم(صحيح بخارى،ج ۲،ص۱۰۰۶)

q:''شعبی حضرت علی t سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی t نے جمعہ کے دن ایک عورت کو رجم کیا تو فرمایا کہ میں نے سنت رسول اللہ e کے مطابق رجم کیا۔''

عبدالرزاق عن الثورى عن عبدالرحمن بن عبدالله عن القاسم بن عبدالرحمن قال حفر على لشراحة الهمدانية حين رجمها وامر بها ان تحبس حتى تضع(مصنف عبدالرزاق، ج ۷ ،ص۳۲۷)

q:''.....عبدالرحمن کہتے ہیں کہ حضرت علی t شراحہ ہمدانیہ کے لئے رجم کے وقت گڑھا کھدوایا تھا اور حکم دیا تھا کہ وضع حمل تک اس کو قید میں رکھا جائے۔''

عبدالرزاق عن الثورى عن ابى حصين واسماعيل عن الشعبى قال اتى على بشراحة فجلدها يوم الخميس ورجمها يوم الجمعة ثم قال الرجم رجمان رجم سر و رجم علانية فاما رجم العلانية فالشهود وثم الامام واما رجم السر فالاعتراف فالامام ثم الناس.

(مصنف عبدالرزاق، ج ۷، ص۳۲۷

q:''حضرت شعبی سے روایت ہے کہ حضرت علی t کے پاس ''شراحہ'' لائی گئی۔ آپ نے اس

کو جمعرات کے دن کوڑے لگائے اور جمعہ کے دن رجم کیا، پھر فرمایا کہ رجم کی دو قسمیں ہیں: ایک رجم سری اور ایک رجم علانیہ۔ رجم علانیہ میں پہلے گواہ (پتھر ماریں گئے) پھر امام اور رجم سری میں چونکہ اعتراف ہے، تو پہلے امام (حاکم وقت) پھر اور لوگ پتھر ماریں گے۔''

رجم: اجماع وتعامل امت

رسول انور e کے دور سعادت اور خلفاء راشدین کے مبارک عہد میں رجم تعاملاً اور توارثاً اس قدر شہرت اور تواتر کے ساتھ عام ہو چکا تھا کہ صحابہ کے نزدیک اس کے اجماع میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ تھی۔ چنانچہ مذاہب اربعہ، ظاہریہ، محدثین، علماء وفقہاء مشائخ، جملہ طبقات دیوار چین سے لے کر اندلس تک بیک زبان یہ الفاظ نقل کرتے تھے چنانچہ اختصار کی وجہ سے ہم صرف چند عبارتوں پر اکتفا کرتے ہیں:

علامہ ابو محمد بن قدامہ لکھتے ہیں:

(۱) الكلام فى هذه المسئلة فى فصول ثلاثة احدها فى وجوب الرجم على الزانى المحصن رجلا كان او امراة وهذا قول عامة اهل العلم من الصحابة و التابعين ومن بعدهم من العلماء الامصار فى جميع الاعصار ولا تعلم فيها المخالفة ة الا الخوارج.

(المغنى لابن قدامه ،ج۸، ص۱۵۷)

q: ''یہ مسئلہ تین فصول پر مشتمل ہے: پہلی بات شادی شدہ مرد یا عورت پر سنگساری کے وجوب کے بارے میں ہے اور یہ قول اکثر اہل علم صحابہ وتابعین کا ہے اور اس کے بعد ہر ملک اور ہر زمانے کے علماء کا ہے اور اس بارے میں خوارج کے علاوہ کسی نے مخالفت نہیں کی ہے۔''

C موجودہ دور کے ایک بڑے عالم محمد علی صابونی روائع البیان میں تحریر فرماتے ہیں:

واما الرجم: وأمّا الرجم: فقد ثبت بفعل النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّم وقوله، وعمله، وكذلك بإجماع الصحابة والتابعين فقد ثبت بالروايات الصحيحة التي لا يتطرأ إليها الشك، وبطريق التواتر أن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم أقام (حد الرجم) على بعض الصحابة كماعز، والغامدية، وأن الخلفاء الراشدين من بعده قد أقاموا هذا الحد في عهودهم وأعلنوا مراراً أن الرجم هو الحد للزنى بعد الإحصان.ثم ظلّ فقهاء الإسلام في كل عصر وفي كل مصر مجمعين على كونه حكماً ثابتاً وسنة متبعة وشريعة إلهية قاطعة، بأدلة متضافرة لا مجال للشك فيها أو الارتياب، وبقي هذا الحكم إلى عصرنا هذا لم يخالف فيه أحد إلا فئة شاذة من المنحرفين عن الإسلام هم (الخوارج)(روائع البيان ج ۲ ص ۲۱)

q: ''اور بہر حال رجم تو وہ حضور e کے قول، فعل اور عمل سے ثابت ہے اور اسی طرح صحابہ اور تابعین کے اجماع سے بھی۔ پس یہ ایسے صحیح روایات سے ثابت ہے، جس میں شک کی گنجائش نہیں اور حضور پاک e سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے بعض صحابہ جیسے ماعز اور غامدیہ پر رجم کا حکم لگایا اور خلفاء راشدین نے اپنے دور میں اس حد کو نافذ کیا اور کئی دفعہ یہ اعلان کیا کہ رجم، شادی شدہ کے لئے زنا کرنے کے بعد حد ہے اور فقہاء اسلام ہر زمانے میں، ہر ملک میں اس حکم کے ثبوت پر مجتمع ہیں، اور اس بات پر بھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قطعی حکم ہے اور ایسے دلائل قطعی کے ساتھ ثابت ہے جن میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور یہ حکم ہمارے زمانے تک باقی ہے جس میں کبھی کسی نے اختلاف نہیں کیا سوائے ایک چھوٹے سے فرقے جو کہ اسلام سے منحرف ہے، جسے خوارج کہتے ہیں۔''

علامہ ابن حجر فتح الباری میں محدث شہیر ابن بطال کا قول نقل کرتے ہیں:

وقال ابن بطال اجمع الصحابة وائمه الامصار على ان المحصن اذا زنىٰ عامدا عالما مختارا فعليه الرجم واحتج الجمهور بأن

النبي صلى الله عليه وسلم رجم وكذلك الأئمة بعده ولذلك أشار علي رضي الله عنه بقوله في أول أحاديث الباب ورجمتها بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم وثبت في صحيح مسلم عن عبادة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا الثيب بالثيب .(فتح الباری ج ۱۲، ص: ۹۸)

q:''ابن بطال کہتے ہیں کہ صحابہ اور شہروں کے ائمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب محصن جان بوجھ کر زنا کرے تو اس پر رجم کی سزا جاری ہوگی۔۔۔۔۔اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم e نے رجم کیا اور اس طرح آپ e کے بعد ائمہ نے کیا اور اس طرح احادیث باب کے شروع میں حضرت علی t نے اشارہ کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ e کی سنت کے موافق رجم کیا اور صحیح مسلم میں حضرت عبادہ t سے روایت ثابت ہے کہ نبی کریم e نے فرمایا کہ مجھ سے لے لو، بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ (عورتوں) کے لئے راہ تجویز کر لی۔ شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو اس کی سزا رجم ہے۔''

علامہ ابوالولید ابن رشد القرطبی بدایۃ المجتہد میں لکھتے ہیں:

و اما الثيب الاحرار المحصنون فإن المسلمين أجمعوا على أن حدهم الرجم إلا فرقة من أهل الأهواء فإنهم رأوا أن حد كل زان الجلد، وإنما صار الجمهور للرجم؛ لثبوت أحاديث الرجم، فخصصوا الكتاب بالسنة، أعني قوله تعالى: {الزانية والزاني} الآية (بدایۃ المجتہد، ج: ۲، ص۴۳۵-۴۳۴)

q:''بہر حال جو شادی مسلمان آزاد ہو تو مسلمان اس کے حد رجم پر متفق ہیں۔ سوائے ایک فرقہ اہل اہواء کا جو کہتے ہیں کہ ہر زانی کی حد جلد ہے اور رجم کی احادیث کے ثبوت کی وجہ سے جمہور کا مذہب ''رجم'' ہے، تو انہوں نے کتاب کو سنت سے خاص کیا یعنی قول (الزانیۃ والزنی) کی طرف اشارہ ہے۔''

حنفی فقہاء میں سے علامہ ابن الہمام لکھتے ہیں:

عليه اجماع الصحابة ومن تقدم من علماء المسلمين.

(شرح فتح القدیر، ج:۴، ص۱۲۱)

q:''حد رجم پر صحابہ اور تمام پیشرو علماء اسلام کا اجماع ہے۔''

مشہور محدث وفقیہ امام نووی a لکھتے ہیں:

واجمع العلماء على وجوب جلد الزانى البكر مائة ورجم المحصن وهو الثيب ولم يخالف فى هذا احد من اهل القبلة الا القاضى عياض وغيره من الخوارج وبعض المعتزلة كالنظامى واصحابه.

(شرح مسلم للنووی، ج: ۲، ص۶۵)

q:''اور علماء، غیر شادی شدہ زانی کے واسطے سو کوڑوں پر اور محصن یعنی شادی شدہ زانی کے لئے رجم کے وجوب پر متفق ہیں اور اس میں اہل قبلہ میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا، سوائے قاضی عیاض اور ان کے علاوہ خوارج میں سے کچھ لوگ اور بعض معتزلہ نے جیسے نظامی اور اس کے ساتھی۔''

امام شافعی a بھی محصن کے لئے رجم کے قائل ہیں۔ وہ کتاب الام میں حضرت عمر t کی حدیث نقل کر کے ارشاد فرماتے ہیں:

(قال الشافعي) أخبرنا مالك عن يحيى بن سعيد عن سليمان بن يسار عن أبي واقد الليثي أن عمر بن الخطاب - رضي الله عنه - أتاه رجل وهو بالشام فذكر له أنه وجد مع امرأته رجلا فبعث عمر بن الخطاب أبا واقد الليثي إلى امرأته يسألها عن ذلك فأتاها وعندها نسوة حولها فذكر لها الذي قال زوجها لعمر بن الخطاب وأخبرها أنها لا تؤخذ بقوله وجعل يلقنها أشياء ذلك لتنزع فأبت أن تنزع وثبتت على الاعتراف فأمر بها عمر بن الخطاب فرجمت.

(قال الشافعي) : فبكتاب الله ثم سنة رسول الله - صلى الله عليه

وسلم - ثم فعل عمر نأخذ في هذا كله.

(كتاب الام للشافعي، ص ۴۳)

q:''.....امام شافعی a فرماتے ہیں کہ حضرت عمر t کے پاس ایک آدمی آیا اور وہ (اس وقت) شام میں تھے اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک آدمی کو زنا کرتے ہوئے پایا۔ حضرت عمر t نے اس عورت کو اطلاع دینے کے لئے ابو واقد لیثی کو اس بات کی تفتیش کے لیے بھیجا، وہ ان کے پاس آئے اور اس کے گرد عورتیں بیٹھی تھیں، انہوں نے اس سے اس بات کے بارے میں پوچھا جوان کے شوہر نے حضرت عمر سے کہی تھی اور بتایا کہ وہ اپنے خاوند کے قول پر پکڑی نہیں جاتی اور اسی طرح تلقین کرتے رہے، وہ اپنی بات سے پھر جانے سے انکار کرتی رہی اور اقرار پر قائم رہی۔ حضرت عمر t نے ان کے رجم کا حکم دیا تو ان کو رجم کیا گیا۔ (امام شافعی a فرماتے ہیں) کہ اللہ کی کتاب، پھر رسول اللہ e کی سنت اور پھر حضرت عمر t کے فعل سے ہم یہ دلیل لیتے ہیں۔''

محصن کے بارے میں رجم کی سزا کے سلسلے میں اوپر جو مباحث گزر چکے ہیں۔ ان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ سزا کتاب وسنت اجماع امت سے توارثاً نسلاً بعد نسل متفقہ طور پر ثابت چلی آرہی ہے، جس میں سوائے خوارج اور چند دیگر افراد کے کسی نے انکار نہیں کیا اور آج تک یہ امت کا اجماعی متفقہ مسئلہ چلا آرہا ہے، جسے حضور انور e کے زمانے سے آج تک شرعی حد سمجھا اور مانا جاتا رہا ہے اور مسلمانوں نے کسی عصر اور کسی علاقے میں اس میں شک وشبہ نہیں کیا۔

رسول انور e کا رجم کے مشہور عسیف کے قصے میں یہ ارشاد فرمانا: ''والذی نفسی لاقضین بینکما بکتاب اللہ''

q:قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میری جان ہے۔ میں آپ دونوں کے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا—— '' ثابت کرتا ہے کہ کتاب اللہ سے رجم ثابت ہے، حضور انور e سے یہود کے بارے میں (فیہا حکم اللہ) کے قرآنی الفاظ سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ رجم مراد ہے۔

تعیین زمانۂ رجم

اب یہ بحث شروع کی جاتی ہے کہ رجم کے واقعات کا ظہور، سورۂ نور کے نزول سے پہلے ہوا ہے یا کہ بعد میں؟

یہ موقف اختیار کرنا کہ رجم کے واقعات سورۂ نور کے نزول سے پہلے ہیں اور سورۂ نور کی آیت ۲ سے رجم کے حکم کا نسخ ہو چکا، درست نہیں۔ حقائق اس موقف کے بطلان کے شاہد عدل ہیں، اصل حقیقت یہی ہے کہ رجم کے واقعات سورۂ نور کے نزول سے بعد بھی ظہور پذیر ہوئے ہیں اور سورۂ نور کے نزول کے بعد بعض ایسی احادیث بھی بکثرت موجود ہیں جن سے رجم کے تسلسل کا یقینی طور پر ثبوت ملتا ہے۔

اس ضمن میں بعض دلائل پیش کئے جاتے ہیں:

B سورۂ نور کے نزول کا زمانہ باختلاف علما ۴ھ یا ۵ھ یا ۶ھ ہے، اور رجم کے واقعات میں بعض حاضرین کے اسلام لانے کا زمانہ ۶ھ کے بعد کا ہے۔ مثلاً: فتح الباری شرح بخاری میں مذکور ہے:

''وقد قام الدليل على ان الرجم وقع بعد سورة النور لان نزولها كان فى قصة الافك واختلف هل كان سنة اربع اوخمس اوست على ماتقدم بيانه والرجم كان بعده فقد حضره ابوهريرة وانما اسلم سنة سبع وان عباس انما جاء مع امه الى المدينة سنة تسع.'' (فتح الباری شرح البخاری، ج-۱۲۰ ص:۱۰۰)

q:''اس پر دلیل قائم ہو چکی ہے کہ رجم سورۂ نور کے بعد ہوا ہے کیونکہ اس کا نزول افک کے واقعہ میں ہوا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ سورت ۴ھ میں نازل ہو چکی تھی یا کہ ۵ھ یا ۶ھ میں، جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور رجم اس کے بعد ہوا ہے۔ رجم کے واقعات میں حضرت ابو ہریرۃ t حاضر تھے اور ۷ھ میں اسلام لائے تھے، اور حضرت ابن عباس t بھی حاضر ہوئے تھے اور وہ اپنی

والدہ کے ساتھ ۹ھ میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔''

حضرت ابوہریرۃ t، حضرت ماعز بن مالک t کے واقعہ رجم میں خود شریک تھے جس کی طرف ''احادیث رجم'' میں حدیث نمبر ۱۲ میں اشارہ کیا ہے، یہ حدیث صحیح بخاری میں ص:۱۰۰۶، ج:۲ پر ذکر کی گئی ہے، جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ''فلما أذلقته الحجارة هرب، فأدركناه بالحرة فرجمناه''

ابن ماجہ، ص:۱۸۳، ۱۸۴ میں ہے:

عن ابی هريرة قال جاء ماعز بن مالك الى النبى صلى الله عليه وسلم..... الخ

C حضرت عبداللہ بن عباس t واقعہ رجم کے راوی ہیں، صحیح مسلم میں ہے:

..... عن سعيد بن جبير عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم قال لماعز بن مالك احق ما بلغنى قال وما بلغك عنى؟ قال بلغنى انك قد وقعت بجارية آل فلان قال نعم قال فشهد اربع مرات ثم امر به فرجم.

(صحیح مسلم، باب حد الزنا، ج-۲، ص:۱۹۶)

q:''ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور e نے حضرت ماعز t سے کہا کہ آیا تمہارے بارے میں جو کچھ مجھے پہنچا ہے وہ حق ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کو میرے متعلق کیا بات پہنچی ہے، آپ e نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم نے آل فلان کی ایک عورت سے زنا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ تو انہوں نے اپنے اوپر چار دفعہ گواہی دی، حضور e نے ان کے رجم کا حکم فرمایا اور وہ رجم کئے گئے۔''

عبداللہ بن عباس t اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ ۹ھ میں مدینہ منورہ آئے تھے، جس کی طرف ''فتح الباری'' کے حوالہ سے اشارہ کیا گیا۔

..... ''وابن عباس انما جاء مع امه الى المدينة سنة تسع.''

(فتح الباری شرح البخاری، ج-۱۲، ص:۱۰۰)

q:..... ''اور ابن عباس t اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ ۹ھ میں تشریف لائے تھے۔''

حضرت ابن عباس t کی ۹ھ میں مدینہ منورہ میں تشریف آوری اور واقعہ رجم میں حاضری سے ثابت ہوا کہ حضرت ماعز بن مالک کے رجم کا واقعہ سورۂ نور کے نزول کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

حضرت ماعز t کے رجم کے رواۃ ہیں:

B حضرت ابوبکر صدیق t، (مجمع الزوائد ج-۶، ص:۲۹۶، مسند احمد، ج-۱، ص:۸، اعلاء السنن، ج-۱۱، ص:۳۲۷)

C حضرت عمر فاروق t کی شرکت بھی ثابت ہے۔ (مجمع الزوائد، ج-۶، ص:۲۶۸)

D حضرت جابر بن سمرۃ t (مصنف عبدالرزاق، ج-۷، ص:۳۲۷، مسند احمد، ج-۵، ص:۸۷، مجمع الزوائد، ج-۶، ص:۲۶۷، مسلم کتاب الحدود، ص:۶۶)

E ابوسعید الخدری t (مسلم، ص:۱۹۷-۱۹۹ کتاب الحدود، مسند احمد، ج-۳، ص:۴۶۲، ابوداؤد، ج-۳، ص:۲۶۰)

F سہل بن حنیف t (مصنف عبدالرزاق، ص:۳۲۱)

G حضرت ابن عباس t (دار قطنی، ص:۳۲۱، مستدرک، ص:۳۶۱، مسلم ج-۲، ص۱۹۶)

H حضرت بریدۃ t (دار قطنی، ص:۲۳۹، مستدرک، ص:۳۶۲، مسلم حدود، ص:۱۶۷)

I حضرت ہزال t (مستدرک، ص:۳۶۲، مسند احمد بن حنبل، ج-۵، ص:۴۱۷)

J حضرت ابوبرزۃ الاسلمی r (مسند احمد بن حنبل، ج-۴، ص:۴۲۳، مجمع الزوائد، ج-۶، ص:۲۶۸، بحوالہ طبرانی)

K حضرت نصر بن دہر t (مسند احمد بن حنبل، ج-۳، ص:۴۳۱)

L حضرت ابوہریرۃ t (بخاری: ج-۲، ص:۱۰۰۶، ترمذی، ج-۱، ص:۴۳۱)

M حضرت جابر بن عبداللہ t (مصنف عبدالرزاق، ص:۳۱۹)

D حضرت خالد بن الولید t، حضرت غامدیہ r کے رجم کے واقعہ میں شریک تھے۔

(ملاحظہ حدیث بریدۃ الاسلمی r، اور راویان احادیث رجم بحوالہ مسند احمد بن حنبل، ج-۵، ص: ۳۴۸)

حدیث کے ان الفاظ سے خالد بن ولید کی حاضری معلوم ہوتی ہے:

(۱) ..... حدثنی عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال کنت جالسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ..... فاقبل خالد بن الولید بحجر فرما رأسها فنضح الدم علی وجنۃ خالد فسبها فسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبہ ایاها فقال مهلا یاخالد لاتسبها ..... الخ

q: ''عبداللہ بن بریدۃ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم e کے پاس بیٹھا ہوا..... پس خالد بن ولید ایک پتھر لے آئے اور اس (غامدیہ r) کے سر پر مارا، خون خالد کے چہرے پر پڑا، تو اس نے برا بھلا کہا۔ نبی کریم e نے سن لیا تو فرمایا کہ اے خالد اسے برا بھلا نہ کہہ.....

حضرت بریدۃ الاسلمی r کی یہ روایت مسند ابن حنبل کے علاوہ ترمذی، ج:۱، ص:۱۷۳، ابوداؤد ج-۲، ص:۲۶۱، مجمع الفوائد، ص:۴۸۷، اور مستدرک للحاکم، ص:۳۶۳ وغیرہ میں مذکور ہے۔

(ب) حضرت خالد بن ولید t صفر ۸ھ میں اسلام لائے تھے۔

البدایہ والنہایۃ میں زیر عنوان ''طریق اسلام خالد'' میں مذکور ہے:

قال الواقدی: حدثنی یحیی بن المغیرۃ بن عبدالرحمن بن الحارث بن هشام قال سمعت ابی یحدث عن خالد بن ولید قال: لما اراد اللہ بی ما اراد من الخیر قذف فی قلبی الاسلام قال وکان قدومنا فی صفر سنۃ ثمان (البدایۃ والنہایۃ ج-۴، ص ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰)

حضرت خالد بن ولید t کی واقعہ رجم غامدیہ میں شرکت اور ان کے اسلام لانے کے سن سے، جو

کہ ۸ھ ہے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ رجم کا یہ واقعہ یقیناً سورۂ نور کے نزول کے بعد واقع ہو چکا ہے۔

(ج) اس کے علاوہ ''اوجز المسالک'' جو موطا امام مالک کی مستند و متداول شرح ہے، اس میں واقعہ غامدیہ کے ذیل میں ص:۱۳ پر بحوالہ محلی درج ہے کہ یہ واقعہ ۹ھ میں پیش ہوا تھا۔ الفاظ یہ ہیں:

قال صاحب المحلی وکان ذلک فی التاسع من الهجرہ.

(اوجز المسالک باب ماجاء فی الرجم، ج-۶، ص۱)

q: ''صاحب المحلی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ۹ھ میں ہوا تھا۔

(د) اسی طرح ''انسان العیون فی سیرۃ الامین'' جو ''سیرت حلبیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ص:۵۰۲ پر درج ہے:

''وفی السنۃ الثانیۃ و العشرین من النبوۃ و فی التاسعۃ من الهجرۃ ..... ورجم الغامدیۃ.

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون ج-۲، ص۵)

پس مذکورہ الصدر حقائق کی روشنی میں یقیناً ثابت ہو چکا ہے کہ ''رجم غامدیہ'' کا واقعہ سورۂ نور کے نزول کے بعد کا ہے۔

E رجم کے ایک واقعہ کے ایک راوی حضرت وائل بن حجر t ہیں جس کی طرف بیان ہذا میں احادیث رجم، میں حدیث نمبر ۲۷ میں اشارہ کیا گیا ہے، یہ حدیث جمع الفوائد کے حوالہ سے ذکر کی گئی ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں:

(۱) ان امرأۃ خرجت علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترید الصلاۃ فتلقاها رجل فتجللها فقضی منها ..... وقال للرجل الذی وقع علیها ارجموہ وقال لقد تاب توبۃ لوتابها اصل المدینۃ لقبل منهم.

(جمع الفوائد، ج-۱، ص:۴۵۲، بحوالہ ترمذی وابوداؤد)

q:''ایک عورت رسول اللہ e کے زمانے میں نماز کے ارادے سے نکلی، تو اس کی ملاقات ایک آدمی سے ہوئی اور اس آدمی نے اس عورت کو گھیر لیا اور اس سے اپنی خواہش پوری کی (مجامعت کی) جس آدمی نے اس عورت کے ساتھ بدکاری کی تھی ان کے متعلق حضور e نے فرمایا کہ انہیں رجم کردو اور یہ بھی فرمایا کہ اس شخص نے ایسی توبہ کی کہ اگر اہل مدینہ بھی اس جیسی توبہ کرتے تو قبول ہوجاتی۔

(۲) ابن کثیر نے ''البداية والنهاية'' میں ''کتاب الوفود'' کے عنوان کے تحت ''واقعات سنة تسع من الهجرة'' کے ذیل میں ''وائل بن حجر'' کے آنے کا تذکرہ کیا ہے اور یہ عنوان باندھا ہے: ''وفادة وائل بن حجر''..... جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت وائل بن حجر ۹ھ میں اسلام لائے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ)

لہٰذا حضرت وائل بن حجر t اور ان کی روایت سے معلوم ہوا کہ جس رجم کے واقعہ کا ذکر وہ فرمارہے ہیں، اس کا وقوع ۹ھ یا بعد میں ہوچکا ہے۔ واللہ اعلم

F حضرت عمران بن حصین t واقعہ رجم جہینہ کے راوی ہیں۔ ان کی روایت کے الفاظ ہیں:

(۱)..... ان امرأة من جهينة اعترفت عند النبي صلى الله عليه وسلم بزنا وقالت انا حبلى..... الخ ثم امر جابرجها فرجمت ثم صلى عليها..... الخ..... ثم امربها برجمها فرجمت ثم صلى عليها الخ. (مسند ابن حنبل، ص: ۲۳۰-۴۲۹)

q:''حضرت عمران بن حصین t سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلے کی ایک عورت نے نبی کریم e کے پاس زنا کا اعتراف کیا اور کہا کہ میں حاملہ ہوں..... پھر نبی کریم e نے اس عورت کے رجم کا حکم فرمایا اور وہ رجم کی گئی تھی اور آپ e نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

(۲) حضرت عمران بن حصین t کے اسلام کا زمانہ غزوۂ خیبر کا ہے جو ۷ھ ہے۔

(ملاحظہ ہو: الاصابۃ، ج-۳، ص: ۷۲)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جہینہ کے رجم کا واقعہ سورہ نور کے نزول کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

علاوہ ازیں بعض علماء کے نزدیک غامدیہ اور جہینہ ایک عورت ہے، اور غامد اور جہینہ ہردو، ایک قبیلے کے نام ہیں، جیسا کہ اوجز المسالک میں بحوالہ النسائی مذکور ہے: الفاظ ہیں:

''قال النسائي جهينة وغامد وبارق واحد''

(اوجز المسالک، ج-۶، ص: ۱۲)

تو اس تقدیر پر اس عورت کا رجم بھی ۹ھ میں واقع ہوا کیونکہ غامدیہ کے رجم کا سن بدلائل وحوالہ جات، مذکور ہوچکا، کہ ۹ھ ہے۔

تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ رجم کا واقعہ ہذا سورۂ نور کے نزول کے بعد ہوا اور اس حدیث سے بھی واقعات رجم کا سورۂ نور کے نزول کے بعد واقع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اگرچہ بندہ کا خیال ہے کہ غامدیہ اور جہینہ کے رجم کے واقعات الگ الگ ہیں اور یہ دو الگ الگ عورتیں ہیں..... بہرحال جو صورت بھی ہو، ہمارا مدعا ثابت ہے اور وہ سورۂ نور کے بعد واقعات رجم کا وقوع ہے۔

G حضور اکرم e نے اپنے آخری حج کے موقع پر ۹/ذی الحج ۱۰ھ میں مقام عرفات میں عرفہ کے روز ایک بڑا خطبہ دیا تھا، جس میں علاوہ دیگر ارشادات کے ایک ارشاد یہ بھی تھا کہ

(۱)..... ''والولد للفراش وللعاهر الحجر''

(البداية والنهاية ج-۵، ص۱۷۱)

(ابن کثیر نے اس حدیث کو ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔)

q:''بچہ صاحب فراش (یعنی عورت کے خاوند) کا ہوگا اور زانی کو پتھر کی سزا ہوگی۔''

(۲) مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت عمرو بن خارجہ t کی حدیث مختلف طرق سے جن کی تعداد گیارہ بنتی ہے، منقول ہے اور ان سب میں یہ بات مشترک پائی جاتی ہے کہ

الولد للفراش وللعاهر الحجر.

(مسند ابن حنبل، ج-۴، ص: ۱۸۶-۱۸۷، ۲۳۸-۲۳۹)

q: ''بچہ صاحب فراش کا ہوگا اور زانی کے لئے پتھر کی سزا ہوگی۔''

نیز مسند ابن حنبل میں یہ حدیث خطبۂ منیٰ کے ضمن میں بیان ہوئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ بات ۱۰ ذی الحجہ کو بھی فرمائی ہے کیونکہ میں عرفات کے بعد دوسرا دن منیٰ آتا ہے۔

بہرحال یوم عرفہ ہو کہ یا یوم منیٰ، آپ e نے یہ بات فرمائی تھی اور زمانہ ذی الحج ۱۰ھ کا تھا۔

(۳) ہاں ایک بات یہ بھی مدنظر رہے کہ آپ e نے اس قسم کی بات کہ الولد للفراش وللعاہر الحجر یوم فتح مکہ کے دن بھی فرمایا تھا جو ۸ھ ہے۔ (امتاع الاسماع، ج-۱، ص:۳۸۶)

(۴) ''عاہر'' کے معانی پر تو الگ چند سطور میں ذکر کیا جائے گا، یہاں صرف یہ بات عرض کرتا ہوں کہ عاہر کے معنی زانی کے ہیں، اور یہاں الف لام عہد ہے اور معہود فی الذہن وہی زانی ہے جس پر بحکم شریعتِ اسلامیہ کا بصورت احصان، رجم کا حکم نافذ العمل ہوگا۔ بندہ کی اس عرض گذاشت کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

حدثنا آدم حدثنا شعبة حدثنا محمد بن زياد قال سمعت ابا هريرة قال النبى صلى الله عليه وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر. (صحيح البخارى، ج-٢، ص١٠٠٧)

q: ''.....محمد بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ t سے سنا ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم e سے سنا ہے کہ نبی کریم e نے فرمایا کہ ولد صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لئے رجم ہے۔

اس حدیث کی شرح میں حاشیہ مذکور ہے:

قوله، للعاهر الحجر اى للزانى الحجر اى الرجم

حضرت امام بخاری a ابواب وتراجم کو بے محل و بے جا اور غیر متعلق طور پر نہیں لاتے، یہاں پر امام بخاری a نے ''باب اثم الزناة'' لانے کے بعد ''باب رجم المحصن'' باندھا ہے، اس کے بعد ''باب لايرجم المجنون والمجنونة'' کے بعد یہ باب باندھتے ہیں: ''باب للعاهر الحجر'' پھر متصلاً ''باب الرجم بالبلاط'' اور اس کے بعد ''باب الرجم

بالمصلى'' لائے ہیں۔ (بخاری، ج-۲، ص:۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷)

تو اس سیاق وسباق سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ''عاہر'' کا لفظ یہاں محصن زانی کے لئے مستعمل ہوا ہے۔

اس بات سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ حضور نبی e کو جوامع الکلم عطا ہوئے تھے، اور ''الولد للفراش و للعاهر الحجر'' دوسرے معنوں میں بھی مثلاً بچے کا زانی سے نسب کا نفی ہونا اور میراث وغیرہ میں حصہ دار ہونا یا نہ ہونا، اس قسم کے مسائل میں بھی جب کہ مستند قرینہ موجود ہو، تو موقع اور محل کے مطابق ظاہر سے عدول کر کے، ممکنہ اور جائز حد تک شرعی اصول کے موافق معنی لئے جاسکتے ہیں۔ بہرحال حدیث کے الفاظ اس بات کے متحمل ہیں کہ ان میں عاہر کے معنی زانی محصن کے لیے جائیں، اور بندہ کی اس رائے کی تائید عربی لغت، سیاق وسباق کلام اور حضور e کے کلام کی جامعیت کی بناء پر ہوتی ہے، جو ایک منصف وبصیر سے مخفی نہیں۔

یہاں یہ ذکر ہے بے جا نہ ہوگا کہ امام بخاری نے ''الولد للفراش وللعاهر الحجر'' کو اپنی کتاب میں مختلف مقام پر مختلف مسائل کے استنباط کے لئے استعمال کیا ہے۔ مثلاً: ملاحظہ ہو، ص: ۶۱۲، ص:۹۹۶، ص:۱۰۰۷، ج-۲۔

بندہ کا مدعا یہ ہے کہ حضور e نے ''الولد للفراش و للعاهر الحجر'' کا ارشاد سورۂ نور کے نزول کے بعد کوئی موقعوں پر فرمایا ہے اور اس میں خاص طور پر حجۃ الوداع کے موقع پر یوم عرفہ، یا یوم منیٰ کا خطبہ ہے، جو معنی ولفظاً ہر لحاظ سے متواتر معلوم ہوتا ہے۔

H اب ایک اور گوشے سے نظر ڈالئے، حضور e کے بعد خلافت راشدہ کا دور آتا ہے، عہد نبوی سے نافذ شدہ حکم خلافت راشدہ میں بھی نافذ العمل ہے، حضرت عمر فاروق t کے برسر منبر اس خطبہ سے کون ناواقف ہوگا اور آپ کا آخری خطبہ ہے اور آپ نے یہ خطبہ ۲۳ھ میں مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن ذی الحج کے آخر میں دیا تھا۔

اور اس میں آپ نے فرمایا تھا: کہ ''..... ثم قال اياكم ان تهلكوا من اية الرجم

ان يقول قائل لا نجد حدين فی کتاب الله فقد رجم رسول الله صلی الله علیه وسلم ورجمنا الخ(اوجز المسالك، ج-۶ ص۲۶)

اس خطبہ میں حضرت عمر t نے فرمایا تھا:

رجم رسول الله صلی الله علیه وسلم ورجمنا بعده

رسول اللہ e نے رجم کیا اور آپ e کے بعد ہم نے رجم کیا (یعنی رجم کے حکم پر عمل پیرا رہے۔ بندہ)

اسی خطبے میں آگے آتا ہے:

والرجم فی کتاب الله حق علی من زنیٰ اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البینة او کان الحبل او الاعتراف.

(صحیح بخاری، ج-۲، ص۱۰۰)

q: ''اللہ کی کتاب میں ہر اس شخص پر رجم کا حکم حق ہے جو احصان کے بعد زنا کا ارتکاب کرے چاہے عورت ہو یا مرد بشرطیکہ شہادت قائم ہوجائے، یا حمل ٹھہر جائے یا (زانی خود) اعتراف کرے۔''

الغرض حضور اکرم e کے پردہ فرمانے کے بعد خلافت راشدہ میں ''رجم'' کے حکم پر پورا عمل ہوتا رہا، احادیث کی کتب اور دیگر تاریخ وسیر کی کتابوں میں ادنیٰ تامل سے رجم کے واقعات کا استقصاء بآسانی کیا جاسکتا ہے۔

l ایک اور دلگداز واقعہ کا اس جگہ ذکر بے جا نہ ہوگا۔ حضرت عثمان t ۳۵ھ میں گھر میں محصور کئے گئے ہیں، باغی لوگ آپ کو قتل کرنے والے ہیں۔ اس وقت آپ ان لوگوں کو نبی کریم e کی ایک حدیث یاد دلاتے ہیں جو کتب حدیث کے علاوہ البدایہ والنہایۃ میں اس طرح درج ہے:

عن ابن عمر ان عثمان بن عفان اشرف علی اصحابه وهو محصور، فقال علی م تقتلوننی؟ فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: لایحل دم امرئ الا باحدی ثلاث، رجل زنیٰ

بعد احصانه فعلیه الرجم او قتل عمدا فعلیه القود، او ارتد بعد اسلامه فعلیه القتل فوالله ما زنیت فی جاهلیة ولا اسلام ولا قتلت احدا فاقید، ولا ارتدت منذ اسلمت، اشهد ان لا اله الا الله وان محمد عبده ورسوله ورواه النسائی عن احمد بن الازهر عن اسحاق بن سلیمان.

(البدایة والنهایة ج-۷، ص:۱۷۹)

(ابن کثیر نے اصل روایت امام احمد کی مسند سے لی ہے۔)

q: ''حضرت ابن عمر t سے روایت ہے کہ حضرت عثمان t نے اپنے ساتھیوں کو مکان پر سے جھانک کر فرمایا اور آپ محصور تھے کہ آپ لوگ مجھے کس وجہ سے قتل کر رہے ہیں؟ میں نے رسول اللہ e کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی شخص کا خون سوائے تین چیزوں کے حلال نہیں: ایک وہ شخص جو احصان کے بعد زنا کرے، تو اس پر رجم کی سزا ہوگی، یا قتل عمد کا ارتکاب کرے، تو اس سے قصاص لیا جائے گا یا اسلام کے بعد مرتد ہوجائے تو اسے قتل کیا جائے گا۔'' خدا کی قسم میں نے نہ زمانہ جاہلیت میں کوئی زنا کیا ہے اور نہ زمانہ اسلام میں اور نہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے کہ جس کی وجہ سے میں قصاص میں مارا جاؤں اور نہ میں اسلام لانے کے بعد مرتد ہوا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد e اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

مذکورہ بالا بیان سے واضح ہوا کہ رجم کے واقعات کا تسلسل نہ صرف عہد نبوی میں سورۂ نور کے نزول کے بعد قائم ودائم ونافذ رہا بلکہ عہد خلافت میں بھی ہر لحاظ سے یہ جاری رہا، طوالت کے خوف سے مشتے نمونہ خروارے پر اکتفاء کیا گیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

لفظ ''عاہر'' کے شرعی اور لغوی بحث

گذشتہ اوراق میں ''الولد للفراش وللعاہر الحجر'' کے ضمن میں اشارہ کیا گیا تھا کہ اس کی لغوی تحقیق بعد میں بیان کی جائے گی۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ اس مقام پر ذکر شدہ معنی ومفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے درج ذیل بحث کا مطالعہ فرمایا جائے:

دنیائے اسلام کے مستند عربی لغت ''تاج العروس'' میں درج ہے:

عهر اليها يعهر عهرا (وعاهرها عهارا اتاها ليلا للفجور) ثم غلب على الزنا مطلقا(تاج العروس ج-۳، ص ۴۳۲)

عهر اليها کے معنی ہیں (کہ رات کے وقت اس عورت کے پاس بدکاری کے لئے آیا) پھر اس کا استعمال مطلق طور پر زنا کے لئے غالب ہوا۔

۲۔لسان العرب میں مذکور ہے:

عهر اليها عهرا وعهوارِ اتاها ليلا للفجور ثم غلب على الزنا مطلقا ايما رجل عاهر بحرة او امة اى زنىٰ وفى الحديث: الولد للفراش وللعاهر الحجر؛ العاهر؛ الزانى

(لسان العرب ج-۴ ص ۶۱۲)

عهر اليها اس عورت کے پاس رات کو بدکاری کے واسطے آیا، پھر اس کا استعمال مطلق زنا کے لئے غالب ہوا۔ جس شخص نے آزاد عورت یا لونڈی کے ساتھ بدکاری کی یعنی زنا کیا اور حدیث میں آیا ہے الولد للفراش وللعاهر الحجر؛ العاہر: یعنی زناکار

۳۔نہایہ لابن اثیر میں ذکر ہے:

''الولد للفراش وللعاهر الحجر''العاهر: الزاني ايما رجل عاهر بحرة او امة اى زنى(نهاية،ج-۳، ص ۳۲۶)

الولد للفراش..... العاہر: الزانی: زناکار جس شخص نے آزاد عورت یا لونڈی کے ساتھ ''تعھر'' کیا یعنی زنی کیا۔

۴۔فتح الباری صحیح بخاری میں ہے:

..... وفى ترجمته هنا اشارةً الى انه يرجح قول من اول الحجر هنا بانه الحجر الذى يرجم به الزانى، وقد تقدم مافيه والمراد منه ان الرجم مشروع للزانى بشرطه لا ان على كل من زنى الرجم.

(صحيح بخارى شرح صحيح البخارى، ج-۱۲ ص ۱۰۷)

اس لفظ کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: اس ترجمہ میں یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کا قول راجح قرار دیا جائے گا، جس نے اس مقام پر ''الحجر'' کی تفسیر اس ''حجر'' یعنی پتھر کے ساتھ کی ہے، جس کے ذریعے زنا کار کو رجم کیا جاتا ہے اور اس بارے میں پہلے ذکر ہو چکا اور اس سے مراد یہ ہے، کہ رجم زانی (محصن زانی کے لئے اپنے شروط کے ساتھ مشروع ہے، یہ مطلب نہیں کہ ہر زانی یعنی غیر محصن کے لئے بھی رجم ہے۔ (بلکہ اس کے لئے صرف سو درے ہیں۔)

مندرجہ بالا بحث سے عاہر کے معانی متعین ہو چکے اور خاص کر خطبۂ عرفات یا خطبۂ منی میں مذکور حدیث میں سیاق وسباق کلام سے ''عاہر'' کے مذکور الصدر معانی ہو سکتے ہیں اور آپ e کا یہ خطبہ ۱۰ھ کا ہے اور آخری حج کا ہے، اس سے کوئی فرق نہیں آتا کہ حضور e نے اگر اس قسم کے الفاظ کسی اور موقع پر فرمائے ہوں۔ آخری حج کے خطبہ میں حضور e کے ارشادات گرامی بروایت عمرو بن خارجہ t بحوالہ مسند احمد بن حنبل ج-۴، ص ۲۳۹ فوٹو سٹیٹ کی شکل میں بیان ہذا کے ساتھ منسلک کیا جاتا ہے۔ (وہ روایات ایک ہی مضمون کی ہیں، بندہ نے تین روایات بطور مثال ذیل میں پیش کی ہیں، کیونکہ حضرت مولانا کی پیش کردہ فوٹو کاپی ہمیں مسودہ کے ساتھ نہ مل سکی۔ محمد طفیل کوہاٹی)

عن عمرو بن خارجة، قال: خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على ناقته، وأنا تحت جرانها وهي تقصع بجرتها،

ولعابها يسيل بين كتفي، قال:" إن الله أعطى لكل ذي حق حقه، ولا وصية لوارث والولد للفراش، وللعاهر الحجر، ومن ادعى إلى غير أبيه، أو انتمى إلى غير مواليه، فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل منه صرف ولا عدل "

أن عمرو بن خارجة الخشني،حدثهم: أن النبي صلى الله عليه وسلم خطبهم على راحلته، وإن راحلته لتقصع بجرتها، وإن لعابها ليسيل بين كتفي، فقال: " إن الله قد قسم لكل إنسان نصيبه من الميراث، ولا تجوز وصية لوارث الولد للفراش، وللعاهر الحجر، ألا ومن ادعى إلى غير أبيه، أو تولى غير مواليه، فعليه لعنة الله، والملائكة، والناس أجمعين، لا يقبل الله منه صرفا، ولا عدلا، أو عدلا، ولا صرفا "

عن عمرو بن خارجة، قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو بمنى على راحلته، وإني لتحت جران ناقته، وهي تقصع بجرتها ولعابها يسيل بين كتفي، فقال: " إن الله قد قسم لكل إنسان نصيبه من الميراث، ولا تجوز لوارث وصية، ألا وإن الولد للفراش، وللعاهر الحجر، ألا ومن ادعى إلى غير أبيه، أو تولى غير مواليه رغبة عنهم، فعليه لعنة الله، والملائكة، والناس أجمعين " قال سعيد: وحدثنا مطر، عن شهر، عن عبد الرحمن بن غنم، عن عمرو بن خارجة، عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله، وزاد مطر، في الحديث: " ولا يقبل منه صرف، ولا عدل "

ناسخ ومنسوخ

موضوع کی مناسبت سے مسئلہ نسخ پر بھی روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔قرآن کریم کی واضح آیت سے ثابت ہے کہ قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ کا طریقہ حکمت الٰہیہ نے جاری رکھا، چنانچہ مشہور آیت ہے:

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا١ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [سورۃ البقرۃ]

q:''ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں یا اس (آیت) ہی کو ذہنوں سے فراموش کرتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل کو لے آتے ہیں۔اے معترض کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شئے پر قدرت رکھتے ہیں۔''

اسی طرح جب رسول اللہ e کے زمانے میں آیتیں نازل ہوتیں اور حکمت الٰہی تغیر وتبدل کو پسند فرماتی،تو کفار اعتراض کرتے اور اس کا الزام حضور پاک e کی ذات پر دھرتے۔مثلاً: سورۂ نحل ایک سو ایک ویں آیت میں اللہ تعالیٰ مخالفین کے اعتراض کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

﴿وَ اِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ١ۙ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا١ۙ اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ﴾ [سورۃ النحل: 101]

q:''اور جب ہم کسی آیت کی بجائے دوسری آیت کو بدلتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس کو اتارتا ہے،تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ افتراء کرتے ہیں۔''

اس طرح قرآن میں کئی جگہ پر تغیر وتبدل ہوا اور اس پر لوگوں نے اعتراض کیے،اس نسخ کی نوعیت بقول امام ابوعبداللہ محمد بن حزم المتوفی ۴۵۶ھ تین طرح پر ہوتی تھی:

(فصل) وهو على ثلاثة أنواع

1 - نسخ الخط والحكم عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال

كنا نقرأ سورة تعدل سورة التوبة ما احفظ منها إلا هذه الآية (لو كان لابن آدم واديان من ذهب لابتغى إليهما ثالثا ولو أن له ثالثا لابتغى إليه رابعا ولا يملأ جوف ابن آدم إلا التراب ويتوب الله على من تاب)والثاني نسخ الخط دون الحكم عن عمر رضي الله عنه قال كنا نقرأ (ألا ترغبوا الرغبة عنهما) بمعنى الإعراض عن آبائكم، ومن ذلك (الشيخ والشيخة إذا زنيا فرجموهما البتة نكالا من الله والله عزيز حكيم) معناه المحصن والمحصنة

(الناسخ والمنسوخ لابن حزم ،ج ۱، ص۹)

q:''(فصل)اوراس کی تین قسم ہیں: پہلی قسم نسخ خط اور نسخ حکم ہے۔انس بن مالک t سے روایت ہے کہ ہم ایک سورت پڑھتے تھے جو سورۂ توبہ کی برابر تھی، مجھے اس میں سے ایسی آیت یاد ہے کہ اگر کسی آدمی کے پاس دو وادی ہوں، تیسری کی تلاش میں ہوگا اور اگر تین وادیاں ہوں تو چوتھی کی تلاش میں رہے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو سوائے مٹی کے اور کچھ نہیں بھر سکتا اور اللہ تعالیٰ جس پر چاہے رجوع فرماتا ہے، اور دوسری چیز خط کا نسخ ہے بغیر حکم، حضرت عمر t سے روایت ہے کہ ہم یہ پڑھتے تھے: آپ ان سے بے رغبتی نہ کریں، مطلب ہے، اعراض نہ کریں اپنے والدین سے۔اور ان آیتوں میں ایک یہ بھی ہے: اگر بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کاری کریں تو ان کو سنگسار کریں، اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست، حکمت والے ہیں۔اس کے معنی محصن مرد اور محصن عورت۔

اسی طرح نسخ کی حکمت پر اپنی نادر الوجود کتاب ''الناسخ والمنسوخ'' میں امام ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن سلامۃ المتوفی ۴۱۰ھ تحریر فرماتے ہیں:

(ان معنى خير منها) اى انفع منها لأن الناسخ لايخلو من احدى النعمتين: اما ان يكون اثقل فى الحكم فيكون اوفر فى الاجر

واما ان يكون اخف فى الحكم فيكون اليسر فى العمل.

(كتاب الناسخ و المنسوخ ،ص:۱۰)

q:''(اس سے بہتر کے معنی ہیں:)یعنی اس سے زیادہ نافع، کیونکہ ناسخ دو نعمتوں میں سے ایک نعمت سے خالی نہیں ہوتا، یا تو حکم میں اس سے زیادہ سخت ہوگا تو اس کا اجر بڑھ کر ہوگا، اور یا حکم میں نرم ہوگا، تو عمل میں آسان ہوگا۔''

اس طرح قرآن کریم میں ایک آیت نازل ہوئی جس کے الفاظ یہ تھے: الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموها البتة

[یہ آیت نبی انور e پر نازل ہوئی، بقول اقرأ الصحابۃ ابی بن کعب پڑھی جاتی رہی، اس کے حکم پر عمل بھی جاری ہوگیا اور بقول زید بن ثابت t (کاتب وحی) حضور انور e سے سنی اور یاد رکھی، اسی طرح عبادہ بن صامت t اور عجاء سے بھی یہ آیت ثابت ہے اور سب سے بڑھ کر عمر بن الخطاب نے اپنے ایک عظیم الشان خطبے میں اس کا ذکر کیا، جس کا اعلان وہ آخری حج میں کرنا چاہتے تھے، لیکن عبدالرحمن بن عوف t کے مشورے پر مدینہ طیبہ میں آکر کیا۔اس روایت کو مدنی صحابہ کے اس عظیم مستند اور قابل حجت طبقہ نے سنا اور اس کی تردید نہ کرکے، سکوت سے اثبات اقراری کرکے صحابہ کا اس پر اجماع ثابت کردیا۔

تفصیلات کے لئے فتح الباری صفحہ (ج:۱۲ص:۹۸ سے ۱۲۰) تک دیکھی جائے۔یہاں اس کی صرف عبارتیں نقل کرتے ہیں:

وقال ابن بطال اجمع الصحابة وائمه الامصار على ان المحصن اذا زنىٰ عامدا عالما مختارا فعليه الرجم و دفع ذلك الخوارج وبعض المعتزلة واعتلوا بان الرجم لم يذكر فى القرآن وحكاه ابن العربى عن طائفة من اهل المغرب لقيهم وهم من بقايا الخوارج واحتج الجمهور بأن النبي صلى الله عليه وسلم رجم وكذلك الأئمة بعده

ولذلك أشار علي رضي الله عنه بقوله في أول أحاديث الباب ورجمتها بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم وثبت في صحيح مسلم عن عبادة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا الثيب بالثيب الرجم وسيأتي في باب رجم الحبلى من الزنا من حديث عمر أنه خطب فقال إن الله بعث محمدا بالحق وأنزل عليه القرآن فكان مما أنزل آية الرجم(فتح الباری ج ۱۲، ص: ۹۸)

q:''ابن بطال کہتے ہیں کہ صحابہ اور شہروں کے ائمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب محصن جان بوجھ کر زنا کرے تو اس پر رجم کی سزا جاری ہوگی اور اس بات کو بعض معتزلہ اور خوارج نے ٹھکرایا ہے اور انہوں نے یہ وجہ بتائی ہے کہ رجم کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور یہ بات ابن عربی نے اہل مغرب کے ایک گروہ سے نقل کی ہے اور وہ خوارج کے بچے کھچے لوگ تھے اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم e نے رجم کیا اور اس طرح آپ e کے بعد ائمہ نے کیا اور اس طرح احادیث باب کے شروع میں حضرت علی t نے اشارہ کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ e کی سنت کے موافق رجم کیا اور صحیح مسلم میں حضرت عبادہ t سے روایت ثابت ہے کہ نبی کریم e نے فرمایا کہ مجھ سے لے لو، بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ (عورتوں) کے لئے راہ تجویز کر لی۔ شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو اس کی سزا رجم ہے اور اس کا بیان باب (باب رجم الحبلی من الزنا) میں آئے گا۔ حدیث عمر t میں ہے کہ حضرت عمر t نے خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد e کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ e پر قرآن اتارا، نازل شدہ آیتوں میں ایک آیت رجم کی بھی تھی۔''

حافظ ابن حجر a کی اس عبارت سے اس آیت کا منسوخ التلاوۃ ہونے کے باوجود قابل عمل ہونے کی حکمت واضح ہوگئی۔ اس سے بڑھ کر علامہ ابن کثیر a نے آیت: فانکح من آیۃ او نسہا الخ کے تحت قابل دید بحث کی ہے، جس سے وہ شکوک وشبہات جو بعض ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں، رفع ہو

جاتے ہیں ہماری اس طویل بحث کا مقصود یہ ہے کہ قرآن کریم کی ترتیب نزول اور طریقہ تنزیل کو سامنے رکھتے ہوئے کسی آیت کی تلاوت منسوخ ہوجانا اور اس کے حکم کا باقی رہ جانا قابل تعجب بات نہیں اور یہ چیز پہلی سماوی شریعتوں میں بھی جاری رہی ہے اور بقول علامہ ابن کثیر a:

والمسلمون كلهم متفقون على جواز النسخ فى احكام الله تعالىٰ لما له فى ذلك من الحكمة البالغة وكلهم قالوا بوقوعه.

(تفسیر ابن کثیر، ج: ۱، ص: ۱۵۱)

q:''تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام میں نسخ کے جواز پر متفق ہیں کیونکہ اس میں حکمت بالغہ ہے اور تمام نے اس کے وقوع کے بارے میں اقرار کیا ہے۔''

اس بحث کو ختم کرنے سے پیشتر ہم برملا اور بے محابا اس چیز کو ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ آیت گھڑی نہیں گئی اور امت کے جملہ اعیان وائمہ وعلماء ومشائخ، فقہا، ومحدثین نے اسے حقیقت سمجھا ہے۔ (سوائے چند خوارج اور ایک معمولی طبقہ کے، جو اس کے ثبوت کے قائل نہیں ہیں۔)

اس لئے اگر سورۂ نساء کی آیت ۱۵ کی تفسیر اور سورۂ نور کی دوسری آیت اور آٹھویں آیت کی تخصیص وتقریر اگر اس آیت سے مان لی جائے تو فقہی اصولوں کے ماتحت کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ اس لئے بندہ یہ عرض کرتا ہے محولہ بالا منسوخ التلاوت آیت پر عمل امت کے اجماعی ذہن وفکر اور دینی روایت کے خلاف نہیں، اس لئے اسے یکسر نظر انداز کر دینا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ (واللہ اعلم وہو الموفق والمعین)

یہ بات ثابت ہو چکی ہے، کہ رجم کے واقعات سورۂ نور کے نزول کے بعد نبی انور e کے حکم کے حکم مطابق وقوع پذیر ہوئے اب یا تو اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ رسول اللہ e کا عمل قرآن کی صحیح فہم اور خداوند قدوس کے حکم کے مطابق تھا۔ یا العیاذ باللہ خاکم بدہن حضور انور e نے قرآن کریم کو یا سمجھا نہیں یا سمجھ کر اس کے خلاف کیا۔ ظاہر ہے کہ ایک مسلمان جان بوجھ کر ایک لمحے کے لئے بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ e نے قرآن کریم کے خلاف یا قرآن کو نہ سمجھتے ہوئے رجم کا حکم دیا ہوگا۔ اس صورت میں یہ بات لازم آتی ہے کہ رجم کا حکم حضور e نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قرآن کو سوچ

سمجھ کر دیا۔ اور عین منشاء خداوندی کے مطابق رسول اللہ e کا عمل تھا کہ آپ e قرآن کریم کے مطابق کوئی کام اپنے نفس کی خواہش سے نہیں کرتے تھے، اس طرح ہمارا یہ مدعا ثابت ہوجاتا ہے کہ رجم کی سزا عین قرآن کے مطابق ہے۔

نیز نبی انور e سے چالیس مشہور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جن میں سیدنا ابوبکر t، حضرت عمر t، حضرت علی t، حضرت عثمان t، حضرت زید بن ثابت t، حضرت ابی بن کعب t، حضرت عبداللہ بن مسعود t، حضرت عبداللہ بن عباس t، حضرت عبدالرحمن بن عوف t وغیرہ جیسے عظیم صحابہ y شامل ہیں۔ جن کی روایات بندہ نے اس محضر نامہ میں پیش کی ہیں۔ مزید برآں ائمہ اربعہ اور ہر دور کے اساطین کے علماء کے اقوال رجم کے مطابق میں مثالاً نقل کر دیئے ہیں۔ وقت کی گنجائش نہیں ورنہ ایک عظیم ذخیرہ مزید پیش کیا جا سکتا تھا۔

غرض قرآن وسنت، اجماع صحابہ، اجماع امت اور ہر دور کے فقہا، اور علماء رجم کی حقانیت پر شاہد عدل ہیں، اس لئے بندہ عدالت عالیہ سے درخواست کرتا ہے، کہ ہماری ان معروضات پر مہدردانہ غور فرماتے ہوئے امت کے اس اجماعی فیصلہ کو متنازع فیہ نہ بنایا جائے اور رجم کی جو دفعات حدود کے آرڈیننس میں اب تک چلی آرہی ہیں، انہیں باقی رکھا جائے، بلکہ عملاً فوری طور پر ان کا اجراء کیا جائے، اور ان کے خلاف جو درخواستیں دائر کی گئی ہیں، ان کو خارج کیا جائے۔

حد اور تعزیر

حد اور تعزیر دو لفظ ہیں، جو اپنے خاص لغوی معانی کے حامل ہیں، بعض علوم میں ان الفاظ کے لغوی معانی کی خصوصیات اور خصائص کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے دوسرے معانی مقرر ہوئے اور ان دوسرے ''نو اختیار کردہ'' معانی کے لحاظ سے وہ اس خاص علم یا علوم کے مصطلحات بن گئے، اب ان علوم کی ''حدود و دوائر'' میں ان کے وہی معانی لئے جائیں گے جو مقرر ہو چکے اور ان علوم سے غیر متعلق معانی مراد نہیں لئے جا سکتے۔

حد اور تعزیر کے الفاظ کو شریعت اسلامیہ نے خاص معانی میں استعمال کر کے، ان کے لئے خاص معانی اور مفاہیم مقرر کیے۔ شریعت اسلامیہ سے متعلق جس وقت اور جس جگہ بھی ان الفاظ کے استعمال و اطلاق کا موقع ہوگا، ان سے وہی معانی مراد ہوں گے، جو شریعت نے ان کے لئے مقرر کیے۔ اب لغوی معانی کے ساتھ ساتھ دیگر علوم اور دیگر قوانین کے نو اختیار کردہ معانی بھی مراد نہیں لئے جا سکتے۔

اب چونکہ حد اور تعزیر اسلامی اصطلاحی الفاظ بن چکے ہیں، تو ان سے شرعی مسائل پر بحث کرتے وقت وہی معانی مراد ہوتے ہیں، جو شریعت مطہرہ نے ان کے لیے مقرر کر دیئے ہیں، اس لحاظ سے حد اور تعزیر کے متعلق بطور شرعی اصطلاحات بحث کی جاتی ہے۔

چونکہ اصطلاحی معانی کے سمجھنے کے لیے لغوی معانی کا سمجھنا بھی مفید ہے، لہٰذا ان سے بحث کرنے سے پہلے ان الفاظ کے لغوی معانی بیان کیے جاتے ہیں۔ ان ضمن میں آسانی کے لئے بحث کو چند حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، ترتیب کچھ اس طور پر ہوگی:

(الف)

B حد کی تعریف لغت میں۔

C حد کی تعریف شریعت میں۔

D حد کے خصائص وخصوصیات از روئے شریعت۔

E حد کی اقسام۔

F اقامت حد کا اختیار کس کو ہے؟

(ب)

B تعزیر کی لغوی تعریف

C تعزیر کی شرعی تعریف

D تعزیر کے شرعی خصائص

E تعزیر کے درجات

F اقامت تعزیر کا اختیار کس کو ہے؟

(ج) حد اور تعزیر میں فرق

(د) آیا حد اور تعزیر کا تبادلِ باہمی ممکن ہے؟

اب مندرجہ بالا عرض گذاشت کی روشنی میں درج ذیل سطور پیش خدمت ہیں:

B ''حد'' کی لغوی تعریف: حد لغت عرب میں منع کرنے اور باز رکھنے کو کہتے ہیں، دروازے پر بیٹھ کر، لوگوں کو مکان کے اندر جا گھسنے سے لوگوں کو منع کرنے والے کو عربی میں ''حداد'' کہتے ہیں اور یہ اس لئے کہ وہ لوگوں کو ''اندر'' جانے سے روکتا ہے۔

C جیل اور قید خانہ کے دروازے کے چوکیدار کو بھی ''حداد'' کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ جیل کے اندر لوگوں کو ''باہر'' نکلنے سے روکتا ہے۔

D مذکورہ معانی کی روشنی میں جامع و مانع لفظ کو بھی عربی زبان ''حد'' کہتے ہیں۔

E جرائم پر جو سزائیں مرتب ہوتی ہیں، ان کو بھی ''حدود'' کہتے ہیں کیونکہ یہ سزائیں ان جرائم کے ارتکاب کرنے سے باز رکھنے کا باعث بنتی ہیں۔

مذکورہ توضیح کے ضمن میں تائیداً بعض مستند کتب کی عبارات پیش کی جاتی ہیں:

B فقہ کی مشہور و متداول کتاب ''الدر المختار'' میں حد کی لغوی تعریف کے ضمن میں درج ہے:

''الحد'' لغة المنع (الدر المختار علی حاشیة ردالمحتار ج-۴،۲ص۱۵)

q: ''حد کے معنی لغت کے لحاظ سے منع کرنے کے ہیں۔''

C تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

الحد فی اللغة المنع ومنه سمی البواب حداد لمنعه الناس عن الدخول (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج-۳، ص۱۶۳)

q: ''حد کے معنی لغت میں ''منع کرنا'' کے ہیں اور اسی لیے دربان کو بواب کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کے اندر داخل ہونے سے منع کرتا ہے۔''

D الحد فی اللغة عبارة عن المنع ومنه سمی البواب حداد لمنعه الناس من الدخول. (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج-۷ ص۳۳)

q: ''حد لغت میں منع کرنے سے عبارت ہے اور اسی لئے دربان کو حداد کا نام دیا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو اندر جانے سے روکتا ہے۔

E عبدالقادر عودہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

الحد لغة: هو المنع '' (التشریع الجنائی الاسلامی، ص۳۴۴)

q: ''حد کے معنی از روئے لغت منع کرنے کے ہیں۔''

F اوجز المسالک ''شرح مؤطا امام مالک'' میں بحوالہ ''ہدایہ'' مذکور ہے:

وفی الهدایة الحد لغة المنع ومنه الحداد للبواب.

(اوجز المسالك، ج-۲ ص۲-۱)

q: ''اور ہدایہ میں ہے کہ حد کے معانی از روئے لغت منع کرنے کے ہیں اور اسی سے دربان کو حداد کہتے ہیں۔''

G الحد فی اللغة عبارة عن المنع، ومنه یسمی البواب حدادا لمنعه الناس من الدخول، ویقال حده عن کذا، منعه ویسمی السجان حدادا لأنه یمنع من فی السجن من الخروج وسمی اللفظ الجامع المانع حدا لأنه یجمع معنی الشئی ویمنع دخول غیره فیه وسمیت العقوبات حدودا لکونها مانعة من ارتکاب اسبابها. (الحد والتعزیر، لاحمد فتحی، ص۹)

q: ''حد لغت کے لحاظ سے منع کرنے سے عبارت ہے اور اسی سے دربان کو حداد کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو داخل ہونے سے روکتا ہے اور کہا جاتا ہے: ''حدہ عن کذا'' یعنی اس سے منع کیا اور جیل کے دروازے کے چوکیدار کو بھی حداد کہتے ہیں کیونکہ وہ جیل کے اندر کے لوگوں کو باہر نکلنے سے روکتا ہے اور

لفظ جامع و مانع کو بھی حد کہتے ہیں کہ وہ اپنے اندر کسی چیز کے معنی لیے ہوتا ہے اور خارج سے کسی معنی کے اندر آنے سے مانع ہوتا ہے اور سزاؤں کو بھی حدود کہتے ہیں کیونکہ وہ ان جرائم کے ارتکاب کے اسباب سے مانع ہوتی ہیں۔''

آخر میں دنیائے اسلام کی مشہور ترین لغت ''تاج العروس'' سے حد کی لغوی تعریف نقل کر کے ''حد کی شرعی تعریف'' بیان کی جاتی ہے:

محمد مرتضی الزبیدی اپنی شہرۂ آفاق ''تاج العروس'' میں حد کی لغوی تعریف میں لکھتے ہیں:

الحد (الدفع والمنع) و حد الرجل عن الامر يحده حدا منعه وحبسه تقول حددت فلانا عن الشر اى منعته وهذا امر حدد منيع حرام لا يحل ارتكابه (و) الحد (تأديب المذنب) كالسارق والزانى وغيرهما(تاج العروس، ج-۲، ص:۳۳۱)

q: ''حد کے معنی (دفع کرنا اور منع کرنا) وحد الرجل عن الامر آدمی کو کام سے منع کیا اور قید کیا۔ تم کہتے ہو: حددت فلانا عن الشئ، میں نے فلان کو شر سے منع کیا۔ اور یہ امر ممنوع ہے اس کا ارتکاب جائز نہیں اور ''حد'' کے معنی ہیں۔ گناہ گار کی تادیب کرنا، جیسے سارق اور زانی کی تادیب۔

حد کی شرعی تعریف:

B الحد: لغة المنع وشرعا: (عقوبة مقدرة وجبت حقا لله تعالىٰ) زجرا.(الدر المختار على حاشية ردالمحتار ،ج-۴،۲ھل)

q: ''حد کے معنی از روئے لغت باز رکھنے کے ہیں اور از روئے شریعت اس کے معنی ہیں:

(وہ عقوبت جو مقرر شدہ ہو اور بطور حق اللہ واجب ہو) تاکہ باعث باز رہنے کا بنے۔

C وقد عرف الفقهاء الحد بأنه عقوبة مقدرة حقا لله تعالىٰ.

(كتاب الفقه على المذاهب الاربعة لعبدالرحمن الجزرى، ج-۵، ص:۱۸)

q: ''فقہاء نے ''حد'' کی تعریف کی ہے کہ ''یہ ایک مقرر کردہ عقوبت ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کے

طور پر مقرر کی گئی ہے۔''

آگے چل کر لکھتے ہیں:

الحنفية قالوا: ان الحدود ماثبتت بالقرآن وهى خمسة

(كتاب الفقه على مذاهب الاربعة، ج-۵ ،ص۸)

D تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

الحد ..... وفى الشرع اسم لعقوبة مقدرة تجب حقا لله تعالىٰ

(تبيين الحقائق، ج-۳، ص۱۶۳)

q: ''حد..... اور شرع میں ایک مقرر شدہ عقوبت کا نام ہے جو بطور اللہ تعالیٰ کے حق کے واجب ہو.....''

E بدائع الصنائع میں درج ہے:

الحد ..... و فى الشرع عبارة عن عقوبة مقدرة واجبة حقا لله تعالىٰ ..... (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج-۷، ص۳۳)

F تعريف الحد ..... واصطلاحا: هو العقوبة المقدرة حقا لله تعالىٰ.(التشريع الجنائى الاسلامى، ص۳۴۴)

q: ''تعریف حد اور اصطلاح میں حد کی تعریف ہے کہ ''یہ مقرر شدہ عقوبت ہے جو بطور حق اللہ (واجب) ہو۔''

H ''عين الهدايه'' ''ترجمہ ہدایہ'' کے کتاب الحدود میں مذکور ہے:

q: ''اور شریعت میں حد ایک ایسی سزا ہے جو خالص حق اسی کے واسطے مقدر کر دی گئی ہے۔''

(عين الهداية ج-۲، ص۴۴۲)

I ''الحد والتعزیر'' تالیف احمد بھٹی میں ہے:

والحد فى الشرع عبارة عن عقوبة مقدرة واجبة حقا لله تعالىٰ

عز شانه.(الحد والتعزير ،ص۹)

q:''اور حد شریعت میں اس عقوبت سے عبارت ہے جو مقرر شدہ ہو اور اللہ تعالیٰ عز شانہ کے حق کے طور پر واجب ہو۔''

''حد'' کی شرعی تعریف کے سلسلے میں (۱) سے لے کر (۷) تک تمام حوالہ جات کو بغور مطالعہ کرنے سے حد کی اصطلاحی تعریف کے سلسلے میں درج ذیل امور منظر عام پر آجاتے ہیں:

تعریف ''حد'' کے ضمن میں جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں، ان میں سے ہر ایک مقصود ہے جس کی وضاحت وتحلیل درج ذیل ہے:

(العقوبة مقدرة حقا لله تعالىٰ)

(ا)۔عقوبت سے مراد ہے کہ یہ حدود محض سزائیں ہیں:

(ب)۔لفظ ''مقدرۃ'' کا مطلب ہے کہ یہ سزائیں ایسی ہے کہ شارع نے کمیت اور کیفیت ہر دو لحاظ سے خود اس کی تحدید اور حد بندی کی ہوتی ہے، کسی انسان کو اس میں کمیت وکیفیت کے لحاظ سے کمی و بیشی کا حق حاصل نہیں (اور یہی وجہ ہے کہ تعزیر کو حد نہیں کہتے۔)

(ج) ''حقا للہ تعالیٰ'' کے لفظ کا اضافہ اس لئے ہے کہ یہ سزا بطور حق اللہ واجب ہے اور حق العبد، جس جرم میں متعلق ہو، اس جرم کی سزا اس سے خارج ہو جاتی ہے، یہی سبب ہے کہ قصاص میں چونکہ حق العبد شامل ہے، لہٰذا اسے حد میں شمار نہیں کرتے، اگرچہ اس کی سزا بھی شرعاً مقرر شدہ ہے۔

مذکورہ تحلیل (Analysis) کی تائید میں حسب ذیل عبارات کا نقل کی جاتی ہیں:

۱. هو ومعنى ان التوبة مقدرة ان الشارع عين نوعها وحدد مقدارها ولم يترك اختيارها او تقديرها لولى الامر او القاضى.

(التشريع الجنائى الاسلامى،ص۳۴)

q:''اور اس کا مطلب کہ ''عقوبت مقرر شدہ یہ ہے کہ شارع نے اس کے نوع کو متعین فرمایا ہے، اور اس کی مقدار کی حد بندی کی ہے اور اس کا اختیار یا اس کا مقرر کرنا، ولی امر یا قاضی کے اختیار میں نہیں

چھوڑا۔''

۲. وكلمة مقدرة مقصود بها ان الشارع حدد كمها وكيفها فقلنا بخلاف التعزير.(الحد و التعزير،ص:۹)

q:''اور لفظ ''مقدرۃ'' کا مطلب ہے کہ شارع نے تعزیر کے برعکس اس کی کمیت اور کیفیت کو خود مقرر فرمایا ہے۔''

درج بالا گذارشات کی روشنی میں اب حد کے خصائص بیان کیے جاتے ہیں۔

ا۔تمام حدود اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں، حق اللہ کے پہچاننے کا طریقہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس سزا کے ساقط کرنے کا حق بندے کو نہ ہو، تو وہ حق اللہ ہے، حق العبد نہیں۔ ملاحظہ:

وكل ماليس للعبد اسقاطه فهو الذى يعنى فانه حق الله تعالىٰ.

(الحد والتعزير ،ص۱۸)

ترجمہ:''ہر وہ چیز جس کے ساقط کرنے کا بندہ کو حق نہ ہو، تو وہ حق اللہ ہے۔''

(۲) دوسری اہم خصوصیت حد کی یہ ہے:

کہ جو سزا شرعاً بطور حد مقرر ہو چکی ہے، تو مستحق سزا کو نہ اس سے زیادہ سزا دی جا سکتی ہے اور نہ کم بلکہ مقرر شدہ سزا ہی دی جائے گی۔

جس کی طرف کتاب ''الحد والتعزير'' میں ان الفاظ کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے:

''فاذا ثبت الحد على المتهم فان العقوبة توقع عليه بالتحديد الذى عليه الشارع لا اقل ولا اكثر (الحد والتعزير،ص۱۹)

q:''جب کسی ملزم پر حد ثابت ہو، تو اس کو انہی حدود کے اندر سزا دی جائے گی جو شارع نے مقرر کی ہے، نہ زیادہ اور نہ کم۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے:

کہ حد کا قائم کرنا حاکم وقت یا اس کی طرف سے مقرر کردہ شخص کا کام ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) فمتى علم الحاكم بمجرم استحق عقوبة الحد فانه يجب عليه التنفيذ. (الفقه على المذاهب الاربعة، ج-۵، ص۹۱-۹)

q:''جب حاکم کو کسی ایسے مجرم کا علم ہوجائے جو حد کی سزا کا مستحق ہو، تو اس حاکم پر اس حد کا نفاذ واجب ہے۔''

(ب)''الحد والتعزیر'' میں ہے:

ولا يقيم الحدود الا الامام او من لايفوض اليه الامام لانه لم يقم حد على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم الا باذنه ولا فى ايام الخلفاء الا باذنهم (الحد والتعزير ،ص۲۷)

q:''اقامت حدود کا فریضہ امام (حاکم وقت) ہی ادا کرے گا، یا وہ شخص ادا کرے گا جس کو امام (حاکم) یہ فریضہ سپرد کرے گا کیونکہ عہد نبوی e میں کوئی ''حد'' رسول اللہ e کے اذن کے بغیر قائم نہیں ہوئی اور نہ خلفاء کے زمانے ان کی اجازت کے بغیر قائم ہوئی۔

(۴) چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ حدود میں بوجہ رق (غلامی) تنصیف ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ آزاد کے لئے جو ''حد'' مقرر ہوچکی ہے، غلام کو اس کی آدھی سزا ہوگی۔

(۵) حدود کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مواخذہ کسی اور کو منتقل نہیں ہوتا، جس شخص نے جرم کیا ہو، سزا اس کو ملے گی، چاہے قرابت ورشتہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو۔ سزائیں چاہے حدود ہوں یا تعزیری سزائیں ہوں، مجرم کے ورثاء کو منتقل نہیں ہوسکتیں کہ موت کے بعد ان کو پکڑا جائے؟ جیسا کہ ذرج ذیل عبارت سے ظاہر ہے:

فالعقوبات حدودا ام تعزيرا لا تنتقل الى ورثة الجانى يعاقبون مكانه بعد موته و لا الى ورثة المجنى عليه يطالبون باستيفاءها بعد موت مورثهم اذا ان استيفاءها مفوض للامام لا للمجنى عليه ولا لورثته.(الحد والتعزير،ص۵۱)

q:''عقوبات چاہے حدود ہوں یا کہ تعزیرات، مجرم کی موت پر اس کے وارثوں کو منتقل نہیں ہوسکتیں کہ مجرم کی موت کے بعد ان کو سزا دی جائے اور نہ یہ حق اس شخص کے ورثاء کو منتقل ہوسکتا ہے جس پر کہ ظلم ہوا کہ اب اس کے ورثاء مطالبہ کرنا شروع کردیں، کیونکہ ان حدود کا قائم کرنا حاکم ہی کے سپرد ہے نہ کہ مجنی علیہ کو (یعنی جس کی حق تلفی ہوئی ہو اس کو یا اس کے ورثاء کو۔)

(۶) حدود کی چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صلح، معافی اور سفارش نہیں چل سکتی۔ جب حاکم کو معاملہ پہنچ جائے، تو پھر اس میں سفارش، یا عفو، یا صلح کچھ جائز نہیں، ملاحظہ ہو:

(ا) الحد فلا تجوز فيه الشفاعة فيه بعد الوصول للحاكم

(الدرالمختار، ج-۲، ص۱۵۱، على حاشية ردالمحتار)

q:''حاکم تک پہنچ جانے کے بعد ''حد'' میں سفارش جائز نہیں۔''

(ب) فمتى علم الحاكم بمجرم استحق عقوبة الحد، فانه يجب عليه التنفيذ، ولا يملك العفو عنه.

(الفقه على المذاهب الاربعة، ج-۵، ص۹۱)

q:''جب حاکم کو کسی حد کی سزا کے مستحق مجرم کا علم ہوجائے، تو اس پر حد کا نافذ کرنا واجب ہے اور اس کو معاف کرنا اب حاکم کے اختیار میں نہیں۔''

(۷)''حد'' کی ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ جب بھی کسی کے جرم کے اثبات میں شبہ ہو، تو اس کا فائدہ مجرم ہی کو ملے گا، حدود چونکہ سخت ترین سزائیں ہیں، اس کے اثبات کے لئے شارع نے احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے اور جرم کے اثبات کے عام طریقوں کی راہ اس میں اختیار نہیں کی گئی بلکہ قاعدہ وضع کیا کہ ''شبہات سے حدود ساقط ہوجاتی ہیں!'' چنانچہ سخت ترین اور جرم کے اثبات کے عام طریقوں کی راہ اس میں اختیار نہیں کی گئی بلکہ قاعدہ منع کیا کہ ''شبہات سے حدود ساقط ہوجاتی ہیں!'' چنانچہ قاعدہ کلیہ کے طور پر مذکور ہے:

(۱) الحدود تدرأ بالشبهات

q:''حدود شبہات سے ساقط ہوجاتی ہیں۔''

(۲) نظرا لأن الحدود عقوبات شديدة فقد احتاط الشارع لاثباتها على المتهم وخرج بذلك على قواعده العامة فى الاثبات و وضع قاعدة رئيسة هامة هى درء الحدود بالشبهات.

(الحد والتعزير، ص۶۶)

q:''اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ حدود سخت سزائیں ہیں، شارع نے ملزم پر اثبات جرم کے واسطے احتیاط کی ہے اور اس میں اثبات جرم کے عام طریقوں کو چھوڑا اور ایک بڑا قاعدہ وضع کیا کہ ''حدود شبہات سے ساقط ہوجاتے ہیں۔''

(۳) حضور اکرم e کا ارشاد گرامی ہے:

''ادرءوا الحدود بالشبهات اخرجه ابن عدى فى جزء له من حديث ابن عباس. (الحد والتعزير، ص۶۹)

q:''شبہات سے حدود کو ساقط کردیا کرو۔''

(۴) واخرج ابن ماجة من حديث ابى هريرة ادفعوا الحدود ما استطعتم. (الحد والتعزير، ص۶۹)

q:''ابن ماجہ نے تخریج کرتے ہوئے حضرت ابوہریرہ t کی حدیث روایت کی ہے کہ ''تم سے جس قدر ہوسکے حدود کو ساقط کردیا کرو۔''

(۵) واخرج الترمذى والحاكم والبيهقى من حديث عائشة: ادرءوا الحدود عن المسلمين مااستطعتم، فان وجدتم للمسلم مخرجا فخلوا سبيله (الحد والتعزير،ص۶۹)

q:''ترمذی، حاکم اور بیہقی نے حضرت عائشہ r سے روایت کی ہے کہ ''تم سے جتنا ہوسکے مسلمانوں سے حدود کو ساقط کرلیا کرو۔ اگر تم کسی مسلمان کے لئے حد سے بچ نکلنے کی کوئی سبیل پاؤ تو اس کو

چھوڑ دیا کرو۔''

حد کے لغوی اور شرعی معانی اور اسلامی شریعت میں حد کی خصوصیات کا اجمالی و مختصر تذکرہ کرنے کے بعد اب اس کی قسمیں بیان کی جاتی ہیں:

حدود پانچ ہیں: حد سرقہ، حد زنا، حد شراب، حد قذف، حد قطاع الطریق۔

ان حدود کے انواع واقسام کے بارے میں ''بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع'' میں مذکور ہے:

(۱) فنقول الحدود خمسة انواع حد السرقة وحد الزنا وحد الشرب وحد السكر وحد القذف واما حد الزنا فنوعان جلد و رجم وسبب وجوب كل واحد منهما و هو الزنا وانما يختلفان فى الشرط و هو الاحصان فالاحصان شرط لوجوب الرجم وليس بشرط لوجوب الجلد

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج-۷، ص۳۳)

q:''ہم کہتے ہیں کہ حدود پانچ ہیں: حد سرقہ، حد زنا، حد شراب، حد نشہ، حد قذف! حد زنا کے دو نوع ہیں: جلد اور رجم، اور ان میں سے ہر ایک کے وجوب کا سبب زنا ہے اور ہر دو شرط میں مختلف ہیں اور وہ شرط احصان ہے، پس احصان رجم کے وجوب کے واسطے شرط ہے اور جلد کے لئے شرط نہیں۔''

(۲) الحنفية: قالوا: ان الحدود ماثبت بالقرآن الكريم وهى خمسة فقط:

الاول حد الزنا

الثانى حد السرقة

الثالث حد شرب الخمر

الرابع حد قطاع الطريق

الخامس حد القذف (كتاب الفقة على المذاهب الاربعة)

q:''احناف کہتے ہیں کہ حدود وہ ہیں جو قرآن سے ثابت ہوں اور یہ پانچ ہیں:

۱۔حدزنا۔

۲۔حدسرقہ۔

۳۔شراب خوری۔

۴۔حدرہزنی۔

۵۔حدقذف۔''

(۳)فتاوی قاضی خان میں درج ہے:

الحدود خمسة حد الزنا وحد الشرب وحد القذف وحد السرقه وحد قطع الطريق.

(فتاوى قاضى خان برحاشيه فتاوى عالمگيريه ج-۳، ص ۴۶۷)

q:''حدود پانچ ہیں: حدزنا،حدشراب،حدقذف،حدسرقہ،حدراہزنی۔''

وكما سبق القول سميت العقوبات حدودا لكونها مانعة من ارتكاب اسبابها الا ان المعنى الذى استقر للحد هو للحدود التى حددت الشريعة عقوباتها وهى السرقه، وقطع الطريق، الزنا، القذف شرب الخمر والسكر منها (الحد والتعزير،ص ۱۶-۱۵)

q:''اور جیسا کہ مذکور ہوا،سزاؤں کو حدود اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ان (سزاؤں) کے ارتکاب کے اسباب سے مانع ہوتی ہیں،مگر وہ معنی جو حد کے واسطے مستقلاً مقرر ہو چکا ہے،وہ وہ ہے،جو ان حدود کے واسطے ہے،جن کے لئے شریعت نے سزائیں مقرر کی ہوئی ہیں۔''

حد کے اقسام اور انواع کے ذکر کے بعد عرض ہے کہ ان حدود کے قائم اور نافذ کرنے کا حق صرف اور صرف سلطان یا اس کے مقرر کردہ شخص کے اختیار میں ہے:ذیل میں ایک دو دلیلیں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) ان الحدود الى الامام ويؤيده مارواه الطحاوى عن مسلم

بن يسار قال كان ابوعبدالله رجل من الصحابة يقول الزكاة والحدود والفئى و الجمعة الى السلطان

(احكام القرآن الملقب به دلائل القرآن على مسائل النعمان للتهانوى ج۲، ص ۱۲۹)

q:''حدود کے نفاذ کا اختیار امام یعنی حاکم وقت کو ہے،اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے، جسے امام طحاوی نے مسلم بن یسار سے روایت کیا ہے،وہ کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ صحابہ میں سے ایک تھے فرماتے ہیں کہ زکاۃ،حدود،غنیمت اور جمعہ کے احکام کا نفاذ واجرا،سلطان کا اختیار ہے۔''

(۲)بدائع الصنائع میں مذکور ہے:

(فصل) واما شرائط جواز اقامتها فمنها مايعم الحدود كلها ومنها ما يخص البعض دون البعض اما الذى يعم الحدود كلها فهو الامامة وهو ان يكون المقيم للحد هو الامام او من ولاه الامام..... (بدائع الصنائع، ج-۷ ،ص۵۷)

q:''(فصل) اقامت حدود کے جواز کے شرائط میں سے بعض ایسے ہیں جو تمام حدود کو عام وشامل ہیں اور بعض وہ ہیں جو بعض حدود کے ساتھ خاص ہیں،وہ شرط جو تمام حدود کے واسطے عام ہے،وہ امامت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ حد کو قائم کرنے والا صرف امام (حاکم سلطان) ہی ہوگا یا وہ شخص ہوگا جس کو بادشاہ ہی مقرر کرے۔''

(۳) ولا يقيم الحدود الا الامام او من يفوض اليه الامام لأنه لم يقم حد على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم الا باذنه ولا فى ايام الخلفاء الا باذنهم..... (الحد والتعزير،ص۲۷)

q:''اقامت حدود کا کام صرف امام ہی سرانجام دے گا یا وہ شخص سرانجام دے گا جسے امام (بادشاہ) مقرر کرے کیونکہ رسول اللہ e کے زمانے کوئی حد بھی حضور e کے اذن کے بغیر قائم نہیں کی گئی اور نہ خلفاء کے زمانے میں ان کی اجازت کے بغیر کسی حد کا نفاذ ہوا۔''

تعزیر

حدود کی بحث کے بعد اب تعزیر کے متعلق عرض کیا جاتا ہے۔ سب نے پہلے تعزیر کے لغوی اور شرعی معانی ذکر کیے جاتے ہیں، بعد ازاں تعزیر کے دیگر پہلوؤں پر بحث کی جاتی ہے۔

تعزیر کے لغوی معانی:

(۱) النهاية: لابن اثير:

واصل التعزير: المنع والرد، فكأن من نصرته، قد رودت عنه اعداءه ومنعتهم من اذاه، ولهذا قيل للتأديب الذى هو دون الحد تعزير، لأنه يمنع الجانى ان يعاود الذنب.

(النهاية ج-۳، ص: ۲۲۸)

q: ''اور تعزیر کا اصل ہے: منع کرنا، رد کرنا، گویا جس کی تم نے مدد کی، اس سے تم نے دشمنوں کو دفع کیا اور ان کو اس کی اذیت سے بچایا، اور اس لئے اس تأدیب کو جو حد سے کم ہو، تعزیر کہتے ہیں، کیونکہ یہ مجرم کو دوبارہ ارتکاب گناہ سے روکتا ہے۔

(۲) لسان العرب:

عزر: العزر: اللوم

العزر والتعزير ضرب دون الحد لمنعه الجانى من المعاودة وقيل سو اشد الضرب العزر المنع قال الازهرى وحديث سعد يدل على ان التعزير هو التوقيف على الدين كله التعزير: التوقيف على الفرائض والاحكام، واصل التعزير التأديب ولهذا يسمى الضرب دون الحد تعزيرا.

(لسان العرب، ج-۴، ص: ۵۶۲)

q: ''عزر: العزر کے معنی ہیں: ملامت کرنا۔ العزر والتعزیر ''حد'' سے کم مارنا، تاکہ مجرم اس جرم

کے دوبارہ ارتکاب سے باز رہے اور کہا جاتا ہے کہ تعزیر سخت مارنے کو کہتے ہیں۔ العزر کے معنی ہیں: منع کرنا..... ازہری کہتے ہیں: سعد کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تعزیر کے معنی ہیں تمام دین سے آگاہ کرنا..... التعزیر کے معنی ہیں: فرائض اور احکام سے آگاہ اور واقف کرنا، اور تعزیر کا اصل معنی تأدیب ہے اور اس لئے ''حد'' سے کم مارنے کو تعزیر کہتے ہیں۔''

(۳) تاج العروس میں ہے:

التعزير: (تعزير ضرب دون الحد) لمنعه الجانى عن المعاودة وردعه عن المعصية (او هو اشد الضرب) وعزره ضربه ذلك الضرب ومنه سمى ضرب مادون الحد تعزيرا فاشار الى ان هذه الحقيقة الشرعية منقولة عن الحقيقة اللغوية بزيادة كون قيد وهو كون ذلك الضرب دون الحد الشرعى فهو كلفظ الصلاة و الزكاة و نحوهما.(تاج العروس، لمرتضى الزبيدى، ج-۴: ص۵۶۲)

q: ''تعزیر: اور (تعزیر ''حد'' سے کم مارنے کو کہتے ہیں) تاکہ مجرم کو دوبارہ ارتکاب سے باز رکھے اور اسے گناہ سے منع کرے (یا یہ سخت مارنا ہے) وعزرہ: اس کو مارا اور اس لئے حد شرعی سے کم مارنے کو تعزیر کہتے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ حقیقت شرعیہ، حقیقت لغویہ سے منتقل ہو چکی، اس قید کے ساتھ کہ وہ مارنا حد شرعی سے کم ہو۔ جیسے لفظ صلوٰۃ اور زکوٰۃ وغیرہ۔''

تعزیر کے معانی از روئے شریعت:

''تعزیر'' بھی ''حد'' کی طرح ایک شرعی اصطلاح بن گئی ہے اور اس کے معنی جو لغت کے لحاظ سے ہیں ان میں ایک ''قید'' کا اضافہ ہو چکا ہے اور وہ اضافہ ہے ''حد شرعی سے کم مارنا'' اس حقیقت کی طرف صاحب تاج العروس نے اشارہ کیا ہے: (اوپر کا حوالہ وعبارت: ان هذه الحقيقة الشرعية منقولة عن الحقيقة اللغوية بزيادة قيد وهوكون ذلك الضرب دون الحد

الشرعی (تاج العروس ج-۴،ص:۵۶۲)

فتح القدیر میں ہے:

(۲) التعزیر تأدیب دون الحد (شرح فتح القدیر، ج-۴، ص۲۱۳)

q:''تعزیر حد (شرعی) سے کم تادیب ہے۔''

شرح فتح القدیر میں ہے:

(۳) (فصل فی التعزیر)هو تأدیب دون الحد و اصله من العزر بمعنی الرد و الردع (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج-۵، ص: ۴۰)

q:''(فصل در بیان تعزیر) تعزیر حد سے کم سزا کو کہتے ہیں اور اس کا اصل ہے: عزر: بمعنی روکنا۔''

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ کی عبارت ہے:

(۴) التعزیر وهو تأدیب علی ذنب لا حد فیه ولا کفارة له.

(کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة، ج-۵، ص۹)

q:''تعزیر کے معنی ہیں، ایک ایسی گناہ پر تادیب کرنا جس میں نہ حد مقرر ہو اور نہ کفارہ ہو۔''

(۵) التشریع الجنائی الاسلامی میں درج ہے:

ماهية التعزير- التعزير هو تأديب على ذنوب لم تشرع فيها الحدود اى: هو عقوبة على جرائم لم تضع الشريعة لايها عقوبة مقدرة.(التشريع الجنائى الاسلامى، ج-۱، ص۶۸)

q:''ماہیت تعزیر: تعزیر تادیب ہے ایسے گناہوں پر کہ جن میں حدود مشروع نہ ہوں، یعنی تعزیر سزا ہے ان جرائم پر جن کے لئے شریعت نے کوئی مقررہ عقوبت وضع نہ کی ہو۔''

(۶) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

(فصل فی التعزیر) وهو تأدیب دون الحد واصله من العزر بمعنی

الرد والردع وهو مشروع بالكتاب والسنة واجماع الأمة.

(تبیین الحقائق،ص۲۰۷)

q:''(فصل تعزیر میں ہے:) یہ حد شرعی سے کم تادیب کو کہتے ہیں اور اس کا اصل عزر ہے ہے جس کے معنی روکنا اور منع کرنا اور یہ کتاب وسنت اجماع سے مشروع ہے۔''

(۷) بدائع الصنائع میں ہے:

(اما) سبب وجوبه فارتكاب جناية ليس لها حد مقدر فى الشرع سواء كانت الجناية على حق الله تعالىٰ كترک الصلوة و الصوم و نحو ذلك او على العبد (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج-۷، ص۶۳)

q:''تعزیر کے وجوب کا سبب ایسے جرم کا ارتکاب کرنا ہے جس کے لئے شرع میں کوئی حد مقرر نہ ہو چکی ہو چاہے وہ جنایت حق اللہ سے متعلق ہو جیسے نماز وروزہ کا ترک کرنا اور یا حق العبد سے متعلق ہو۔الخ''

مذکورہ بالا چند معروضات کے پیش کرنے کے بعد اب تعزیر کی انواع واقسام بیان کی جاتی ہیں:

چونکہ تعزیر کے لئے کوئی مقررہ، حد بندی نہیں ہے، یہ حاکم وقت کے صوابدید اور مرتکب کی شخصیت پر منحصر ہے۔اس لئے اس کے انواع مختلف ہو سکتے ہیں۔ہاں یہ بات ملحوظ خاطر ہوگی کہ ''تعزیری سزا'' ''حد'' کی حد تک نہ پہنچے۔یعنی ہر عقوبت وسزا جو بطور حد شرعی مقرر ہو چکی ہے، تعزیر کی سزا اس سے کم ہی ہوگی۔

تعزیر کی انواع:

۱۔جھڑکنا۔

۲۔سرزنش کرنا۔

۳۔سخت کلامی۔

۴۔کان ملنا،کان کھینچنا۔

۵۔منہ کالا کرنا۔

۶۔جلاوطن کرنا۔

۷۔مارنا۔

انواع التعزیر:

والتعزیر منه ما یکون بالتوبیخ اوبالزجر او بالکلام الشدید او بعرك الاذن ومنه مایکون بالتشهیر اوبتسوید الوجه کما یفعل بشاهد الزور ومنه مایکون بالنفی عن الوطن.

(الحد والتعزیر،ص ۸۷)

q:''تعزیر میں سے بعض تعزیر ڈانٹ سے یا جھڑکنے سے یا سخت کلامی، یا کان ملنے سے ہوتی ہے، یا بعض تعزیر تشہیر اور منہ کالا کرنے سے ہوتی ہے جیسا کہ جھوٹی شہادت دینے والے کے ساتھ کیا جاتا ہے اور بعض تعزیر ملک بدر کرنے سے ہوتی ہے۔''

تعزیر شرعی کے خصائص:

(۱)تعزیر غیر مقرر شدہ عقوبت ہے اور اس کا معاملہ حاکم وقت پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ جرم ومجرم اور حالات کے مطابق جو سزا مناسب سمجھے دے۔

التعزیر غیر مقدر و امره متروك للامام بحسب حالته و بحسب کل جریمة وبحسب الجانی(الحد والتعزیر ،ص: ۸۸)

q:''تعزیر غیر مقررہ عقوبت ہے اور اس کا معاملہ امام پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ حسب حال اور ہر جرم و مجرم کے حسب حال سزا دے۔''

(۲)دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ تعزیر کی مقدار''حد'' تک جو کہ شرعاً مقرر شدہ ہے،نہیں پہنچے گی اس کی طرف کئی حوالوں میں مذکور ہوا کہ تعزیر حد سے کم مارنا یا تادیب کرنا ہے۔اعادہ کی ضرورت نہیں

صرف ایک اور حوالہ درج کیا جاتا ہے:

لا یبلغ التعزیر فی المعصیة قدر الحد فیها

q:''تعزیر گناہ میں''حد'' کی حد تک نہیں پہنچائی جائے گی۔''

۳۔ایک اور خصوصیت تعزیر کی یہ ہے کہ تعزیراً جو عقوبت دی جاتی ہے وہ حدود میں سے جو کم''حد'' ہو اس کی حد تک نہ پہنچے،مثلاً غلام کی حد قذف جو چالیس کوڑے ہے،تعزیر میں پورے چالیس کوڑے کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ امام ابوحنیفہ a اور محمد کے نزدیک ۳۹ کوڑے سزا دی جاسکتی ہے،امام ابویوسف a نے اور امام محمد a نے آزاد شخص کی کمتر حد جو اسی درے ہے،اس سے ایک درہ کم کر کے اناسی(۷۹)درے تعزیراً مقرر کئے ہیں۔

الحد والتعزیر میں ہے:

لا یبلغ بالتعزیر ادنی الحدود، اما اربعین واما ثمانین.

(الحد و التعزیر ،ص:۹۰)

q:''تعزیر حدود کی حد تک نہیں پہنچائی جائے گی، چاہے وہ حد چالیس درے ہو، یا اسی درے ہو۔''

قوله اکثره تسعة وثلاثون سوطا عند ابی حنیفة (ومحمد وقال ابویوسف یبلغ به خمسة وسبعین سوطا والاصل) فی نقصه عن الحدود (قوله علیه السلام من بلغ حدا فی غیر حد فهو من المعتدین) (فتح القدیر، ج-۴، ص ۲۱۴)

q:''حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک تعزیر کی زیادہ سے زیادہ حد ۳۹ درے ہیں۔ اور امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ پچھتر درے تک تعزیر کو پہنچایا جائے گا اور اس میں حضور e کی حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جس نے حد کے علاوہ (عقوبت میں) سزا حد تک پہنچائی۔وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔''

حد شرعی کی تبدیلی

حد اور تعزیر کے متعلق اوراق گذشتہ میں بحث ہو چکی اور اجمالاً حد اور تعزیر کی لغوی اور شرعی تعریف، ان کے خصائص وخصوصیات اور انواع واقسام کے بارے میں ذکر ہو چکا۔ اب ایک اور پہلو پر صفحات ذیل میں روشنی ڈالی جائے گی۔ اور وہ پہلو یہ ہے کہ آیا کسی حد کا شرعی کو تعزیر میں بدلا جا سکتا ہے کہ نہیں؟ اور آیا رجم کی حد کو کوڑوں کی حد میں تبدیل کی جا سکتی ہے یا کہ نہیں؟

آغاز شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ سے لے کر آج تک تمام اعصار وامصار میں تمام امت محمدیہ کا اس پر تعامل وعمل اور اتفاق رہا ہے کہ کسی ''حد شرعی'' میں کمی بیشی، اضافہ وترمیم اور تنسیخ کا حق کسی شخص بادشاہ یا کسی قاضی اور امام کو حاصل نہیں۔ ''حدود'' میں شارع نے کسی کو ان کی کمیت وکیفیت میں، کسی طرح بھی کمی بیشی کا اختیار نہیں دیا۔ ہاں ''تعزیر'' کو حاکم وقت کے اجتہاد ورائے کے مطابق ''چند قیود'' کے ساتھ نافذ وجاری کرنے کا اختیار دے دیا ہے۔

(۱) منجملہ حدود شرعیہ میں سے ایک حد زنا ہے اور یہ دو قسموں پر منقسم ہے:

(۱) زانی محصن کے لئے رجم (۲) زانی غیر محصن کے لئے جلد

کسی شخص کو رجم کی حد، جلد کی حد میں اور یا ''جلد'' کی حد کو رجم کی حد میں مبدل کرنے کا اختیار نہیں۔ اس ضمن میں چند معروضات پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) رجم کا حکم ایسا ''حکم اللہ'' ہے، جو شرائع ماقبل اور خصوصاً شریعت محمدیہ کے زمانے کے لحاظ سے قریب ترین شریعت عیسوی اور شریعت موسوی میں موجود تھا اور ابھی ابھی مذکور ہوا کہ یہودیوں میں سے زنا کرنے والے دو افراد جو ''حد رجم'' سے گریز وفرار کے متمنی اور خواہش مند تھے کہ رجم نہ ہوں اور کوڑوں کی سزا پائیں، اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور رجم کی سزا ہی کا حکم حضور اقدس e سے پا کر سنگسار ہوئے۔

(۲) عہد نبوی e میں رجم کے جو واقعات ظہور پذیر ہوئے، حکمت الٰہیہ چاہتی تھی کہ یہ واقعات

امت مسلم کے لئے قیامت تک دائمی ثبوت دیں اور ہر زمان ومکان میں امت اس ''حد'' کو برضا وتسلیم اپنے اوپر، بسبب صدور زنا بشرط احصان نافذ وجاری کریں، اگر بالفرض رجم کے حکم کو جو ایک حد شرعی ہے جلد کی حد میں تبدیل کرنا مقصود ہوتا، تو یہ بات نزول قرآن کے زمانے میں، خود قرآن میں یا سنت نبوی میں بصراحت بیان کی جاتی بلکہ معاملہ برعکس ہے، کتاب وسنت سے 'حد رجم'' کی تاکید وتائید اور قولاً، فعلاً اور عملاً اس کے نفاذ واجراء کی شہادتیں ملتی ہیں۔

''حد'' ایک اسلامی اصطلاح ہے اور اس کے شرعی معانی ہیں، اس لفظ کے شرعی معانی اوراق گذشتہ میں مذکور ہوئے ہیں، ان تمام معانی کے حامل الفاظ میں بار بار یہ الفاظ نظر آتے ہیں کہ

(حد) ..... عقوبة مقدرة وجبت حقا لله تعالىٰ زجرا فلا تجوز الشفاعة فيه بعد الوصول للحاكم .....واجمعوا انها لا تسقط فى الدنيا (فلا تعزير) حد لعدم تقديره (ولا قصاص حد لانه حق المولىٰ(الدر المختار على حاشيه رد المحتار، ج-۴،۷ھ)

q: ''حد ایک مقرر شدہ عقوبت ہے جو بطور حق اللہ واجب ہے، (پس اس میں حاکم تک پہنچ جانے کے بعد کوئی سفارش جائز نہیں۔۔۔۔ اور اس پر اجماع ہے کہ یہ دنیا میں ساقط نہیں ہو سکتی (پس تعزیر) حد نہیں کیونکہ یہ مقرر نہیں اور نہ قصاص حد ہے، کیونکہ حد صرف مولیٰ کا حق ہے۔''

مندرجہ بالا حوالہ سے ظاہر ہوتا ہے:

(۱) کہ حد ایک مقرر شدہ عقوبت ہے۔

(۲) تعزیر، بوجہ عدم تقدیر حد نہیں ہے۔

(۳) دنیا میں حد ساقط نہیں ہو سکتی۔

تو اب جب یہ حال ہے تو ''حد رجم'' کو ''غیر حد'' یعنی تعزیر میں کیسے تبدیل کیا جا سکتا ہے؟ شارع کے سوا کسی کا یہ حق اور مقام نہیں، ایسا کرنا یقیناً اور یقیناً تعدی اور ظلم ہے، نبی اکرم e نے اس کو صریح ظلم قرار دیا ہے، ذرا ملاحظہ ہو:

سنن کبری للبیہقی میں ہے:

حدثنا أبو عبد الرحمن السلمي، إملاء , وأبو نصر بن قتادة , قالا: ثنا علي بن الفضل بن محمد بن عقيل، ثنا عبد الله بن محمد بن ناجية، ح وأخبرنا أبو بكر أحمد بن محمد بن الحارث الأصبهاني الفقيه , أنبأ أبو محمد بن حيان، ثنا ابن ناجية، ثنا محمد بن حصين الأصبحي، ثنا عمر بن علي المقدمي، ثنا مسعر، عن خاله الوليد بن عبد الرحمن، عن النعمان بن بشير، كذا قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"من ضرب"وفي رواية الأصبهاني:"من بلغ حدا في غير حد فهو من المعتدين " والمحفوظ هذا الحديث مرسل(السنن الكبرى ج-۸، ص ۳۲۷)

q:''نعمان بن بشیر سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ e نے فرمایا کہ جس نے مارا اور اصبہانی کے روایت میں ہے کہ جس نے غیر حد میں (یعنی تعزیر میں) سزا ''حد'' تک پہنچائی تو وہ ظلم کرنے والوں میں سے ہے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ ''حد'' جو ایک مقدر و مقرر شدہ عقوبت ہے تعزیر کو اس حد تک پہنچانا ظلم ہے۔

ایک دوسری روایت ملاحظہ ہو، رسول اللہ e فرماتے ہیں:

أخبرنا الشريف أبو الفتح العمري، أنبأ أبو القاسم عبد الله بن محمد السقطي، ثنا أبو جعفر محمد بن يحيى بن عمر بن علي بن حرب ,ثنا علي بن حرب، ثنا أبو داود، ثنا مسعر، عن الوليد، عن الضحاك، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم:"من بلغ حدا في غير حد فهو من المعتدين "

(السنن، الكبرى للبيهقي ج-۸، ص ۳۲۷، باب ماجاء فى التعزير)

q:''.....حضرت ضحاک سے روایت ہے کہ نبی e نے فرمایا کہ جو بھی ''غیر حد'' میں (سزا دیتے وقت) ''حد'' تک (سزا) پہنچائے تو وہ ظلم کرنے والوں میں سے ہے۔''

مذکورہ دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ''تعزیر'' کو ''حد'' تک پہنچانا ظلم ہے، چونکہ ''حد'' ایک مقرر شدہ عقوبت ہے اور یہ ان ہی جرموں میں نافذ ہوگی، جن میں شرعاً حد مقرر ہو اور سبب کے متعلق اسباب شروط اور ارکان اکٹھے ہوں اور کوئی ایسا جرم جس کے لئے ''شرعی حد'' مقرر نہ ہو اور تعزیز سے متعلق ہو، تو اس کو ''حد'' کی حد تک پہنچانا ظلم ہے، اب کیونکہ یہ ''حد'' اور تعزیر کی شرعی حیثیت کو تبدیل کرنا ہے اور اس کا کوئی شخص مجاز نہیں۔

اسی طرح بخاری میں بھی ہے:

ابوبردة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول لايجلد فوق عشر جلدات الا فى حد من الحدود.

(عمدة القارى شرح صحيح بخارى، ج-۱، ص ۲۳)

q:''ابو بردۃ t سے روایت ہے کہ رسول اللہ e فرماتے تھے کہ کسی کو سوائے حدود کے، دس کوڑوں سے زیادہ نہیں مارا جائے گا۔''

''حد'' ایک مقرر شدہ عقوبت ہے، اس میں حاکم وقت کے پاس سفارش کر کے کمی بیشی نہیں کرائی جا سکتی ہے۔ حاکم وقت کو ''حد'' کے نفاذ کے بغیر کوئی اور چارہ کار ہوگا ہی نہیں۔ جیسا کہ درج ذیل عبارات سے ظاہر ہوگا۔

۱. كتاب الفقه على المذاهب الاربعة الحد، بانه عقوبة مقدرة حقا لله تعالىٰ فمتى علم الحاكم بمجرم استحق عقوبة الحد فانه يجب عليه التنفيذ ولا يملك العفو عنه.

(كتاب الفقه على المذاهب الاربعة، ج-۵، ص۹۰)

q:''حد ایک مقرر شدہ عقوبت ہے جو بطور حق اللہ واجب ہے، جب بھی حاکم کو کسی ایسے مجرم کا علم

ہوجائے جو مستحق ''عقوبت حد'' ہو، تو حد کا نافذ کرنا اس حاکم پر واجب ہے، اور اس مجرم کی معافی کا اختیار اسے حاصل نہیں۔''

(۲) بدائع الصنائع میں ہے:

وفی الشرع عبارۃ عن عقوبۃ مقدرۃ واجبۃ حقا للہ تعالیٰ عز شانہ بخلاف التعزیز فانہ لیس بمقدر.

(البدائع الصنائع، ج-۷، ص ۳۳)

q: ''اور شرع میں ''حد'' عبارت ہے اس عقوبت سے جو مقرر شدہ اور بطور حق اللہ واجب ہو بخلاف تعزیر کے کہ وہ مقرر شدہ نہیں۔''

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ''حد'' اور چیز ہے اور تعزیر اور شئی ہے کہ اول الذکر شرعاً مقرر شدہ اور آخر الذکر غیر مقرر شدہ ہے۔ جیسا اوراق گذشتہ میں مکرر ذکر ہوا۔

(۳) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

الحد ..... وفی الشرع اسم لعقوبۃ مقدرۃ تجب حقا للہ تعالیٰ فلا یسمی التعزیر حدا لعدم التقدیر.

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج-۳، ص ۱۶۳)

q: ''الحد..... شرع میں ''حد'' ایک مقرر شدہ عقوبت کا نام ہے، جو بطور حق اللہ واجب ہے، پس اسے حد نہیں کہا جاسکتا، بوجہ مقرر نہ ہونے کے۔

''روائع البیان'' کے مندرجہ ذیل عبارت سے محولہ بالا گذارش کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے:

لا تجوز الشفاعۃ فی الحدود لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم: (من حالت شفاعتہ دون حد من حدود اللہ فقد ضاد اللہ عزوجل) ولان الحدود انما شرعت للزجر والتأنیب، والشفاعۃ تدفع ھذا المعنی ولا تحققہ و قد دلت الآیۃ الکریمۃ علی تحریم الشفاعۃ

وھی قولہ تعالیٰ: ﴿وَ لَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ﴾ تاولھا السلف علی احد وجھین.

۱. المراد منھا تخفیف الحد وھو قول سعیدبن المسیب و الحسن البصری.

۲. المراد اسقاط الحدود ھو قول مجاھد و الشعبی.

قال ابن العربی: وھو عندی محمول علیھما جمیعا فلا یجوز ان یحمل احداً رأفۃ علی فان زان بان یسقط الحد اویخففۃ عنہ.

(روائع البیان فی تفسیر آیات الاحکام لمحمد علی الصابونی ج-۲، ص ۳۸)

q: ''حدود میں سفارش جائز نہیں بوجہ حضور e کے اس ارشاد گرامی کے، کہ ''(جس کی سفارش اللہ تعالیٰ کی حدود کے قائم کرنے میں رکاوٹ بنی، تو اس نے اللہ عزوجل کے ساتھ دشمنی کی۔) کیونکہ ''حدود'' بطور زجر اً سزا مشروع ہوئی ہیں اور سفارش سے یہ معنی فوت ہوجاتا ہے اور ایک آیت کریمہ سفارش کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ ''اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہیے اور سلف نے اس آیت کی دو (۲) طرح پر تفسیر بیان کی ہے۔

اس سے مراد ''حد'' میں تخفیف کرنا ہے، اور یہ قول سعید بن مسیب اور حسن بصری کا قول ہے۔

اس سے مراد حد کا ساقط کرنا ہے اور یہ مجاہد اور شعبی کا قول ہے۔

ابن عربی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ دونوں مرادوں پر محمول ہے، پس کسی کے لئے جائز نہیں، یہ کہ زانی پر رحم کرنا، اس طور پر کہ حد کو ساقط کرنے پر یا اس سے حد میں تخفیف کرنے پر آمادہ کرے۔''

درج بالا عبارت سے دو باتیں صاف صاف ظاہر ہوتی ہیں:

۱۔ کسی حد کا ساقط کرنا جائز نہیں۔

۲۔ کسی حد میں تخفیف کرنا جائز نہیں۔

اس بناء پر عرض ہے کہ رجم جو ایک شرعی حد ہے اس کو ساقط کرنا اور یا اس میں تخفیف کر کے سو کوڑوں

کی حد میں تبدیل کرنا جائز نہیں۔ اس اجمال کی مزید وضاحت درج ذیل عبارت نے ان شاء اللہ ہو جائے گی۔

۱۔ روائع البیان میں درج ہے:

استدل العلماء من قوله تعالىٰ ﴿وَ لَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللهِ﴾ على انه لايجوز تخفيف العقوبه على الزانى باسقاطها او انقاص العدد، او تخفيف الضرب(روائع البيان ج-۲، ص ۳۴)

q: ''علماء نے اللہ تعالیٰ اس قول سے کہ ''اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہیے'' اس بات پر استدلال کیا ہے کہ زانی پر اسقاط حد کے ذریعے، یا عدد میں کمی کرنے سے، یا مارنے میں تخفیف کرنے کے ذریعے سزا میں تخفیف کرنا جائز نہیں۔''

(۲) واحتج (مالك والشافعى) بأن الحدود موقوفة على الشارع وليس فيها مجال للاجتهاد، ولم يرد من المعصوم صلى الله عليه وسلم الشئى فى التخفيف والتثقيل، فتكون الحدود سواء.

(روائع البيان ج-۲، ص ۳۵)

q: ''(مالک اور شافعی) کی حجت یہ ہے کہ حدود کا معاملہ شارع پر موقوف ہے اور اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں اور تخفیف کرنے یا سخت کرنے کے متعلق معصوم e سے کوئی چیز مروی نہیں، اس لحاظ سے تمام برابر ہیں۔

(۳) ''الغیاثی'' میں ص:۱۸، رقم:۸۳۱ کے تحت درج ہے:

فاما الجلد فلايجوز جلد المحصن كما لايجوز رجم البكر اذلا تبادل فى الحدود(الغياثى)

q: ''جلد جو ہے تو بات یہ ہے کہ محصن کو کوڑے مارنا جائز نہیں، جس طرح کہ بکر (غیر شادی شدہ) کا سنگسار کرنا جائز نہیں کیونکہ حدود میں باہمی تبادل نہیں ہوسکتا۔''

اس کتاب کے ص:۵۱۱ پر درج ہے:

۸۲۳ قلنا: لسنا نرى اولا اقامة السياط مقام الاحجار، فان الحدود لا تغير كيفياتها ولا تبدل آلاتها.

(الغياثى:غياث الامم فى الغياث الظلم،ج-۲،ص۵۱۹،للامام الحرمين الجوينى)

q: ''ہم کہتے ہیں کہ اول تو ہم پتھروں کی جگہ کوڑوں کے قائل نہیں، کیونکہ حد کی کیفیات اور آلات میں کوتغیر وتبدل نہیں کیا جاسکتا۔''

درج بالا عرض گزاشت سے ثابت ہوتا ہے کہ حدود کی نہ آپس میں باہمی تبدیلی شرعاً جائز ہے اور نہ ان میں مقدار و کیفیت کے لحاظ سے کوئی تغیر جائز ہے اور اسی بناء پر یہ ایک مسلمہ اور حقیقت ثابتہ ہے اور اسی پر امت محمدیہ کا شروع سے تعامل رہا ہے کہ رجم کی ''حد'' کو ''جلد کی حد میں'' اور یا رجم کی حد کو ''تعزیر'' میں تبدیل کرنے کا کسی حاکم، بادشاہ یا قاضی کو اختیار نہیں۔ اس لئے ''حد رجم'' اپنی اصل ہیئت، ضرورت، کیفیت، نام اور صفات کے ساتھ ہی جب بھی ضرورت ہوگی، نافذ ہوگی۔ اس میں تغیر وتبدل کسی صورت جائز نہیں۔

(۲)

شاتم رسول کی شرعی سزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علٰی آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین و بعد!

حضرت محمد e کی ذاتِ عالی انسانیت کا سرّ امتیاز اور انبیاء o میں بھی اپنی بیشتر صفات میں ممتاز ہے۔ آپ e سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین اور سید ولد آدم u ہیں۔ مخلوق میں اللہ تعالیٰ نے آپ e کو سب سے اونچا اور بلند مرتبہ عطاء فرمایا اور آپ e کو ان محامدِ خاصہ اور صفاتِ عالیہ سے نوازا جن میں سے کئی ایک ایسے ہیں جس میں آپ e کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ولا یمکن الثناء کما کان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ e کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ ارشاد ہے:

(مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ النساء:80)

q:''جس نے رسول e کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔''

آپ e کے ارشادات کے بارے میں قولِ ربانی ہے:

(وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝۴

q:''اور نہ آپ e اپنی خواہشِ نفسانی سے بولتے ہیں اور نہ آپ e اپنی خواہشاتِ نفسانی سے باتیں بناتے ہیں۔ آپ e کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ e کی تکریم وتعظیم کے لئے آپ e کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ ارشاد ہے:

(اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ الفتح:10)

q:''جو لوگ آپ e سے بیعت کرتے ہیں تو وہ (واقعہ میں) اللہ سے بیعت کرتے ہیں، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی انور e کی محبت کو اپنی محبت، آپ e کی رضامندی کو اپنی رضامندی اور آپ e کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور ان کو ایک ہی آیت میں اکٹھا بیان فرمایا مثلاً متعدد مقامات پر ارشاد ہے:

(اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ النساء:59)

q:اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول e کی۔

مزید ارشاد ہے:

(وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ التوبہ:62)

q:''حالانکہ اللہ اور اس کا رسول e زیادہ حق رکھتے ہیں کہ لوگ ان کو راضی رکھیں۔''

اس میں اپنی اور آپ e کی رضامندی کو ایک ہی ضمیر میں جمع فرمایا اور آپ e کے اتباع کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوبیت کا ذریعہ اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ قرار دیا۔ فرمایا:

(قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ

سورۃ آل عمران:31)

q:''آپ e فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ بڑے معاف

کرنے والے اور عنایت فرمانے والے ہیں۔''

نبی انور e کو اللہ تعالیٰ نے ہر خیر وخوبی انتہائی فراوانی اور کمال بہتات کے ساتھ دی۔ جس طرح کمالات اور حسن وخوبی میں آپ e کو یکتا و بے مثال بتایا اسی طرح آپ e کی شان میں گستاخی کرنے والے یا آپ e کے دشمن کو بے نام ونشان اور گمنام ہونے کی وعید سنائی۔ چنانچہ آپ e کی شان میں مختصر ترین سورۃ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳﴾

[سورۃ الکوثر]

q: ''بے شک ہم نے آپ e کو کوثر (ایک حوض کا نام ہے اور پھر خیر کثیر بھی اس میں داخل ہے) عطاء فرمائی۔ سو (ان نعمتوں کے شکریہ میں) آپ e اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجیے، بالیقین آپ e کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔''

آپ e کی ذات کو ایسا حکم اور فیصلہ کرنے والا قرار دیا جس کا فیصلہ بے چوں وچراں ماننا ایمان کا نشان ہے اور اس کی اہمیت اور قدر کے بڑھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کی قسم کھا کر اس بات کو بیان فرمایا۔

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا﴾ [سورۃ النساء]

q: ''پھر قسم ہے آپ e کے رب کی! یہ لوگ ایماندار نہ ہونگے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو، اس میں یہ لوگ آپ e سے تصفیہ کرادیں اور پھر اس میں آپ e کے تصفیے سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کرلیں۔''

تفصیلات کا موقع نہیں کہ اصل موضوع کی طرف آنا ہے۔ یہ چند آیتیں بھی صرف آپ e کی اس رفعتِ شان کے بارے میں نقل کردیں جس کے بارے میں قرآن کریم نے علی الاعلان ارشاد فرمایا:

﴿وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ [سورۃ الانشراح]

q: ''اور ہم نے آپ e کی خاطر آپ e کا آوازہ بلند کیا۔''

جناب عالی!

یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو معاملہ جتنا مہتم بالشان ہوگا اس کے ساتھ برتاؤ بھی اسی بلند نوعیت کے ساتھ کیا جائے گا۔ جو شخصیت جتنی عظیم، سرکردہ اور بلند ہوتی ہے اس کے ساتھ برتاؤ بھی اسی نسبت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جدید دور میں برطانیہ جمہوریت کا گہوارہ گنا جاتا ہے جس میں قانون کی علم برداری، ضرب المثل کے طور پر بیان کی جاتی ہے وہاں پر بھی ملکۂ برطانیہ یا شاہِ برطانیہ کو قانون سے اتنا بلند و بالا سمجھا جاتا ہے کہ اگر وہاں کا بادشاہ وہاں کے وزیر اعظم کو قتل کردے تو وہاں کی کوئی عدالت اسے سزا نہیں دے گی کیونکہ Immunity کے قانون کے ماتحت وہ قانون کے گرفت سے برتر و مامون ہے۔ بلاتشبیہ اس مثال پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ سید الانبیاء حضرت محمد e اور جملہ انبیاء o عام لوگوں کے دائرے سے بلند ہیں۔

وہ معصوم ہیں اور عصمت انبیاء کی وہ ذاتی صفت ہے جو اگر ان سے ہٹائی جائے تو نبوت کا تمام سلسلہ درہم برہم ہوجاتا ہے۔ عصمتِ نبوی ہی کی بنا پر نبی ہر حال میں مطاع اور واجب الاتباع ہے۔ اس لئے نبی پر طعن یا اس کی کسی شان میں نقص پیدا کرنا، بہتان لگانا یا برائی کرنا یا کسی قسم کی اہانت کرنا عصمتِ نبوی کو مجروح کردیتا ہے۔ اس لئے شریعت اسلامیہ میں تمام ائمہ اور جمہور علماء اور چاروں مذاہب نبی کی ذات پر کسی افتراء یا گستاخی کی سزا زیادہ سے زیادہ تجویز کرتے ہیں اور جو شخص صاحب نبوت کو گالی دے کر طعن وتشنیع کرے یا ہمز ولمز کا کسی طرح سے بھی مرتکب ہوتا ہے، اس کی سزا قتل قرار دیتے ہیں۔ اگر ذمی اور اقلیت کا فرد ہو تو جمہور کے نزدیک اس کی یہ گالی نقض عہد کا سبب بن کر اسے قتل کا مستحق قرار دیتی ہے۔ اگر اسلام لے آئے تو اس کا یہ قصور اسلام کی وجہ سے معاف ہوجائے گا اور اگر مسلمان نہ ہو تو قتل کیا جائے گا۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے اگر کوئی مسلمان العیاذ باللہ اس کریہہ جرم کا مرتکب ہوتا ہے، وہ کھلی اہانت، گالی یا گستاخی (جس میں شانِ نبوت کی تنقیص ہو) کرتا ہے تو اس کی حد قتل ہے جس میں توبہ بھی قبول نہیں کی جاتی۔ اس پر قرآنِ کریم، احادیث مبارکہ، اجماعِ صحابہ اور پوری امت ہر دور اور

ہر علاقے میں متفق رہی ہے، جس کے دلائل اختصار کے طور پر ہم معزز عدالت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

قرآن کریم سے دلائل

پہلی آیت کریمہ:

(وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ)[سورۃ التوبہ]

q: ''اور اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین (اسلام) پر طعن کریں تو تم لوگ اس قصد سے کہ یہ باز آجائیں، ان پیشوایانِ کفر کو قتل کرو کیونکہ اس صورت میں اس کی قسمیں (باقی) نہیں رہیں۔''

علامہ ابن کثیر a اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يقول تعالىٰ ان نكث هولاء المشركون الذين عاهدتموهم على مدة معينة ايمانهم اى عهودهم و مواثيقهم (وطعنوا فى دينكم) اى عابوه وانتقصوه، ومن ههنا اخذ قتل من سب الرسول صلوٰت الله و سلامه عليه او من طعن فى دين الاسلام او ذكره بنقص ولهذا قال (فقاتلوا ائمة الكفر انهم لا ايمان لهم لعلهم ينتهون)--- والصحيح ان الأية عامة و ان كان سبب نزوله مشركى قريش فهى عامة لهم و لغيرهم(ابن كثير، ج:۲، ص: ۳۳۸)

q: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر یہ مشرک اس عہد کو توڑ دیں جو آپ e نے ان کے ساتھ مدتِ معینہ تک کیا ہوا ہے (اور تمہارے دین پر طعن کریں) یعنی اس کی عیب جوئی کریں اور ناقص قرار دیں، اور یہاں سے ایسے شخص کا حکم بھی نکلا جو رسول e کو معاذ اللہ گالی دے اور اس کا ناقص ہونا بیان کرے اور اس لئے فرمایا کہ ان پیشوایانِ کفر کو قتل کرو کیونکہ اس صورت میں ان کی قسمیں (باقی) نہیں

رہیں تاکہ وہ باز آئیں اور صحیح یہی ہے کہ آیت عام ہے اگرچہ اس کا سبب نزول مشرکین قریش ہیں تو یہ آیت ان (مشرکین قریش) اور دیگر لوگوں کے واسطے عام ہے۔''

اس ضمن میں علامہ قرطبی a نے احکام القرآن (تفسیر قرطبی) میں فرمایا ہے کہ:

استدل بعض العلماء بهذه الأية على وجوب قتل كل من طعن فى الدين اذ هو كافر والطعن ان ينسب اليه ما لايليق به او يعترض بالاستخفاف على ما هو من الدين لما ثبت من الدليل القطعى على صحة اصوله و استقامة فروعه و قال ابن المنذر اجمع عامة اهل العلم على ان من سبّ النبى صلى الله عليه وسلم عليه القتل.

(القرطبى،ج:۸، ص: ۸۲)

q: ''بعض علماء نے اس آیت سے ہر اس شخص کے واجب القتل ہونے پر استدلال کیا ہے جو دین میں طعن کرے، کیونکہ وہ کافر ہے اور طعن کا مطلب یہ ہے کہ ان کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں یا دین کی کسی بات کی توہین کرتے ہوئے اس پر اعتراض کرے جبکہ دلیل قطعی سے اس کے اصول کی صحت اور اس کے فروع کی درستگی ثابت ہو چکی ہے۔ اور ابن المنذر a نے کہا ہے کہ عام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم e کو گالی دے، وہ واجب القتل ہے۔''

اور مدارک میں اس آیت کے ضمن میں یوں مذکور ہے:

وقالو اذا طعن الذمى فى دين الاسلام طعناً ظاهراً جاز قتله، لان العهد معقوده منهُ على ان لا يطعن فاذا طعن فقد نكث عهدهُ وخرج من الذمة.(المدارك ،ج: ۲، ص :۲۲۰ برحاشيه خازن)

q: ''اور علماء نے کہا ہے کہ جب کوئی ذمی اعلانیہ طور پر دین اسلام پر طعن زنی کرے، اس کا قتل جائز ہے کیونکہ ذمی کے ساتھ تو معاہدہ اس بات کا ہوا ہے کہ وہ دین پر طعنہ زنی نہیں کرے گا اور جب اس نے طعن زنی کا ارتکاب کیا تو وہ اپنا عہد توڑ چکا اور (اب مسلمانوں کے) ذمہ سے خارج ہوا۔ (دین

اسلام میں حرمتِ نبوت بھی شامل ہے)''

اس آیت کے ضمن میں روح المعانی میں یوں مذکور ہے:

ولا فرق بين توجيه الطعن الى الدين نفسه اجمالا و بين توجيهه الى بعض تفاصيله كالصلوة والحج مثلا ومن ذلك طعن بالقرآن و ذكر النبى صلى الله عليه وسلم و حاشا بسوء فيقتل الذمى به عند جمع مستدلين بالاية سواء شرط انتقاض العهد به ام لا و ممن قال بقتله اذا أظهر الشتم والعياذ بالله مالك و الشافعى و هو قول الليث و أفتى به ابن الهمام(روح المعانى ،ج: الثالث، ص: ۲۷۹)

q:''نفس دین پر اجمالاً طعنہ زنی کرنے میں اور دین کے تفاصیل (فروع) میں کسی فرع مثلاً نماز، حج پر طعنہ زنی کرنے میں کوئی فرق نہیں اور اس قبیل میں سے قرآن پر طعنہ زنی کرنا اور نبی کریم e کا بے ادبی کے ساتھ ذکر کرنا بھی ہیں۔ پس تمام علماء کے نزدیک اس جرم کا ارتکاب کرنے والا ذمی واجب القتل ہے اور وہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں چاہے نقض عہد ہو یا نہ ہو۔ ذمی کے واجب القتل قرار دینے والوں میں، جب کہ وہ ذمی اعلانیہ نبی کریم e کو نعوذ باللہ گالی بکے، امام مالک اور شافعی جیسے حضرات ہیں اور یہی امام لیث کا قول ہے اور اسی پر ابن الہمام نے فتویٰ دیا ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام ابی بکر الجصاص الحنفی a یوں رقمطراز ہیں:

ثم لما ضم الى ذلك الطعن فى الدين دل علىٰ ان اهل العهد من شروط بقاء عهدهم تركهم للطعن فى ديننا و ان اهل الذمه ممنوعون من اظهار الطعن فى دين المسلمين و هو يشهد لقول من يقول من الفقهاء ان من اظهر شتم النبى صلى الله عليه وسلم من اهل الذمة فقد نقض عهده ووجب قتله-----ان معنى الآية (و ان نكثو ايمانهم من بعد عهدهم و طعنوا فى دينكم

فقاتلوا ائمة الكفر)فاذاثبت ذلك كان من اظهر سبّ النبى صلى الله عليه وسلم من اهل العهد ناقضا للعهد اذ سبّ رسول الله يصلى الله عليه وسلم من اكثر الطعن فى الدين فهذا وجه يحتج به القائلون بما وصفنا.(احكام القرآن ،ج: الثالث، ص: ۱۰۶،۱۰۵)

q:''پھر جب اس کے ساتھ دین کی طعنہ زنی کو بھی ملایا جائے تو یہ اس بات پر دلالت کرے گا کہ ذمیوں کے عہد کے بقاء کے شرائط میں سے ہے کہ وہ ہمارے دین میں طعنہ زنی کرنا چھوڑیں گے اور اہل ذمہ پر مسلمانوں کے دین میں طعنہ زنی کرنا ممنوع ہے اور ان فقہاء کے اس قول کی شہادت ہے جو کہتے ہیں کہ بعض اہل الذمہ ایسے ہوتے ہیں جو عہد کو توڑنے کا ارتکاب کرتے ہیں اور واجب القتل ٹھہرتے ہیں۔ بیشک اس آیت (ترجمہ)''اور اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین (اسلام) پر طعن کریں تو تم لوگ اس قصد سے کہ یہ باز آجائیں، ان پیشوایانِ کفر کو قتل کرو کیونکہ اس صورت میں ان کی قسمیں (باقی) نہیں رہیں'' کا مطلب ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکی تو ذمیوں میں سے جو بھی اعلانیہ نبی کریم e کو گالی دینے کا مرتکب ہوگا تو وہ عہد کو توڑنے والا ہوگا کیونکہ نبی کریم e کو گالی دینا، دین پر طعن کرنے سے بھی بہت بڑھ کر ہے اور یہی ہمارے بیان کردہ قول کے قائلین کی بھی دلیل ہے۔''

دوسری آیتِ کریمہ:

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ١ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ ۱۰۱

q:''اور جو شخص رسول e کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امرِ حق ظاہر ہو چکا تھا اور تمام مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ ہولیا۔ تو ہم اس کو جو کچھ کہ وہ کرتا ہے کرنے دینگے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے، جانے کی۔''

تفسیر قرطبی میں اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہے:

قال العلماء هاتان الايتان نزلتا بسبب ابن ابی رق السارق لما حکم النبی صلی الله علیه وسلم بالقطع وهرب الی مکة وارتد ___ وقال الضحاك قدم نفر من قریم المدینة واسلمو اثم انقلبو الٰمکة مرتدین... و ان نزلت فی سارق الدرع او غیره فهی عامة فی کل من اخالف طریق المسلمین(القرطبی، ج: الثالث، ص: ۳۸۰)

q:''علماء فرماتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں کا سبب نزول ابن ابی رق چور ہے کہ جب نبی کریم e نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو وہ مکہ بھاگ گیا اور مرتد ہوگیا۔۔۔ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ قریش کے کچھ لوگ مدینہ منورہ آئے اور مسلمان ہوئے، پھر مرتد ہوکر مکہ معظمہ واپس گئے۔۔۔اگرچہ یہ آیت زرہ وغیرہ کے چوری کرنے والے کے بارے میں نازل ہوئی تھی لیکن یہ اب ہر اس شخص کے لئے عام ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلے۔''

اسی مضمون کا بیان تفسیر المدارک میں بھی مذکور ہے، ملاحظہ ہو المدارک ج ۱،ص ۴۳۰۔حضرت علامہ آلوسی البغدادی الحنفیؒ تفسیر روح المعانی میں یوں رقمطراز ہیں:

و قیل فی قوم طعمة لما ارتلوا بعد ان السمو ایا ماکان فالعبرة بعموم اللفظ لابخصوص السبب فینلرج فیه ذلك وغیره من المشاقین.(روح المعانی الجزء الثانی ص ۱۷۷)

q:''کہا جاتا ہے کہ قوم طعمہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو چکے تھے۔جو بھی ہو لیکن اعتبار عمومِ الفاظ کا ہے خصوصِ سبب کا نہیں۔''

لہٰذا اس میں یہ بھی اور اس کے علاوہ دیگر (نبی کریم e کو) اذیت پہنچانے والے بھی اس میں داخل ہیں۔[B]

تیسری آیت کریمہ:

(اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ

الْهُدٰیۙ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـٴًـاؕ وَ سَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۰۰

q:''بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکا اور رسول e کی مخالفت کے بعد اس کے کہ ان کو رستہ نظر آچکا تھا یہ لوگ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مٹا دے گا۔یعنی ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔''

قال القرطبی فی تفسیر قوله تعالیٰ (وشآقوا لرسول) ای عادوه و خالفوه (من بعد ما تبین لهم الهدیٰ) ای علموا انه نبی بالحجج والآ یات (لن یضروا الله شیئا) بکفرهم (وسیحبط اعمالهم) ای ثواب ما عملوه(قرطبی ج ۱۶، ص ۲۵۴)

q:''قرطبی نے تفسیر میں فرمایا ہے:(اور رسول e کی مخالفت کی) یعنی آپ e کے ساتھ عدوات رکھی اور آپ e کی مخالفت کی (بعد اس کے کہ ان کو رستہ نظر آچکا تھا) یعنی ان کو دلائل اور معجزات کے ذریعے معلوم ہو چکا تھا کہ آپ e نبی ہیں۔یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔اپنے کفر سے (اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مٹا دے گا) یعنی ان کے اعمال کے ثواب کو۔''

اس آیت میں رسول اللہ e کی عداوت ومخالفت کو ان کے جملہ اعمال کے خبط وضائع ہونے کا سبب قرار دیا۔ظاہر ہے کہ ارتداد ہی اعمال کو ضائع کر دیتا ہے جس کی سزا سب کے نزدیک قتل ہے۔اسی

B حضرت مولانا محمد اشرف خان صاحب a نے جج کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ گالی دینے والے سے حد ساقط نہیں ہوگی بلکہ سزا دی جائے گی (قتل کیا جائیگا) البتہ توبہ کرے تو دوبارہ دین میں داخل ہو جائے گا۔

طرح قرآن کریم کی درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ e کی عداوت ومخالفت پر عقوبتِ شدیدہ کی وعید دی جارہی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

(ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۚ وَ مَنْ یُّشَآقِّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۳)[سورۃ الانفال]

q:''یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول e کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول e کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دیتے ہیں۔''

اسی طرح سورۃ الحشر میں ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ١ۚ وَ مَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۰۰۴﴾ [سورۃ الحشر]

q:''یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول e کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دینے والا ہے۔''

چوتھی آیت کریمہ:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۵۷﴾ [سورۃ الاحزاب]

q:''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول e کو ایذاء دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع h ارقام فرماتے ہیں:

دوسرے ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ یہاں درحقیقت رسول e کی ایذاء سے روکنا ہے اور اس پر وعید کرنا مقصود ہے مگر آیت میں ایذاء رسول e کو ایذاء حق تعالیٰ کے عنوان سے تعبیر کر دیا گیا ہے کیونکہ آپ e کو ایذاء پہنچانا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو ایذاء پہنچانا ہے جیسا کہ حدیث میں آگے آتا ہے اور قرآن کے سیاق و سباق سے بھی ترجیح اس دوسرے قول کی معلوم ہوتی ہے اور رسول اللہ e کا بیان تھا اور آگے بھی اسی کا بیان آرہا ہے اور رسول اللہ e کی ایذاء کا اللہ تعالیٰ کے لئے ایذاء ہونا حضرت عبد الرحمن بن مغفل مزنی t کی روایت سے ثابت ہے کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم: الله الله فى اصحابى. لا تتخذوهم غرضا من بعدى، فمن احبهم فبحبى احبّهم، ومن

ابغضهم فببغضى ابغضهم، ومن آذاهم فقد آذانى، ومن آذنى فقد آذى الله، ومن آذى الله يوشك ان ياخذ. (الترمذى)

q:''رسول اللہ e نے فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ان کو میرے بعد اپنی اعتراضات و تنقیدات کا نشانہ نہ بناؤ کیونکہ ان سے جس نے محبت کی، میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے بغض رکھا، میرے بغض کے وجہ سے رکھا اور جس نے ان کو ایذاء پہنچائی، اس نے مجھے ایذاء پہنچائی اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے گرفت کرے گا۔''

اس حدیث سے جیسا یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ e کی ایذا سے اللہ تعالیٰ کی ایذا ہوتی ہے، اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں سے کسی کو ایذا پہنچانا یا ان کی شان میں گستاخی کرنا رسول اللہ e کی ایذاء ہے۔ اس آیت کے شان نزول کے متعلق متعدد روایات ہیں، بعض میں ہے کہ حضرت صدیقہ عائشہ r پر بہتان لگانے کے متعلق نازل ہوئی جیسا کہ حضرت ابن عباس t سے روایت ہے کہ جس زمانہ میں حضرت عائشہ r پر بہتان باندھا گیا تو عبداللہ بن ابی منافق کے گھر میں کچھ لوگ جمع ہوئے اور اس بہتان کو پھیلانے چلتا کرنے کی باتیں کرتے تھے۔ اس وقت رسول اللہ e نے صحابہ کرام سے اس کی شکایت فرمائی کہ یہ شخص مجھے ایذاء پہنچاتا ہے۔ (مظہری)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت صفیہ r سے نکاح کے وقت کچھ منافقین نے طعن کیا، اس کے متعلق نازل ہوئی اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ آیت ہر ایسے معاملے کے متعلق نازل ہوئی ہے جس سے رسول اللہ e کو اذیت پہنچے۔ اس میں صدیقہ عائشہ r پر بہتان بھی داخل ہے اور حضرت صفیہ r اور زینب r کے نکاحوں پر طعن و تشنیع بھی شامل ہے۔ دوسرے صحابہ کرام کو برا کہنا اور ان پر تبرا کرنا بھی داخل ہے۔ رسول اللہ e کو کسی طرح ایذاء پہنچانا کفر ہے۔

مسئلہ: جو شخص رسول اللہ e کو کسی طرح ایذا پہنچائے، آپ e کی ذات یا صفات میں کوئی عیب نکالے خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً وہ کافر ہو گیا اور اس آیت کی رو سے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت دنیا میں بھی

ہوگی اور آخرت میں بھی۔ کذالک قال القاضی ثناء اللہ فی التفسیر المظہری۔

(ماخوذ: معارف القرآن از مفتی محمد شفیع، ج: ہفتم، ص: ۲۲۷ تا ۲۲۹)

اس آیت کی تفسیر وتشریح میں صفوۃ التفاسیر میں محمد علی الصابونی فرماتے ہیں:

(ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ) ای یوذون اللہ بالکفر و نسبۃ الصاحبۃ و الولد و و صفہ بما لایلیق بہ جل وعلا کقول الیھود (ید اللہ مغلولۃ) و قول النصاریٰ (المسیح ابن اللہ) ویوذون الرسول بالتکذیب برسالۃ والطعن فی شریعۃ والاستھزاء بدعوتہ قال ابن عباس: نزلت فی الذین طعنوا علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم حین اتخذ بنت حیی (لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ) ای طردھم من رحمۃ واحل علیھم سخطہ وغضبہ فی الدنیا بالھوان والصغار، وفی الاخرۃ بالخلود فی عذاب النار (واعدلھم عذابا مھیناً) ای وھیّالھم عذابا شدیدا، بالغ الغایۃ فی الاھانۃ والتحقیر.

(صفوۃ التفاسیر، محمد علی الصابونی، ج: ۲، ص: ۵۳۶۔۵۳۷)

q: ''(بے شک جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول e کو ایذا دیتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کو کفر سے اور بیوی اور بیٹے کی نسبت کرنے سے اور اس کے ایسے اوصاف بیان کرنے سے جو ان کی شان کے لائق نہیں، ایذا دیتے ہیں۔ جیسے یہودیوں کا قول ہے: ید اللہ مغلولۃ (اللہ کا ہاتھ بند ہوگیا) اور نصاریٰ کا قول المسیح ابن اللہ (مسیح اللہ کے بیٹے ہیں) اور رسول اللہ e کو تکذیب رسالت، شریعت پر طعن اور آپ e کی دعوت کا مذاق اڑا کر ایذا دیتے ہیں، ابن عباس t فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے رسول اللہ e پر بنت حیی کو عقد زوجیت میں لانے کی وجہ سے طعن کیا تھا۔ (اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے) یعنی ان کو اپنی رحمت سے دور کیا اور ان کو دنیا میں خوار وذلیل کر کے اپنا غضب نازل کیا اور آخرت میں عذاب جہنم میں

خلود کے ذریعے سزا دی۔ (ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے) یعنی ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے جو اہانت وتحقیر میں حد درجے تک پہنچا ہوا عذاب ہے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی وعید ہے، اسلامی شریعت میں ''لعنت کا پھٹکار'' عذاب کے اعتبار سے سب سے سخت اور شدید ترین لفظ ہے، بیان فرمایا اور مزید براں ذلیل کرنے کی وعید سنائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایذاء اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی کریہہ اور مغضوب فعل ہے جس کی سزا دنیا اور آخرت میں اشد ہونی چاہیے۔

پانچویں آیت:

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ١ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ١ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ١ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ١ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ١ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ١ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا١ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ۵۳ الاحزاب

q: ''اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے، ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جاوے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے۔ سو وہ تمہارا لحاظ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے سے کسی کا لحاظ نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں میں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو جائز نہیں کہ رسول e کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ e کے بعد آپ e کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو، یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی hفرماتے ہیں:

قال المراد ان ایذاء الرسول حرام والتعرض لنسانه فی حیاته ایذاء فلا یجوز ثم قال لا بل ذلك غیر جائز مطلقائم اکده بقوله (ان ذلکم کان عند الله عظیما) ای ایذاء الرسول

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۷۹۵)

q:''تو مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ e کو ایذاء دینا حرام ہے اور آپ e کی حیات میں آپ e کی ازواج سے تعرض کرنا ایذاء ہے تو یہ ناجائز ہے پھر فرمایا بلکہ یہ مطلقا جائز نہیں اور پھر اسے اپنے اس ارشاد سے مزید مؤکد کیا کہ ان ذلکم کان عند الله عظیما یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری معصیت کی بات ہے یعنی رسول اللہ e کی ایذاء۔''

امام المفسرین قرطبی aفرماتے ہیں کہ:

قوله تعالی: ان ذلکم کان عند الله عظیما یعنی اذیة رسول الله صلی الله علیه وسلم او نکاح ازواجه فجعل ذلك من جملة الکبائر ولا ذنب اعظم منه.(القرطبی ج ۱۴ ص ۲۳۵)

q:''اللہ تعالیٰ کا قول ان ذلکم کان عند الله عظیما یعنی یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے یعنی رسول اللہ e کو اذیت پہنچانا یا آپ e کی ازواج سے نکاح کرنا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑا گناہ قرار دیا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی اور بڑا گناہ نہیں۔''

ان آیتوں میں اذیت رسول e کو حرام قطعی قرار دے کر سب سے بڑا گناہ قرار دے دیا۔ ظاہر ہے کہ سب سے بڑے گناہ کی سزا بھی سب سے بری یعنی قتل ہوگی۔

احادیث مبارکہ

B شانِ نبوت میں گستاخی کرنے والی یہودیہ کا واقعہ:

حدثنا عثمان بن ابی شیبة و عبد الله بن الجراح عن جریر عن

مغیرة عن الشعبی عن علی رضی الله عنه ان یهودیة کانت تشتم النبی صلی الله علیه وسلم تقع فیه فخنقها رجل حتی ماتت فأبطل رسول الله صلی الله علیه وسلم دمها(ابوداؤد، جلد ثانی، ص ۲۵۲)

q:''حضرت علی t سے روایت ہے کہ ایک یہودیہ نبی e کو گالیاں دیتی تھیں اور آپ e کی غیبت کرتی تھیں پس کسی شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئیں پس رسول اللہ e نے اس کے خون کو باطل قرار دے دیا۔''

C حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ:

حدثنا موسی بن اسمعیل حدثنا حماد عن یونس عن حمید بن هلال عن النبی صلی الله علیه وسلم وحدثنا هارون بن عبد الله و نصیر بن الفرج قالا حدثنا أبو أسامة عن یذید بن زریع عن یونس بن عبید عن حمید بن هلال عن عبد الله بن مطرف عن أبی برزة قال کنت عند أبی بکر رضی الله عنه فتغیظ علی رجل فاشتد علیه فقلت تأذن لی یا خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم أضرب عنقه قال فأذهبت کلمتی غضبه فقام فدخل فأرسل الی فقال ما الذی قلت انفا قلت ائذن لی أضرب عنقه قال أکنت فاعلالو أمرتك قلت نعم قال لا والله ماکانت لبشر بعد محمد صلی الله علیه وسلم.

(ابوداؤد جلد صوم ص ۲۵۲)

q:''حضرت ابی برزہ t سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابوبکر t کے پاس تھا وہ ایک شخص پر غصے ہوئے پس اس شخص نے حضرت ابوبکر t پر بہت شدت اور سختی کی، پس میں نے کہا کہ اے رسول

کے خلیفہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن ماردوں، میری اس بات نے حضرت ابوبکر صدیق t کا غصہ اتار دیا، پس حضرت ابوبکر t کھڑے ہوگئے اور اندر داخل ہوگئے، پھر مجھے بلوا بھیجا اور ارشاد فرمایا تو نے ابھی کیا کہا تھا؟ میں کہا مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن ماردوں، فرمایا کیا اگر میں تجھے حکم دیتا تو تو یہ کام کر گزرتا؟ میں نے ہاں میں جواب دیا، ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہرگز نہیں، یہ حق رسول اللہ e کے بعد کسی انسان کا نہیں (کہ اسے گالی یا برا کہنے پر یا اس سے سختی برتنے پر قتل کر دیا جائے)''

D بنوقریظہ کی گستاخ عورت کا واقعہ:

عن عروة بن الزبير عن عائشة قالت لم يقتل من نسائهم تعنى بنى قريظة الا امرأة انها لعندى تحدث تضحك ظهرا وبطنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم يقتل رجالهم بالسيوف اذا هتف هاتف باسمها أين فلانة؟ قالت: أنا. قلت: وماشأنك؟ قالت: حدث أحدثته. قالت: فانطلق بها فضربت عنقها فما أنسى عجبا منا أنها تضحك ظهرا وبطنا وقد علمت أنها تقتل.

(ابوداؤد مع بذل المجهود، ج: ۱۲، ص: ۲۰۲)

q: ''حضرت عائشہ r سے روایت ہے کہ نبی پاک e نے بنی قریظہ کی عورتوں میں سے سوائے ایک عورت کے کسی کو قتل نہیں کیا، یہ عورت میرے پاس تھی بولتی چالتی اور ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتی تھی، اسی اثناء میں رسول اللہ e ان کے مردوں کو تلواروں سے قتل کروا رہے تھے۔ یکا یک ایک پکارنے والے نے پکارا: فلاں عورت کہاں ہے؟ حضرت عائشہ r فرماتی ہیں: میں نے کہا کہ تیرا معاملہ کیا ہے؟ کہنے لگی: ایک بات تھی جو میں نے کہی تھی۔ حضرت عائشہ r فرماتی ہیں: اس عورت کو لے جایا گیا اور اس کی گردن ماردی گئی۔ حضرت عائشہ r فرماتی ہیں: میں تعجب سے یہ بات نہیں بھولتی کہ وہ عورت ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی، حالانکہ وہ جانتی تھی کہ اسے قتل کیا جائے گا۔''

اس حدیث کی شرح میں بذل المجہود میں لکھا ہے:

قال الخطابى: يقال ان الحديث الذى احدثته انها شتمت النبى صلى الله عليه وسلم وبه قالت الحنفية ان ساب نبى من الانبياء يقتل. واختلفوا هل يقتل حدا فلا تقبل توبته مطلقا او حكمه كالمرتد؟ فتقبل توبته قال: فى الدر المختار، وكل مسلم ارتدّ فتوبته مقبولة الاالكافر بسب نبى من الانبياء، فانه تقتل مع توبته مطلقا، و كذا لو ابغضه بالقلب. (فتح). فى فتاوىٰ المصنف و يجب الحاق الاستهزاء والاستخفاف به لتعلق حقه ايضا وقد صرح فى النتف و معين الحكام وشرح الطحاوى وحاوى الزاهدى وغيرها بان حكمه كالمرتد، ولفظ النتف: من سبّ رسول الله صلى الله عليه وسلم فانه مرتد فحكمه كالمرتد، ويفعل به مايفعل بالمرتد، انتهى، وهو ظاهر فى قبول توبته كما مرّ عن الشفاء انتهى فليحفظ (قالت:فانطلق بها فضربت عنقها قالت:) عائشه رضى الله عنها (فما انسى عجبا) اى تعجبنى (منها انها) اى المرأة، (تضحك ظهرا وبطنا وقد علمت انها تقتل) (بذل المجهود ،ج: ۱۲، ص: ۲۰۲،۲۰۳)

q: ''امام خطابی کہتے ہیں کہ وہ معاملہ جو اس عورت نے کیا تھا، وہ یہ تھا کہ اس نے نبی پاک e کو گالی دی تھی، اس واقعہ کی بناء پر اصحاب حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی انبیاء میں سے کسی ایک کو بھی گالی دے گا تو قتل کیا جائے گا۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص حد کے طور پر قتل کیا جائے، کیا اس کی توبہ مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی یا اس کا حکم مرتد جیسا ہوگا کہ اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔ الدر المختار میں کہتے ہیں کہ ہر وہ مسلمان جو العیاذ باللہ مرتد ہونے کے بعد توبہ کر لے، اس کی توبہ قبول کی جائے گی

سوائے ایسے کافر کی جونبیوں میں سے کسی کو گالی دے کر کافر ہوا ہے پس وہ قتل کیا جائے گا باوجود اپنی مطلق توبہ کے اور اسی طرح اگر اس نے کسی نبی سے دل میں بغض رکھا (اور اس کا پتہ چل گیا) فتح القدیر۔ مصنف کے فتاویٰ میں یہ بھی ہے کہ سب یعنی گالی کے ساتھ نبی کے ساتھ استہزاء اور استخفاف کو بھی ملحق کیا جائے گا۔ چونکہ اس کا بھی آپ e کے حق کے ساتھ تعلق ہے اور کتاب الخف، معین الحکام، شرح الطحاوی، حاوی الزاہدی وغیرہ میں بھی تصریح کی گئی ہے کہ (جس نے رسول کو گالی دی یا استہزاء واستخفاف کیا) اس کا حکم مرتد جیسا ہے۔ الخف کے الفاظ یہ ہیں کہ جس نے رسول اللہ e کو گالی دی پس وہ مرتد ہے، اس کا حکم بھی مرتد جیسا ہے اور اس کے ساتھ بھی سزا کے طور پر وہی معاملہ کیا جائے گا۔ (انتہی) یہ حکم اس کی توبہ قبولیت کے بارے میں ظاہر ہے جیسا کہ قاضی عیاض کی ''شفاء'' کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس عورت کو لے جایا گیا اور اس کی گردن ماری گئی پس میں اس تعجب کو کبھی نہیں بھولوں گی کہ وہ لوٹ پوٹ کر ہنستی اور اسے پتہ تھا کہ اسے قتل کیا جائے گا۔''

E شاتمہ رسول باندی کا واقعہ:

عن عكرمة قال حدثنا ابن عباس أن أعمى كانت له أم ولد تشتم النبى صلى الله عليه وسلم وتقع فيه فينهاها فلاتنتهى ويزجرها فلاتنزجر قال فلما كانت ذات ليلة جعلت تقع فى النبى صلى الله عليه وسلم وتشتمه فأخذ المغول فوضعه فى بطنها و اتكأ عليها فقتلها فوقع بين رجليها طفل فلطخت ما هنالك بالدم فلما أصبح ذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فجمع الناس فقال أنشد الله رجلا فعل ما فعل لى عليه حق الا قام فقام الاعمى يتخطى الناس و هو يتزلزل حتى قعد بين يدى النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله وانا صاحبها كانت تشتمك وتقع فيك فأنهاها فلاتنتهى وأزجرها فلا تنزجر و لى

منها ابنان مثل اللؤلوتين و كانت بى رفيقة فلما كان البارحة جعلت تشتمك و تقع فيك فأخذت المغول فوضعته فى بطنها واتكات عليها حتى قتلتها فقال النبى صلى الله عليه وسلم ألا اشهدو أن دمها هدر.

(ابوداؤد، ج:۲، ص:۲۵۲، جامع الاصول ،ص:۱۱، ج: ۱۱،حدیث نمبر: ۷۷۶۲، جمع الفوائد، ص:۴۶، ج: ۱ بحواله ابوداؤد و نسائی)

q: ''عکرمہ t فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابن عباس t نے خبر دی کہ ایک نابینا تھے جن کی ایک ام ولد (لونڈی) تھی جو نبی انور e کو گالیاں دیتی تھی۔ اسے ہمیشہ منع کرتے اور وہ باز نہ آتی اسے دھمکاتے تو وہ پھر بھی نہ رکتی۔ ابن عباس t فرماتے ہیں کہ ایک رات ایسی آئی کہ اس عورت نے حضور انور e کی غیبت شروع کی اور آپ e کو گالیاں دیں، پس انہوں نے ایک چھوٹی سی تلوار لی اور اس کے پیٹ پر رکھ کر اس پر بیٹھ گیا اور اسے قتل کر دیا۔ پس اس عورت کے دونوں پاؤں کے درمیان ایک بچہ گر پڑا جو کچھ وہاں تھا خون سے لت پت ہو گیا، جب سویرا ہوا اس بات کا نبی پاک سے تذکرہ کیا گیا، پس لوگ جمع ہو گئے رسول اللہ e نے فرمایا میں اسے قسم دوں گا اس نے جو کیا سو کیا، میرا اس پر حق ہے (میری اطاعت اور میری دعوت کی قبولیت کا) پس نابینا صحابی اٹھا اور لوگوں کو پھاندتا ہوا ایسی حالت میں آیا کہ وہ لڑکھڑا رہا تھا یہاں تک کہ نبی انور e کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول میں اس عورت کا مالک ہوں وہ آپ e کو گالی دیتی تھی اور آپ e کو برا بھلا کہتی تھی پس میں نے اسے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئی، اسے ڈانٹا پس اس پر باز نہ آئی، اس سے میرے دو موتیوں جیسے بیٹے ہیں، وہ میری رفیقہ تھی۔ پس گزشتہ رات اس نے آپ e کو گالیاں دینی شروع کیں اور آپ e کو برا بھلا کہا پس میں نے چھوٹی تلوار لی اور اس کے پیٹ پر رکھ دی اور اس پر بیٹھ گیا یہاں تک کہ میں نے اسے قتل کر دیا، پس نبی انور e نے فرمایا اے لوگو! گواہ رہو اس کا خون ہدر ہے (یعنی اس کا بدلہ نہیں لیا جائے گا)۔''

علامہ ابن حجر عسقلانی a کی تحقیق:

وقد نقل بن المنذر الاتفاق على أن من سب النبي صلى الله عليه وسلم صريحا وجب قتله ونقل أبو بكر الفارسي أحد أئمة الشافعية في كتاب الإجماع أن من سب النبي صلى الله عليه وسلم مما هو قذف صريح كفر باتفاق العلماء فلو تاب لم يسقط عنه القتل لأن حد قذفه القتل وحد القذف لا يسقط بالتوبة وخالفه القفال فقال كفر بالسب فيسقط القتل بالإسلام وقال الصيدلاني يزول القتل ويجب حد القذف وضعفه الإمام فإن عرض فقال الخطابي لا أعلم خلافا في وجوب قتله إذا كان مسلما وقال بن بطال اختلف العلماء فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم فأما أهل العهد والذمة كاليهود فقال بن القاسم عن مالك يقتل إلا أن يسلم وأما المسلم فيقتل بغير استتابة ونقل بن المنذر عن الليث والشافعي وأحمد وإسحاق مثله في حق اليهودي ونحوه ومن طريق الوليد بن مسلم عن الأوزاعي ومالك في المسلم هي ردة يستتاب منها وعن الكوفيين إن كان ذميا عزر وإن كان مسلما فهي ردة وحكى عياض خلافا هل كان ترك من وقع منه ذلك لعدم التصريح أو لمصلحة التأليف ونقل عن بعض المالكية أنه إنما لم يقتل اليهود في هذه القصة لأنهم لم تقم عليهم البينة بذلك ولا أقروا به فلم يقض فيهم بعلمه وقيل إنهم لما لم يظهروه ولووه بألسنتهم ترك قتلهم وقيل إنه لم يحمل ذلك منهم على السب بل على الدعاء بالموت الذي لا بد منه

ولذلك قال في الرد عليهم وعليكم أي الموت نازل علينا وعليكم فلا معنى للدعاء به أشار إلى ذلك القاضي عياض وتقدمت الإشارة إليه في الاستئذان وكذا من قال السأم بالهمز بمعنى السآمة هو دعاء بأن يملوا الدين وليس بصريح في السب والله أعلم وعلى القول بوجوب قتل من وقع منه ذلك من ذمي أو معاهد فترك لمصلحة التأليف هل ينتقض بذلك عهده محل تأمل واحتج الطحاوي لأصحابهم بحديث الباب وأيده بأن هذا الكلام لو صدر من مسلم لكان ردة وأما صدوره من اليهود فالذي هم عليه من الكفر أشد منه فلذلك لم يقتلهم النبي صلى الله عليه وسلم وتعقب بأن دماءهم لم تحقن إلا بالعهد وليس في العهد أنهم يسبون النبي صلى الله عليه وسلم فمن سبه منهم تعد العهد فينتقض فيصير كافرا بلا عهد فيهدر دمه إلا أن يسلم ويؤيده أنه لو كان كل ما يعتقدونه لا يؤاخذون به لكانوا لو قتلوا مسلما لم يقتلوا لأن من معتقدهم حل دماء المسلمين ومع ذلك لو قتل منهم أحد مسلما قتل فإن قيل إنما يقتل بالمسلم قصاصا بدليل أنه يقتل به ولو أسلم ولو سب ثم أسلم لم يقتل قلنا الفرق بينهما أن قتل المسلم يتعلق بحق آدمي فلا يهدر وأما السب فإن وجوب القتل به يرجع إلى حق الدين فيهدمه الإسلام والذي يظهر أن ترك قتل اليهود إنما كان لمصلحة التأليف أو لكونهم لم يعلنوا به أولهما جميعا وهو أولى والله أعلم

(فتح الباری شرح البخاری، ج ۱۲، ص ۲۳۶ ـ ۲۳۷)

q:''علامہ ابن حجر عسقلانی a نے فتح الباری میں تحریر فرمایا ہے کہ ابن المنذر نے اس بات پر (پوری امت کا) اتفاق نقل کیا ہے کہ جو شخص نبی پاک e کو صریح گالی دے گا اس کا قتل واجب ہے اور ابوبکر الفارسیؒ جو کہ شافعیہ کے ائمہ میں سے ایک ہے، نے اپنی کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نبی پاک e کو ایسا برا کہا (یعنی گالی دی) جو کہ صریحاً بہتان ہو وہ کافر ہو گیا۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ پس اگر وہ توبہ کرے تو اس کا قتل ساقط نہیں ہوگا کیونکہ نبی پر بہتان کی حد قتل ہے اور اس بہتان کی حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ لیکن ابوبکر قفال a نے اس کی اس طرح مخالفت کی ہے کہ وہ گالی سے کافر ہو گیا اور اس کا قتل اسلام کے لانے سے ساقط ہو گیا اور صیدلانی نے کہا کہ قتل ساقط ہو جاتا ہے اور حد قذف لازم آجاتی ہے لیکن اسے امام نے ضعیف قرار دیا۔ علامہ خطابی a فرماتے ہیں کہ نبی پر بہتان لگانے والا یا گالی دینے والا اگر مسلمان ہو تو اسے عدالت میں پیش کرنے کے بعد اس کے قتل کے واجب ہونے میں امت میں کسی کے اختلاف کا مجھے علم نہیں۔ ابن بطالؒ کہتے ہے کہ علماء کا نبی انور e کے گالی دینے والے کے بارے میں اختلاف ہے۔ پس اہلِ معاہدہ اور ذمی جیسے یہود ان کے بارے میں ابن القاسم امام مالک a سے روایت کرتے ہیں کہ اگر وہ اسلام نہ لائے تو قتل کر دیا جائیگا اور جو مسلمان ہے وہ بغیر توبہ کی طلب کے قتل کر دیا جائے گا اور ابن المنذر a نے یہی قول اللیث a، امام شافعی a، امام محمد a اور اسحاق a سے یہودی ان جیسوں کے بارے میں نقل کیا ہے اور ابولید ابن مسلم نے امام الاوزاعی a اور امام مالک a سے مسلمانوں کے بارے میں نقل کیا ہے کہ یہ ارتداد ہے اس سے اس کی توبہ طلب کی جائے گی اور کوفیوں سے روایت ہے کہ اگر ذمی ہوگا تو اس کا عذر قبول کیا جائے گا اگر مسلمان ہوگا تو یہ ارتداد ہے اور قاضی عیاض a نے اس بارے میں اختلاف نقل کیا ہے کہ آیا اس شخص سے جو بات ہو چکی ہے عدم تصریح یا مصلحت التالیف کی وجہ سے کیا اس چھوڑا جائے گا اور بعض مالکیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اس قصے میں یہود کو اس وجہ سے نہیں قتل کیا گیا کہ ان پر گواہ پیش نہیں کیے جا سکے اور نہ انہوں نے اس کا اقرار کیا اور نبی پاک e نے اپنے علم کی بناء پر ان کا فیصلہ کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب انہوں نے یعنی یہود نے حضور e پر اسے ظاہر نہیں کیا اور اپنی زبانوں کو موڑ کر پیش

کیا تو آپ e نے ان کو قتل کو ترک کر دیا اور بھی کہا گیا ہے کہ نبی پاک e نے ان کے اس کہنے کو یعنی السام علیکم کو (العیاذ باللہ) گالی پر محمول نہیں کیا بلکہ موت جو لابدی چیز ہے اس کی بدعا سمجھا اور اسی وجہ سے آپ e نے ان کے جواب میں فرمایا کہ ''وعلیکم'' یعنی موت جو ہے وہ ہم اور آپ پر آنے والی ہے۔ پس یہاں دعا کا کوئی مطلب نہیں ہے جس کیطرف قاضی عیاضؒ نے اشارہ کیا ہے اور اس کے بارے میں استیذان میں بات گزر چکی ہے اور اس طرح بعض نے السام کو ہمزہ سے لیا ہے جس کے معنی ''اسآمۃ'' کے ہیں (یعنی تھکنا) اور یہ ایسی دعا ہے کہ دین میں ست پڑ جائیں اور یہ بات جو ہے گالی کے بارے میں صریح نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ اور ان لوگوں کے قول کے مطابق جو کہ ذمی یا معاہد کے (گالی دینے سے اس کے) قتل کے وجوب کو لازم سمجھتے ہیں (اس موقع پر اس کے) ترک کو تالیف قلب کی مصلحت کے لیے قرار دیتے ہیں اور کیا اس سے ذمی کا عہد بھی ٹوٹ جاتا ہے؟ سوچنے کی بات ہے۔ اور امام طحاویؒ نے اپنے اصحاب کے لیے یعنی حنفیہ کے لیے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اور اس کی تائید کی ہے کہ اگر یہ کلام مسلمان سے صادر ہوتا تو یہ ارتداد ہوتا اور یہود سے اس کا صدور اس وجہ سے کہ وہ جس کفر پر قائم ہیں اس سے زیادہ اشد ہے، اس وجہ سے رسول اللہ e نے انہیں قتل نہیں کیا اور اسکے بعد یہ بات لائے ہیں کہ ان کے خون صرف عہد کی بناء پر محفوظ ہیں اور اس کے عہد میں یہ نہیں ہے کہ نبی پاک e کو گالی دیں گے پس ان میں سے جس نے آپ e کا گالی دی وہ عہد کو پھاند گیا۔ اور اس کا عہد ٹوٹ گیا پس وہ ایسا کافر بن گیا جس کا کوئی عہد نہیں ہے۔ پس اس کا خون ہدر ہو گیا سوائے اس کے کہ وہ مسلمان ہو جائے اور اس کی تائید یہ بات کرتی ہے کہ اگر وہ اپنے جملہ اعتقادات کے بارے میں نہیں پکڑے جاتے تو اس بناء پر اگر وہ مسلمان کو قتل کر دیتے تو ان کو قتل نہ کیا جاتا چونکہ ان کے اعتقاد میں تو مسلمان کا خون بھی حلال ہے باوجود اسکے اگر ان میں سے کوئی کسی ایک مسلمان کو قتل کر دیتا ہے وہ قتل کیا جاتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ مسلمان کی قصاص میں مارا جاتا ہے اس دلیل کے بناء پر وہ مسلمان کے مقابلے میں قتل کیا گیا اور اگر وہ اسلام ایسی حالت میں لاتا ہے کہ اس نے گالی دی ہوئی ہوتی پھر مسلمان ہو جاتا تو اسے قتل نہ کیا جاتا، ہم یہ کہتے ہیں ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ اگر اس نے مسلمان کو قتل

کیا ہوتا تو یہ آدمی کے حق سے متعلق تھا جسے حد قرار دے گیا اور گالی جو ہے اس کے اوپر قتل کا وجوب دین کا حق ہے۔ اسلام کے لانے سے اسلام کے پیشتر کے جملہ گناہ منہدم ہو جاتے ہیں اور جو ظاہر ہوتا ہے کہ یہود کا قتل مصلحت تالیف کے لیے تھا یا اس لیے کہ انہوں نے تصریحاً اس کا اعلان نہیں کیا تھا یا اکٹھا ان دونوں باتوں کی وجہ سے تھا اور یہی بات زیادہ مناسب ہے۔''

حضرت زبیر t کا ایک قریشی گستاخِ رسول کو قتل کرنا:

عبدالرزاق عن ابن جریج عن رجل عن عکرمة مولی ابن عباس ان النبی صلی الله علیه وسلم سبّه رجل من المشرکین فقال من یکفینی عدوی؟ فقال الزبیر انا فبارزه الزبیر، فقتله فاعطاه النبی صلی الله علیه وسلم سلبه.

(مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث:۹ ۴۸۸، ج :۵، ص:۲۳۷)

q:''حضرت عکرمہ t سے روایت ہے کہ مشرکین میں سے کسی شخص نے نبی انور e کو گالی دی، آپ e نے ارشاد فرمایا: کون میرے دشمن سے میرے لیے نپٹ لے گا؟ حضرت زبیر t نے کہا: میں۔ پس حضرت زبیر t نے اسے للکارا اور اسے قتل کر دیا۔ اس پر (انعام کے طور پر) نبی انور e نے اس کا ساز و سامان حضرت زبیر t کو عنایت فرما دیا۔''

حضرت خالد بن ولید t کا ایک شاتمِ رسول عورت کو قتل کرنا:

عبدالرزاق عن معمر عن سماك بن الفضل قال اخبرنی عروة بن محمد عن رجل عن.....قالی الفین ان امراة کانت تسب النبی صلی الله علیه وسلم، فقال النبی صلی الله علیه وسلم من یکفینی عدوی؟ فخرج الیها خالد بن ولید فقتلها. (مصنف عبدالرزاق ج ۵ص ۳۰۷، ۳۰۸)

q:''عروہ ابن محمد ایک شخص سے روایت کرتے ہیں ایک عورت نبی انور e کو گالیاں دیا کرتی

تھی، پس آپ e نے ارشاد فرمایا: میرے لیے کون میرے دشمن سے نپٹ لے گا؟ پس حضرت خالد بن ولیدؓ اس کی طرف گئے اور اسے قتل کر دیا۔''

ایوب بن یحییٰ کا ایک نصرانی شاتم کو قتل کرنا:

عبدالرازق قال واخبرنی ابی ان ایوب بن یحیٰ خرج الی عدن، فرفع الیه رجل من النصاری سبّ النبی صلی الله علیه وسلم فاستشار فیه، فاشار علیه عبدالرحمٰن بن یزید الصنعانی ان یقتله، فقتله، وروی له فی ذلك حدیثا، قال وکان قد لقی عمر و سمع منه علما کثیرا، قال فکتب فی ذلك ایوب الی عبد الملك او الی الولید بن عبدالملك، فکتب یحسن ذلك.(مصنف عبدالرازق ج: ۵،ص: ۳۰۷، ۳۰۸)

q:''عبدالرازق کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے خبر دی کہ ایوب بن یحییٰ عدن تشریف لے گئے ان سے وہاں ایک ایسے عیسائی کا مرافعہ کیا گیا جس نے نبی انور e کو گالی دی تھی، اس پر انھوں نے مشورہ طلب کیا، پس حضرت عبدالرحمٰن ابن یزید صنعانی نے مشورہ دیا کہ اسے قتل کیا جائے، پس اسے قتل کر دیا گیا، ایوب کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن ابن یزید صنعانی حضرت عمر t سے ملے تھے اور ان سے بہت سارا علم حاصل کیا تھا (یا روایات نقل کی تھیں) ابوعبدالرازق کہتے ہیں کہ ایوب نے اس بارے میں (خلیفہ) عبدالملک کو لکھا یا الولید بن عبدالملک کو، اس نے جواب میں ان کے اس کام کی تحسین کی۔''

رسول اللہ e کا ایک شخص کے بارے میں قتل کا حکم:

عبدالرازق عن معمر عن رجل عن سعید بن جبیر ان رجلا کذب النبی صلی الله علیه وسلم فبعث علیا والزبیر فقال اذهبا

فان ادرکتماه فاقتلاه۔(مصنف عبدالرزاق، ج: ۵،ص: ۳۰۷)

q:''سعید ابن جبیر t سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت نبی انور e کو جھوٹا کہا، پس آپ e نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی طرف بھیجا اور انہیں یہ حکم دیا تم دونوں جاؤ اور اگر تم دونوں کو وہ مل جائے تو تم دونوں اسے قتل کر دو۔''

آپ e پر جھوٹ باندھنے والے کی سزا:

عبدالرازق عن ابن التیمی بن ابیه ان علیا قال فیمن کذب علی النبی صلی الله علیه وسلم یضرب عنقه(مصنف عبدالرازق ج ۵ ۳۰۷، ۳۰۸)

q:''ابن التیمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص حضور انور e پر جھوٹ باندھے، حضرت علی t کا اس کے بارے میں ارشاد تھا کہ اس کی گردن مار جادی جائے یعنی اسے قتل کر دیا جائے۔''

نابینا صحابی اور شاتمِ رسول یہودیہ:

ثنا ابو اسحاق الهمدانی قال کان رجل من المسلمین ذاهب البصر یاوی الی یهودیةوکانت حسنة الصنیع الیه وکانت تسبّ النبی صلی الله علیه وسلم اذا ذکرته فنهاها فابت ان تفعل فقتلها فاطلّ رسول الله صلی الله علیه وسلم دمها(المطالب العالیه از حافظ ابن حجر، ج: ۲، ص: ۱۷۴)

q:''ابواسحاق ہمدانی کی روایت ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک آدمی جس کی بصارت ختم ہوگئی تھی، اس کا ایک یہودیہ کے ہاں ٹھکانہ تھا اور وہ عورت اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والی تھی، البتہ وہ عورت جب نبی کریم e کا ذکر کرتی تو آپ e کو گالیاں دیتی تھی تو اس نے اسے منع کیا لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، چنانچہ اس مسلمان نے اسے قتل کر دیا۔ حضور پاک e نے اس کا خون ہدر

قرار دیا۔''

حضرت ابن عمر t کا واقعہ:

حصین بن عبدالرحمٰن عمن اخبره ان ابن عمر اتی براهب فقیل له، ان هذا لیسب النبی صلی الله علیه وسلم فقال لو سمعته لقتلته ان لم نعطهم الذمة لیسبوا نبینا صلی الله علیه وسلم(هما لمسدد)

q:''حصین بن عبدالرحمن اس سے روایت ہے جس نے اس کو خبر دی ہے کہ ابن عمر t کے پاس ایک راہب لایا گیا اور اسے (ابن عمر t) سے کہا گیا کہ یہ نبی کریم e کو گالیاں دیتا ہے، تو ابن عمر t نے فرمایا اگر میں اسے گالیاں دیتے ہوئے سنتا تو میں اسے ضرور قتل کرتا کیونکہ ہم نے ان کو اس لیے ذمہ (ذمی کے حقوق) نہیں دیا کہ وہ ہمارے نبی e کو گالیاں دیں۔''

حضرت غرفہ t کا ایک شخص کو قتل کرنا:

کعب بن علقمه ان غرفة بن الحارث و کانت له صحبة مر علی رجل کان یلبس کل یوم ثوبا او قال حلة لا تشبه الاخری یلبس فی السنة ثلاث مائة و ستین ثوبا وکان له عهد فدعاه الی الاسلام، فغضب فسبّ النبی صلی الله علیه وسلم، فقتله غرفة، فقال له عمرو بن العاص، انهم انما یطمئنون الینا للعهد، قال ما عاهدناهم علی ان یوءذونا فی الله ورسوله(ابی یعلی)

(المطالب العالیه از حافظ ابن حجر ،ج: ۲،ص:۱۷۴)

q:''کعب بن علقمہ سے روایت ہے کہ غرفہ بن الحارث اور یہ صحابی تھے، ایک آدمی پر گزرے جو ہر روز نئے کپڑے پہنتا تھا یا یہ کہا جائے کہ نیا جوڑا پہنتا تھا جو ایک دوسرے سے نہیں ملتا تھا، وہ سال

میں تین سو ساٹھ کپڑے کے جوڑے پہنتا تھا اور وہ ذمی تھا تو اسے اسلام کی دعوت دی تو وہ آدمی غصہ ہوا اور نبی کریم e کا گالی دی، تو غرفہ نے اسے قتل کیا تو عمرو بن العاص نے اسے کہا کہ بے شک وہ ہم سے عہد کے سبب مطمئن ہیں، غرفہ نے کہا کہ ہم نے ان کے ساتھ اس پر عہد نہیں کیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول e کو اذیت دینے سے تکلیف پہنچائیں۔''

دو گانے والی عورتوں کا واقعہ:

ان المهاجر بن ابی امیۃکان امیرا علی الیمامة رفع الیه امراتان مغنیتان غنت احداهم بشتم النبی صلی الله علیه وسلم فقطع یدها ونزع ثنایاها وغنت الاخری بهجاء المسلمین فقطع یدها وثنیتها، فکتب الیه ابوبکر، بلغنی التی فعلت بالمراة التی تغنت بشتم النبی صلی الله علیه وسلم فلولا ماسبقتنی فیها لامرتك بقتلها، لان حد الانبیاء لیس یشبه الحدود فمن تعاطی ذلك من مسلم فهو مرتد، او معاهد فهو محارب غادر، واما التی تغنت بهجاء المسلمین فان کانت ممن یدعی الاسلام فادب دون المثلة، وان کانت ذمیة فلعمری لما صفحت عنه من الشرك لاعظم، ولو کنت تقدمت الیك فی مثل هذا لبلغت مکروها. وایاك و المثلة فی الناس فانها ماثم ومنفرة الا فی القصاص.

(کنز العمال ،ج :۵،ص: ۵۶۸.۹)

q:''مہاجر بن امیہ جو کہ یمامہ کے امیر تھے ان کے پاس دو ایسی گانے والی عورتوں کا مرافعہ کیا گیا جن میں سے ایک نے نبی کریم e کے بارے میں ایسا گانا گایا تھا جس میں حضور انور e کی برائی (جو گالی کی حد تک تھی) بیان کی گئی تھی، انھوں نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور اس کے سامنے کے دانت نکال دیے اور دوسری نے مسلمانوں کی ہجو گائی تھی، اس کا بھی انہوں نے ہاتھ کاٹ دیا اور سامنے کے

دانت نکال دیے، پس انہیں ابوبکر صدیق t نے لکھا: ''مجھے وہ بات پہنچی جو تو نے اس عورت کے ساتھ کی جس نے کہ نبی پاک e کی برائی یا گالی والا گانا گایا تھا، پس اگر تم اس عورت کے بارے میں مجھ سے پہل نہ کر جاتے تو میں اس کے قتل کا تمھیں حکم دیتا۔ یہ اس وجہ سے کہ انبیاء کی حد دوسری حدود کی مشابہ نہیں ہوتیں پس مسلمانوں میں سے جو کوئی ایسی بات یعنی گالی دے گا پس وہ مرتد ہے یا معاہد ایسا کرے گا تو حربی غدار ہے اور وہ عورت جس نے مسلمانوں کی ہجو گائی ہے اگر وہ اسلام کا دعویٰ کرتی ہے تو اس کو ایسی سزا دی جائے جو مثلہ سے کم ہوگی اور اگر وہ عورت ذمیہ ہے تو میری عمر کی قسم جب ہم نے اس سے اس کے شرک کو درگزر کیا ہے جو کہ (مسلمانوں کے ہجو سے) بڑھ کر ہے (تو اس پر بھی اُس کا مواخذہ نہیں) اگر میں تمھیں ایسی باتوں میں پہلے لکھتا تو میں تمھیں (تمہاری طبیعت سے) ناپسندیدہ چیز تم تک پہنچاتا، بہر حال لوگوں کو مثلہ کرنے سے بچو کیونکہ یہ گناہ اور لوگوں میں نفرت پھیلانے والا ہے، سوائے قصاص کے۔''

مرتد کے بارے میں رسول اللہ e کا فیصلہ:

مالك عن زید بن اسلم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال منّ غیّر دینه فاضربوا عنقه ومعنی قول النبی صلی الله علیه وسلم فیما نری والله اعلم من غیر دینه فاضربوا عنقه انه من خرج من الاسلام الی غیره مثل الزنادقة واشباههم فان اولئك اذا ظهر علیهم قتلوا ولم یستتابوا لانه لا تعرف توبتهم وانهم کانوا یسرون الکفر ویعلنون الاسلام فلا اری ان یستتاب هولاء ولا یقبل منهم قولهم واما من خرج من الاسلام الی غیره واظهر ذلك فانه یستتاب فان تاب والا قتل و ذلك لو ان قوما کانوا علی ذلك رایت ان یدعوا الی الاسلام ویستتابوا فان تابوا قبل ذلك منهم وان لم یتوبوا قتلوا ولم یعن بذلك فیما نری والله

اعلم من يخرج من اليهودية الى النصرانية ولا من النصرانية الى اليهودية ولا من يغير دينه من اهل الاديان كلها الا الاسلام فمن خرج من الاسلام الى غيره واظهر ذلك فذلك الذى عنى به والله اعلم. (موطا امام مالك، ص: ۶۴۰)

q:''مالک زید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ e نے فرمایا جس نے اپنا دین بدل دیا (مراد یہ کہ اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گیا) پس اس کی گردن مار دو۔ مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم یوں سمجھتے ہیں اور اللہ بہتر جاننے والا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص اسلام سے کسی دوسرے دین کی طرف نکل گیا زنادقہ اور ان جیسوں کی طرح پس جب ان لوگوں پر قابو پا لیا جائے تو انہیں قتل کر دیا جائے گا اور ان سے توبہ طلب نہیں کی جائے گی چونکہ ان کی توبہ قبول نہیں ہے اور وہ کفر کو چھپاتے تھے اور اسلام کو ظاہر کرتے تھے۔ پس میں نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں سے توبہ طلب کی جائے اور نہ اسے قبول کیا جائے اور وہ شخص جو اسلام سے دوسرے مذاہب کی طرف نکل گیا اور اس نے اسے ظاہر بھی کر دیا تو اس سے توبہ طلب کی جائے گی۔ پس اس نے اگر توبہ کر لیا تو اسے قبول کیا جائے گا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا اسی طرح یعنی یہی حکم ہے اگر کوئی قوم یا جماعت مرتد ہو جائے اور اپنے ارتداد کا اظہار کر دے تو میری رائے ان کے بارے میں یہی ہے کہ ان سے بھی توبہ طلب کی جائے گی۔ پس اگر انہوں نے توبہ کر لی (تو ان سے توبہ قبول کر لی جائے گی اور اگر انہوں نے توبہ نہ کر لی تو انہیں قتل کر دیا جائے گا اور نبی انور e کا ارشاد ہے جیسا کہ میں سمجھتا ہوں اور بہتر اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کا مدعا ان لوگوں کے بارے میں نہیں تھا جو یہودیت سے نکل کر نصرانی ہو جائیں۔ یا نصرانیت سے نکل کر یہودی ہو جائیں اور نہ باقی جملہ ادیان میں سے جو کوئی اپنا دین بدلے سوائے اس کے کہ حضور e کی مراد اسلام سے تھی۔ پس جس شخص نے اسلام کو چھوڑا اور کوئی دوسرا مذہب اختیار کیا اور اسے ظاہر کر دیا، پس وہی شخص اس سے مراد ہے (مراد یہ ہے کہ یہاں مراد صرف کسی مسلمان کے مرتد ہو جانے سے ہے۔ دوسرے مذاہب کے لوگوں کے دین بدلنے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔''

مرتد کو مہلت دینے کا بیان:

(باب المرتد) اخبرنا مالك اخبرنا عبدالرحمٰن بن محمد بن عبد القارى عن ابيه انه قد قال قدم رجل على عمر بن الخطاب رضي الله عنه من قبل أبي موسى، فسأله عن الناس، فأخبره، ثم قال: هل عندكم من مغربة خبر؟ قال: نعم، رجل كفر بعد إسلامه، فقال: ماذا فعلتم به؟ قال: قربناه، فضربنا عنقه، قال عمر رضي الله عنه: فهلا طبقتم عليه بيتا، ثلاثا، وأطعمتموه كل يوم رغيفا، فاستتبتموه، لعله يتوب، ويرجع إلى أمر الله، اللهم إني لم آمر، ولم أحضر، ولم أرض إذ بلغني ".

قال محمد: إن شاء الإمام أخر المرتد ثلاثا إن طمع في توبته أو سأله عن ذلك المرتد، وإن لم يطمع في ذلك ولم يسأله المرتد، فقتله، فلا بأس بذلك. (موطا امام محمد، ج: ص:310)

q:''باب المرتد: امام محمد اپنی موطاء میں فرماتے ہیں عبداللہ ابن عبدالقاری اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس ابوموسیٰ اشعری کی طرف سے ایک شخص آیا، حضرت عمر t نے اس سے لوگوں کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے خبر دی، پھر عمر بن خطاب نے ان سے کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی نئی خبر ہے؟ اس نے کہا: ہاں، ایک آدمی اسلام کے بعد کافر ہو گیا تھا۔ حضرت عمر t نے فرمایا: پس تم نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا: ہم نے اسے قریب کیا، پھر اس کی گردن ماردی۔ حضرت عمر t نے فرمایا: تم نے اسے تین دن تک قید کیوں نہیں رکھا؟ تاکہ ہر روز اسے روٹی کھلاتے اور اس سے طلب توبہ کرتے، ممکن ہے وہ توبہ کر لیتا اور اللہ کے دین کی طرف واپس لوٹ آتا۔ پھر حضرت عمر t نے (اپنی برات کے اظہار کے لیے) فرمایا: اے اللہ! اس موقع پر میں حاضر نہیں تھا اور نہ میں نے اس بات کا حکم دیا ہے اور جب یہ بات مجھ تک پہنچی تو میں اس پر راضی بھی نہیں

ہوا۔امام محمد a فرماتے ہیں کہ اگر امام چاہے تو مرتد کو تین دن تک موخر کر سکتا ہے، اگر وہ اس کی توبہ کی طمع رکھتا ہو یا مرتد نے خود اس سے اس کا سوال کیا ہو اور اگر (اس کی توبہ کی) امید نہ رکھتا ہو اور مرتد نے درخواست بھی نہ کی ہو تو امام اگر اس کو قتل کر دے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہوگا۔''

تکذیب اور شتم میں فرق:

قال ابو عبيد و انما حلت دماء اهل الذمة بشتم النبى صلى الله عليه وسلم ولم تحل بتكذيبهم اياه لانهم على ذلك صولحوا انهم به مكذبون ولم يكن الشتم فى صلحهم الذى صولحوا عليه وسوى فى ذلك الرجال والنساء الا ترى ان هولاء القتلى جميعا انما هن نساء و كذلك اذا ارتددن قتلن وفى هذا الحديث ايضا انه يرد قول من قال ان المراة اذا ارتدت لم تقتل الا ترى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم ينكر قتلها وان ابا بكر قتل مرتدة و ان خالد بن الوليد قتل اخرى(كتاب الاموال ص ۱۷۳)

q:''ابوعبید نے فرمایا اور اہل الذمہ کا نبی کریم e کو گالی دینے کی وجہ سے قتل کرنا جائز ہے اور نفس تکذیب کی وجہ سے جائز نہیں، کیونکہ اس پر ان کے ساتھ معاہدہ ہو چکا ہے کہ یہ لوگ آپ e کی تکذیب کرنے والے ہیں اور جن چیزوں پر ان کے ساتھ صلح ہوئی ہے گالی دینا اس میں شامل نہیں اور اس میں مرد اور عورتیں برابر ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ تمام مقتولین عورتیں ہی ہیں اور اسی طرح جب عورتیں مرتد ہوں گی قتل کی جائیں گی اور اس حدیث سے ان کے قول کی بھی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہے جو کہتے ہیں کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ e نے اس عورت کو قتل کرنے پر نکیر نہیں فرمائی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتد عورت کو قتل کیا تھا اور خالد بن ولید نے بھی ایک دوسری (مرتد عورت) کو قتل کیا تھا۔

کسی بھی نبی کی گستاخی کی سزا:

قال مالك فى كتاب ابن حبيب ومحمد وقال ابن القاسم الماجشون وابن عبدالحكم واصبغ وسحنون فيمن شتم الانبياء او احدا منهم او تنقصه قتل ولم يستتبّ ومن سبهم من اهل الذمة قتل الا ان يسلم. وروى سحنون عن ابن القاسم من سب الانبياء من اليهود والنصارى بغير الوجه الذى به كفر ضرب عنقه الا ان يسلم وقال ابو حنيفة واصحابه على اصلهم من كذب باحد من الانبياء او تنقص احدا منهم او برى منه فهو مرتد. (الشفاء ج، ۲:ص: ۱۰۹۷)

q:''کتاب ابن حبیب میں مالک اور محمد نے کہا اور ابن القاسم وابن الماجشون اور ابن الحکم نے اور اصبغ اور سحنون نے اس (شخص) کے بارے میں جو تمام انبیاء o کو گالیاں دیں یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دے یا ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کرے اس کو قتل کیا جائے گا اور توبہ کی مہلت نہیں دی جائے گی اور اہل الذمہ میں سے کوئی انبیاء o کو گالی دے اسے قتل کیا جائے گا اور سحنون، ابن القاسم سے روایت کرتے ہیں۔یہود و نصاریٰ میں سے جو کوئی انبیاء o کو کسی وجہ سے گالی دے، اس کا سر قلم کیا جائے گا مگر یہ کہ مسلمان ہو جائے اور امام ابوحنیفہ a اور اس کے ساتھیوں نے اپنے مذہب کے قاعدے کے مطابق فرمایا ہے کہ جس نے انبیاء u میں کسی ایک کی تکذیب کی یا ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کی یا ان سے بیزاری اختیار کی تو وہ مرتد ہے۔''

عبداللہ بن ابی سرح کا واقعہ:

وام عبد الله بن سعد بن ابى سرح فانه اختفىٰ عند عثمان بن عفان رضى الله عنه فلما دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس الى البيعة جاءبه حتى اوقفه على النبى صلى الله عليه

وسلم فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم بايع عبد الله قال فرفع راسه منظر اليه ثلاثا كل ذلك يابى فبايعه بعد ثلاث، ثم اقبل على اصحابه فقال اماكان فيكم رجل رشيد يقوم الىٰ هذا حين رانى كففت يدى عن بيعته فيقتله، فقالوا ما يدرينا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ما فى نفسك هلا اومات الينا بعينك؟ قال انه لا ينبغى لنبى ان يكون له خائنة الاعين۔

(السنن الكبرىٰ، ج: ۸، ص: ۲۰۵)

q:''اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جو تھے وہ عثمان بن عفان t کے پاس چھپے ہوئے تھے پس جب رسول اللہ e نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو عثمان اسے لے آئے یہاں تک کہ انہیں لاکر نبی انور e کے سامنے کھڑے کر دیا اور کہا کہ آپ عبداللہ کو بیعت کریں، آپ e نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور تین مرتبہ اس کی طرف نظر کی۔ تینوں مرتبہ بیعت سے رکے رہے، تیسری بار کے بعد اسے بیعت کیا، پھر اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: تم میں کوئی سمجھدار آدمی نہیں تھا کہ جب مجھے اس کی بیعت سے ہاتھ روکتے دیکھا تو اسے قتل کر دیتا۔ صحابہ t نے کہا: اے اللہ کے رسول e ہم نہیں جانتے تھے جو آپ e کے دل میں تھا، آپ e نے ہمیں اپنی آنکھ سے اشارہ کیوں نہیں کر دیا، آپ e نے ارشاد فرمایا کہ نبی e کو یہ زیبا نہیں کہ وہ آنکھ کی خیانت کرے۔''

ابن خطل کا قتل:

(اخبرنا) ابو عبدالله الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا احمد بن عبدالجبار ثنا يونس بن بكير عن ابن اسحق قال انما امر بابن ابى سرح لانه كان قد اسلم و كان يكتب لرسول الله صلى الله عليه وسلم الوحى فرجع مشر كا ولحق بمكة، وانما امر

يقتل عبد الله بن خطل لانه كان مسلما فبعثه رسول الله صلى الله عليه وسلم مصدقا وبعث معه رجلا من الانصار وكان معه مولى يخدمه مسلما فنزل منزلا فامر المولى ان يذبح تيسا و يصنع له طعام و نام فاستيقظ ولم يصنع له شيئا فعدا عليه فقتله ثم ارتد مشركا و كانت له قينة و صاحبتها فكانتا تغنيان بهجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فامر بقتلهما معه(السنن الكبرىٰ، ج: ۸،ص: ۲۰۵)

q:''ابن اسحاق سے مروی ہے (نبی انور e نے ابن ابی سرح کے قتل کے بارے میں) جو حکم دیا تھا وہ اس وجہ سے تھا کہ وہ اسلام لایا تھا، نبی انور e کے لیے وحی لکھتا تھا، پھر وہ دوبارہ مشرک ہو گیا اور مکے چلا گیا اور آپ e نے عبداللہ بن خطل کے قتل کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ مسلمان تھا رسول اللہ e نے اسے صدقہ وصول کرنے والا بنا کر بھجوایا، اس کے ساتھ ایک انصاری کو بھی بھیجا۔ ابن خطل کے ساتھ ایک مسلمان غلام خدمتگار تھا۔ پس وہ ایک منزل میں اترا اور اپنے غلام سے کہا: تیس (بکرا) ذبح کرو اور کھانا بناؤ اور خود سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ اس نے اس کے لیے کوئی چیز تیار نہیں کی، پس اس پر ابن خطل نے اس پر زیادتی کی اور اسے قتل کر دیا، پھر مرتد مشرک ہو گیا اور اس کی ایک لونڈی تھی اور اس لونڈی کی ایک سہیلی تھی اور یہ دونوں نبی پاک e کی ہجو کہتی تھیں، پس رسول اللہ e نے اس کے ساتھ ان دونوں لونڈیوں کے قتل کا حکم بھی دے دیا۔''

کعب بن اشرف یہودی کا قتل:

حدثنا على بن عبدالله حدثنا سفيان قال عمرو سمعت جابر بن عبد الله رضى الله عنهما يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لكعب بن الاشرف فانه قد اذى الله ورسوله فقام محمد بن مسلمة فقال يارسول الله اتحب ان اقتله قال نعم قال

فاذن لی ان اقول شیا قال قل فاتاه محمد بن مسلمة ثم قال اتاذن لی قام نعم فلما استمکن منه قال دونکم فقتلوه ثم اتوا النبی صلی الله علیه وسلم فاخبروه(بخاری، ج: ۲،ص: ۵۷۷)

q:''عمرو کہتے ہیں میں نے جابر بن عبداللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ e نے فرمایا: کون ہے جو کعب بن اشرف کا قصہ چکا دے۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے۔ پھر محمد بن مسلمہؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول e کیا آپ e پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ e نے فرمایا: ہاں، محمد بن مسلمہ t نے کہا: پس مجھے اجازت دیجیے کہ میں کچھ کہہ دوں (یعنی کعب بن اشرف کو)۔ آپ e نے فرمایا: کہہ دے، پس محمد بن مسلمہ t کعب بن اشرف کے پاس آئے، اس سے کہا: کیا تم مجھے (اپنے بغلگیر ہونے کی) اجازت دیتے ہے اس نے کہا: ہاں، پس (بغلگیر ہوتے ہوئے) انہوں نے کعب کو مضبوطی سے اپنے قابو میں لے لیا، پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: آگے بڑھو، پس ان سب نے اسے قتل کر دیا۔ پھر وہ نبی پاک e کے پاس آئے اور اس کی ان کو خبر دی۔''

قال الزرقانی ان کعب ابن اشرف رجع الی المدینة فشبب بنساء المسلمین حتّٰی اٰذاهم، ذکره ابن اسحٰق وغیره قال فی الاملاء ای تغزل فیهن و ذکرهن بسوء قال السهیلی و کان قد شبب بمکة بام الفضل زوج العباس فقال:

اراحل انت لم ترحل بمنقبة
تارك انت ام الفضل بالحرم

فی ابیات رواها یونس عن ابن اسحٰق (امر رسول الله صلی الله علیه وسلم سعد بن معاذ ان یبعث رهطا لیقتلوه) ففعل کمایاتی (وفی روایة) عند ابن عائذ من طریق ابی الاسود عن عروة

علیه الصلاة والسلام من) یتکفل (لنا بابن) ای ابن (الاشرف) کعب (وفی اخری) عند البخاری عن جابر قال رسول الله صلی الله علیه وسلم (من لکعب بن الاشرف) فانه قد آذی الله ورسوله قال فی الفتح (ای من) الذی (ینتدب لقتله) ای یتوجه له.

(شرح الزرقانی علی المواهب، ج:۲،ص:۹)

q:''زرقانی کہتے ہیں کعب بن اشرف مدینے لوٹا اور مسلمانوں کی عورتوں کا اپنے عشقیہ اشعار میں ایسا تذکرہ کرنے لگا جن سے انہیں اذیت پہنچی۔ ابن اسحٰق وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، الاملا میں ہے کہ وہ ان پر غزلیں لکھتا تھا اور انہیں برائی سے یاد کرتا تھا، امام السہیلی کہتے ہیں کہ مکہ میں حضرت عباس t کی بیوی ام الفضل کی بھی اس نے تشبیب کی تھی یعنی اس پر عشقیہ اشعار لکھے تھے، چنانچہ اس نے کہا تھا:

اراحل انت لم ترحل بمنقبة
تارك انت ام الفضل بالحرم

کیا تم سفر کر رہے ہو تو یہ تعریف والا سفر نہیں کہ تم ام الفضل کو اکیلا حرم میں چھوڑ رہے ہو۔

ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ رسول اللہ e نے حکم دیا سعد بن معاذ کو کہ وہ ایک گروہ کو کعب بن اشرف کے قتل کے لیے بھیج دے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہمارے لیے کعب بن اشرف سے کون کفالت کرے گا؟ اور ایک دوسری بخاری کی روایت میں ہے جو جابرؓ سے ہے کہ کعب بن اشرف کے لیے کون ہے؟ کہ اس نے اللہ کو اور اس کے رسول e کو تکلیف دی ہے، فتح الباری میں ہے کون اس کے قتل کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

ذکر ابن عائذ صدر هذه الروایة عن ابی الاسود عن عروة قال انبعث عدو الله یهجو رسول الله صلی الله علیه وسلم والمومنین

ويمتدح عدوهم و يحرضهم عليه(شرح الزرقانی علی المواهب ،ج:۲، ص :۱۰۹)

q:''ابن عائذ نے اس روایت کے شروع میں ابی الاسود کے واسطے سے حضرت عروہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا دشمن رسول اللہ e اور ام المؤمنین کی ہجو تیار کرتا تھا اور ان کے دشمنوں کی تعریف کرتا تھا اور مسلمانوں کے خلاف انہیں برانگیختہ کرتا تھا۔''

اس قسم کی روایت فتح الربانی جلد نمبر ۲۱، ص نمبر ۴۹ پر ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔

اس روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فقال النبی صلی الله علیه وسلم من لکعب بن الاشرف؟ فانه قد اذی الله و رسوله. قال محمد بن مسلمة، یا رسول الله صلی الله علیه وسلم اتحب ان اقتله؟ قال: نعم.

q:''نبی انور e نے فرمایا کون کعب بن اشرف کا قصہ چکائے گا؟ کہ اس نے اللہ اور اللہ کے رسول e کو اذیت دی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: اے اللہ کے رسول e کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ فرمایا: ہاں۔

زاد المعاد کے حوالہ سے واقعہ قتل کعب بن اشرف

فصل فی کعب بن الاشرف:

وکان رجلا من الیهود و امته من بنی النضیر و کان شدید الاذی لرسول الله صلی الله علیه وسلم وکان یشبب فی اشعاره بنساء الصحابة فلما کانت وقعة بدر ذهب الی مکة وجعل یؤلب علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلی المومنین ثم رجع الی المدینة علی تلك الحال فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم من لکعب

بن الاشرف فانه قد آذی الله ورسوله ح فانتدب له محمد بن مسلمة وعباد بن بشر و ابو نائلة واسمه سلکان بن سلامة و هو اخو کعب من الرضاع والحارث بن اوس وابو عبس بن جبر واذن لهم رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یقولوا ما شاؤوا من کلام یخدعونه به فذهبوا الیه فی لیلة مقمرة شیّعهم رسول الله صلی الله علیه وسلم الی بقیع الغرقد فلما انتهوا الیه قدموا سلکان بن سلامة الیه فاظهر له موافقته علی الانحراف عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وشکا الیه ضیق حاله فکلمه فی ان یبیعه و اصحابه طعاما ویرهنونه سلاحهم فاجابهم الی ذلك ورجع سلکان الی اصحابه فاخبرهم فاتوه فخرج الیهم من حصنه فتماشوا فوضعوا علیه سیوفهم ووضع محمد بن مسلمة مغولا کان معه فی ثنته فقتله وصاح عدو الله صیحة شدیدة فزعت من حوله واوقدوا النیران وجاء الوفد حتی قدموا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم من اخر اللیل وهو قائم یصلی وجرح الحارث بن اوس ببعض سیوف اصحابه فثقل علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم فبری فاذن رسول الله صلی الله علیه وسلم فی قتل من وجد من الیهود لنقضهم عهده ومحاربتهم الله ورسوله(زادالمعاد فی هدی خیر العباد، ج:۳ ،ص: ۱۹۱)

q:''کعب بن اشرف یہود میں سے ایک آدمی تھے، اس کی ماں بنونضیر سے تھی اور وہ یہودی رسول اللہ e کو سخت اذیت دیتا تھا اور صحابہ کرامؓ کی بیبیوں کا ذکر عشقیہ اشعار میں کرتا تھا۔ جب واقعہ بدر پیش آیا تو وہ مکہ چلا گیا اور رسول اللہ e اور مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو جمع کرنے لگا، پھر اس

حالت میں مدینہ واپس آیا تو رسول اللہ e نے فرمایا کہ کون ہے جو میرا بدلہ کعب بن اشرف سے لے گا؟ اس پر محمد بن مسلمہ، عباد بن بشیر، ابو نائلہ جس کا نام سلکان تھا اور کعب کا رضاعی بھائی تھا اور حارث بن اوس اور ابو عبیس بن جبر نے لبیک کہا اور رسول اللہ e نے اجازت دے دی کہ وہ جو بات کعب بن اشرف سے راز کو پوشیدہ رکھنے کے لیے کہنا چاہیں، کہہ سکتے ہیں۔ پس وہ (صحابہؓ) ایک چاندنی رات میں اس کا (کام تمام کرنے کے لیے) نکلے اور نبی پاک e بھی ان کی ہمراہی میں بقیع الغرقد تک تشریف لے گئے۔ پس جب وہاں پہنچے تو انہوں نے سلکان ابن سلامہ کو اس کی طرف بھیجا۔ سلکان نے اسے حضور e سے اپنے انحراف کا اظہار کیا اور اپنی حالت کی تنگی کی شکایت کی اور اس سے یہ بات بھی کی کہ وہ اسے اور ان کے ساتھیوں کو کھانا (غلہ) بیچے اور وہ اس کے پاس اپنا اسلحہ رہن رکھیں گے، پس اس نے یہ بات قبول کر لی۔ (اس کے بعد) سلکان t اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹے اور انہیں واقعات سے مطلع کیا۔ پھر وہ سب کعب بن اشرف کی طرف آئے، پس وہ ان کی طرف اپنے قلعے سے نکل کر آیا۔ پس یہ سب اس کی طرف لپکے اور اپنی تلواریں اس پر رکھ دیں اور محمد بن مسلمہ t نے اپنی چھوٹی تلوار جو ان کے پاس تھی اس کے زیر ناف پر رکھ دی اور اسے قتل کر دیا۔ اللہ کے دشمن (یعنی کعب بن اشرف) نے ایک زوردار چیخ ماری جس سے جو بھی ماحول میں تھا، گھبرا گیا (گردونواح کے) لوگوں نے (موت کے اعلان کے لیے) جگہ جگہ آگ روشن کر دی، اس کے بعد یہ وفد (یعنی محمد بن مسلمہ t وغیرہ) واپس حضور انور e کی خدمت اقدس میں رات کے آخری حصے میں پہنچے اور آپ e اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، اس وقت حارث ابن اوس اپنے بعض ساتھیوں کی تلوار سے زخمی ہو گئے تھے۔ اس پر نبی انور e نے تھتھکار دیا پس وہ تندرست ہو گئے۔ رسول پاک e نے اعلان فرما دیا کہ یہود میں سے جو شخص بھی نقض عہد اور اللہ اور اس کے رسول e سے محاربت کا مرتکب ہوا اسے قتل کر دیا جائے۔''

کعب بن اشرف کا قصہ مندرجہ ذیل کتابوں میں مذکور ہے:

(1)خبر مقتل كعب بن الاشرف. فى البخارى، ج: ۷،ص: ۲۵۹

(2)فى المغازى باب قتل كعب بن الاشرف. ص: ۳۶۰

وفى الرهن باب رهن السلاح.

وفى الجهاد باب الكذب فى الحرب وباب الفتك باهل الحرب

(3)مسلم: ۱۸۰۱،فى الجهاد باب قتل كعب بن الاشرف

(4)وابوداود: ۲۶۷۸

(5)وابن هشام. ج: ۲،ص: ۵۱، ۵۸

(6)وابن سعد. ج: ۲،ص: ۳۱،۳۴

(7)وشرح المواهب. ج: ۲،ص: ۸،۱۴

(8)وابن كثير. ج: ۳،ص: ۱۹، ۱۷

(9)حاشية زاد المعاد فى هدى خير العباد لابن القيم الجوزيةؒ: ۳ ،ص: ۱۹۱، ۱۹۲

قتل کعب کا سبب: گستاخی رسول اللہ e

ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يندب الى قتله لكونه ذهب الى مكة وفعل مافعل هنا لك، و انما ندب الى قتله لماقدم الى المدينة و هجاه، كما جاء ذلك مفسرا فى حديث جابر المتقدم فى قوله ثم قدم المدينة معلنا بعداوة النبى صلى الله عليه وسلم ثم بين ان اول ما قطع به العهد تلك الابيات التى قالها بعد الرجوع و ان النبى صلى الله عليه وسلم حينئذ ندب الى قتله و كذلك فى حديث موسىٰ بن عقبة من لنا من ابن الاشرف، فقد استعلن بعداوتنا و هجائنا. (احكام اہل الذمہ ج ۲ص ۸۵۲)

q:''نبی انور e نے (کعب بن اشرف) کے مکے جانے کی وجہ سے یا اس نے جو کچھ

وہاں کیا تھا اس سبب سے اس کے قتل کو مباح قرار نہیں دیا بلکہ اس کے قتل کو اس وجہ سے جائز قرار دیا تھا کہ اس شخص نے مدینے میں آ کر آپ e کی ہجو کی۔ جیسا کہ جابر t کی حدیث میں اس کی تفسیر آئی ہے جن کے الفاظ یہ ہیں: ''وہ پھر مدینے آیا اور آپ e کی عداوت کا اعلان کرتا رہا''۔ پھر یہ بیان کیا وہ پہلی بات جس نے عہد (ذمہ) کو توڑ دیا وہ اشعار تھے جو اس نے مدینے کی واپسی پر کہے۔ اس وقت آپ e نے اس کے قتل کو جائز قرار دیا اور اسی طرح موسیٰ بن عقبہ کی حدیث میں آتا ہے: ''کون ہے جو ہمارے لیے کعب بن الاشرف سے نپٹ لے کہ اس نے ہماری عداوت کا اعلان اور ہماری ہجو کی ہے۔''

ابورافع کے قتل کا واقعہ:

قتل ابی رافع: ابن اسحٰق عن البراء قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ابى رافع اليهودى رجالا من الانصار وامرّ عليهم عبدالله بن عتيك و كان ابو رافع يوذى رسول الله صلى الله عليه وسلم ويعين عليه.....فقلت النجاء فقد قتل الله ابا رافع فانتهيت الى النبى صلى الله عليه وسلم فحدثته فقال ابسط رجلك فبسطت رجلى فمسحها فكانما لم اشتكها قط.

(صحيح البخارى)

q: ''ابن اسحاق براء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول انور e نے ابورافع یہودی کی طرف انصار میں سے چند آدمیوں کو بھیجا (تاکہ اسے قتل کردے) اور ابورافع رسول اللہ e کو اذیت دیتا تھا اور آپ e کے مخالف لوگوں کی مدد کرتا تھا۔ پس میں نے کہا ''النجاء'' یعنی بھاگو جلدی کرو۔ پس اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو قتل کر دیا اور میں نبی پاک e کے پاس پہنچا اور ان سے بات بیان کی۔ آپ e نے فرمایا: اپنا پاؤں آگے کر (جو کہ ابورافع کے قتل کے بعد اوپر سے نیچے اترتے ہوئے ٹوٹ گیا تھا) میں نے پاؤں آگے کیا، آپ e نے اسے چھوا، پس وہ ایسا ہو گیا جیسا کہ وہ کبھی دکھا ہی نہیں تھا۔

عن البراء بن عازب قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم

رهطا اى ابى رافع فدخل عليه عبدالله بن عتيك بيته ليلا وهو نائم ففتله.

q: ''براء بن عازب t کہتے ہیں کہ رسول اللہ e نے ایک گروہ کو ابورافع کی طرف (اس کے قتل کے لیے) بھیجا۔ عبداللہ بن عتیک رات کے وقت اس کے گھر میں داخل ہو کر اس تک پہنچے اور وہ اس وقت سو رہا تھا پس انہوں نے اسے قتل کر دیا۔''

علامہ ابن الہمام a کی رائے:

قال ابن الهمام فى فتح القدير: والذى عندى ان سبه صلى الله عليه وسلم او نسبة مالا ينبغى الى الله تعالٰى ان كان مما لا يعتقدونه كنسبة الولد الى الله تعالىٰ و تقدس عن ذلك اذا اظهره يقتل به و ينتقض عهده.(فتح القدير، ج: ۴،ص: ۳۸۱)

q: ''ابن الہمام a نے فتح القدیر میں کہا ہے اور جو بات جو میرے نزدیک درست ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی نے نبی انور e کو گالی دی یا اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات کی نسبت کی جو اس کی شان کے لائق نہیں، اگر یہ بات ایسی ہو جو ان کے عقیدے کی نہیں جیسے کہ اللہ کی طرف بیٹے کی نسبت، حالانکہ وہ اس سے پاک ہے تو جس وقت وہ اس کا اظہار کرے گا قتل کر دیا جائے گا اس بات کی وجہ سے اور اس کا عہد ٹوٹ جائے گا۔''

علامہ شامی a کی رائے:

(والكافر بسب نبى) من الانبياء فانه يقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا ولو سب الله تعالٰى قبلت لانه حق الله تعالىٰ والاول حق عبد لايزول بالتوبة.(الدر المختار، ج: ۳، ص: ۳۱۷)

q: ''اور وہ کافر جو نبیوں میں سے کسی نبی کو گالی دینے سے کافر ہوا پس اسے ''حد'' کے طور پر قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ کو مطلقاً قبول نہیں کیا جائے گا اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو گالی دے تو اس کی توبہ قبول کر

لی جائے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور پہلے مسئلے میں بندے کا حق ہے جو توبہ سے زائل نہیں ہوتا۔''

(قوله: الكافر بسب نبى) فى بعض النسخ والكافر بواو العطف و هو المناسب (قوله فانه يقتل حدا) يعنى ان جزاء القتل على وجه كونه حدا و لنا عطف عليه قوله ولا تقبل توبته لان الحد لايسقط بالتوبة. (ردالمختار على هامش الدر المختار، ج: ۳،ص: ۳۱۷)

q:''اور کافر جو نبی e کو گالی دیتا ہے'' حد'' کی وجہ سے قتل کیا جائے گا یعنی اس کو قتل کی سزا ''حد'' کی وجہ سے ہوگی اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی، اس وجہ سے کہ ''حد'' توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔''

موالک، حنابلہ اور شوافع کی رائے:

المالكية والحنابلة قالوا الذى سب نبيا اجمعت الامة على نبوته، فانه يقتل بدون استتابة ولا تقبل توبته ثم ان تاب قتل حدا ولا يعذر الساب بجهل لانه لا يعذر احد فى الكفر بالجهل ولا يعذر بسكر حرام، او تهور، او غيظ بل يقتل، والساب الكافر اصلا اذا اعتنق الاسلام، ولو كان اسلامه خوفا من القتل فان لا يجب قتله لان الاسلام يجب ما قبله اما المسلم اذا ارتدّ بغير السبّ، ثم سبّ زمن الردةثم اسلم ثانية، فلا يسقط عنه قتل السبّ، لانه حد من حدود الله تعالٰى وجب عليه و فى قول الشافعية: ومن قذف رسول الله صلى الله عليه وسلم او سبه، او سب واحدا من الرسل الكرام الذين ورد ذكره فى القرآن الكريم، او كذب رسول الله صلى الله عليه وسلم فى دعوته فانه يقتل حدا، ولا يسقط عنه الحد بالتوبة.

(الفقه على مذاهب الاربعة. لعبد الرحمٰن الجزيرى، ج: ۵ ،ص : ۴۲۸،۔۴۲۹)

q:''مالکیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ وہ شخص جس نے نبی e کو گالی دی جس کی نبوت پر (امت کا) اجماع ہے پس وہ بغیر توبہ کی طلب کے قتل کر دیا جائے گا اور حال یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول بھی نہیں کی جاتی، پھر اگر وہ توبہ کرے تو اس کا قتل ''حد'' کی وجہ سے ہوگا اور گالی دینے والے کی جہالت کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ کسی شخص کا بھی کفر میں جہالت کا عذر قبول نہیں اور نہ حرام سے نشہ کرنے کا عذر قبو ل کیا جاتا ہے نہ تہور اور نہ غیظ کے عذر کو قبول کیا جاتا ہے بلکہ ایسے شخص کو قتل کر دیا جاتا ہے، پس گالی دینے والا کافر جو اصلاً کافر ہو جب اسلام کو قبول کرے گا خواہ اس کا اسلام قتل کے خوف ہی کی بناء پر ہو، اس کا قتل واجب نہیں ہے چونکہ اسلام (کافر کے نہ قتل کرنے کے بارے میں اس کی اسی حالت کو) ختم قرار دیتا ہے جو (اس کی اسلام سے) پیشتر تھی (اس لیے اس کی گالی کو اس کے قتل کا سبب قرار نہیں دیتا کہ وہ اصلاً کافر تھا اور مسلمان جو بغیر گالی کے مرتد ہو گیا اور پھر ارتداد کے زمانے میں اس نے گالی دی پھر دوبارہ مسلمان ہو گیا تو اس سے گالی دینے کی (وجہ کا) قتل ساقط نہیں ہوگا چونکہ یہ اللہ کی ''حدود'' میں سے ایک ''حد'' ہے جو اس پر واجب ہو چکی ہے۔''

اور شافعیہ کہتے ہیں: جس نے نبی پاک e پر بہتان تراشا یا گالی دی یا رسولانِ کرام جن کا تذکرہ قرآن میں آیا ہے، ان میں سے کسی ایک کو گالی دی، یا رسول اللہ e کو ان کی دعوت میں جھوٹا کہا، پس وہ جو ہے ''حد'' کی بناء پر قتل کیا جائے گا اور توبہ ''حد'' کو ساقط نہیں کرے گی۔

الحنفية قالوا: كل من ابغض رسول الله صلى الله عليه وسلم بقلبه كان مرتدا فالسب بطريق اولى فيقتل حدا و لا تقبل توبته فى اسقاط القتل عنه.

(الفقه على مذاهب الاربعة ۔ لعبد الرحمن الجزيرى رحمه الله ج۵ ص۴۲۸۔ ۴۲۹)

q:''حنفیہ کہتے ہیں جس کسی شخص نے رسول اللہ e سے دل کیساتھ بغض رکھا وہ مرتد ہو گیا، پس گالی بطریق اولی ارتداد کا سبب ہے، لہٰذا اسے ''حد'' کے طور پر قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، جس توبہ کی وجہ سے اس سے قتل ساقط ہو جائے۔''

مختلف کفریہ عبارات اور اُن کا حکم:

و (یکفر) بشتمه محمدا صلی الله علیه وسلم حین اکره علی شتمه قائلا قصدته وبقوله جن النبی صلی الله علیه وسلم ساعة لا بقوله اغمی علیه واختلفوا فیمن قال لو لم یاکل آدم علیه الصلاة والسلام الحنطة ما صرنا اشقیاء وبرده حدیثا مرویا ان کان متواترا او قال علی وجه الاستخفاف سمعناه کثیرا و بتمنیه ان لا یکون بعض الانبیاء نبیا مریدا به الاستخفاف به او عداوته لا بقوله لو لم یبعث الله نبیا لم یکن خارجا عن الحکمة.وبقوله انالا احبه حین قیل له ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یحب القرع وقیل ان کان علی وجه الاهانة وبقولها نعم حین قال لها لو شهد عندك الانبیاء والملائکة لا تصدقیهم حین قالت له لا تکذب و باستخفاف بسنة من السنن وبقوله لا ادری ان النبی فی القبر مومن ام کافر(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج: ۵، ص: ۱۲۱)

q:''اور حضرت محمد e کو گالی دینے پر کافر ہوجائے گا اور ایسی حالت میں بھی کہ اسے گالی دینے پر مجبور کیا گیا ہو، یہ کہتے ہوئے کہ میرا گالی دینے کا ارادہ تھا اور اس قول پر بھی کافر ہوتا ہے کہ حضور e پر جنون طاری ہوا تھا اور اس قول پر کافر نہیں ہوتا کہ حضور e پر غشی طاری ہوئی تھی اور اس میں اختلاف ہے کہ کوئی یہ کہے کہ اگر حضرت آدمؑ گندم نہ کھاتے تو ہم بدبخت نہ بنتے۔ اور ایک روایت شدہ حدیث اگر متواتر ہو تو اسے رد کرنے سے بھی کافر ہوجائے گا اور اسے استخفاف کے طور پر رد کرتے ہوئے یہ کہنے سے بھی کہ ہم نے اسے بہت سنا ہے (کافر ہوجائے گا) اور اس کے اس تمنا پر کہ بعض انبیاء نبی نہ ہوتے ان کی استخفاف اور عداوت کا ارادہ تھا (تو کافر ہوجاتا ہے) اس قول پر کافر نہیں ہوتا کہ اگر

اللہ تعالیٰ نبی مبعوث نہ فرماتے تو یہ بھی حکمت سے خارج نہ ہوتا اور جب کہا جائے کہ رسول اللہ e کو کدو پسند تھا اور یہ کہے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا (تو اس سے کافر نہیں ہوتا) البتہ کہا گیا ہے کہ اگر اس کا یہ قول اہانت کے طور پر ہو (تو کافر ہوجاتا ہے) اگر کسی عورت نے ایک آدمی سے کہا کہ جھوٹ مت بولو۔ اُس نے جواب میں کہا کہ اگر تمہارے سامنے پیغمبر اور ملائکہ اس کی گواہی دے تو تم تب بھی اس کی تصدیق نہیں کروگی؟ اور وہ جواب میں کہے: ہاں، تو اس کہنے پر کافر ہوجاتی ہے اور سنتوں میں سے کسی سنت کی تحقیر کرنے پر اور اس قول پر کہ مجھے معلوم نہیں کہ نبی کریم e قبر میں مؤمن ہے یا کافر (کافر ہو جاتا ہے)۔''

گستاخی پر مجبور کیے گئے شخص کا حکم:

اذا اکره الرجل علی ان یشتم محمدا صلی الله علیه وسلم فهذا علی ثلاثة اوجه، احدها: ان یقول لم یخطر ببالی شیء وانما شتمت محمدا کما طلبوا منی وانا غیر راض بذلك ففی هذا الوجه لا یکفر و کان کما لو اکره علی ان یتکلم بالکفر فتکلم به و قلبه مطمئن بالایمان، الوجه الثانی ان یقول خطر ببالی رجل من النصاری اسمه محمدا فاردت بالشتم ذلك النصرانی وفی هذا الوجه لایکفر ایضاً، الوجه الثالث ان یقول خطر ببالی رجل من النصاری اسمه محمدا فلم اشتم ذلك النصرانی وانما شتمت محمدا صلی الله علیه وسلم وفی هذا الوجه یکفر فی القضاء وفیما بینه وبین ربه(الفتاوی العالمگیری، ج:۲ ،ص: ۲۶۴)

q:''جب کوئی شخص نبی انور e کو گالی دینے پر مجبور کیا جائے تو اس کی تین حالتیں (وجوہ) ہوں گی۔ پہلی یہ کہ وہ کہے کہ میرے دل میں کوئی بات نہیں گزر رہی تھی، میں نے صرف اس وجہ

سے محمد e کو گالی دی کہ مجھ سے طلب کیا گیا تھا اور حقیقت میں اس کہنے پر راضی نہیں تھا۔ اس حالت میں یہ شخص کافر قرار نہیں دیا جائے گا جیسے کہ کفر کا کلمہ کسی سے کہلوایا جائے اور وہ اسے کہہ بھی دے ایسی حالت میں کہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو (وہ کافر نہیں ہوتا، اسی طرح یہ بھی نہیں ہوتا) دوسری حالت یہ ہے کہ اگر یوں کہے کہ میرے دل میں نصاریٰ میں ایک شخص تھا جس کا نام محمد تھا اور محمد کو گالی دینے سے مراد وہ نصرانی تھا اس حالت میں بھی کافر نہیں قرار دیا جائے گا۔ اور تیسری حالت یہ ہے کہ وہ یوں کہے کہ میرے دل میں نصاریٰ میں سے ایک شخص تھا جس کا نام محمد ہے لیکن میں نے اس نصرانی کو گالی نہیں دی بلکہ محمد e کو گالی دی اس حالت میں وہ شخص (شرع) قضا یا فیصلے کی رو سے کافر قرار دیا جائے گا اور اللہ کے ہاں بھی۔''

اللہ تعالیٰ، انبیاء یا آسمانی کتابوں کو گالی دینا کفر ہے:

علامہ ابن قدامہ الحنبلی a اپنی مشہور کتاب المغنی میں تحریر فرماتے ہیں:

فصل: ومن سبّ الله تعالىٰ كفر سواء كان مازحا او جادا. و كذلك من استهزا بالله تعالىٰ او بايٰاته او برسله او كتبه قال الله تعالىٰ: (ولئن سالتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب قل ابالله وايٰاته ورسوله كنتم تستهزئون لاتعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم) وينبغى ان لا يكتفى من الهازى بذلك بمجرد الاسلام حتى يودب ادبا يزجره عن ذلك فانه اذا لم يكتف ممن سب رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتوبة فممن سب الله تعالىٰ اولىٰ (المغنى لابن قدامة، ج: ۱۰، ص: ۱۱۳)

q: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو برا کہا (یا گالی دی) وہ کافر ہو گیا، خواہ اس کا یہ فعل مزاحاً ہو یا سنجیدگی سے، اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں، اس کے رسولوں یا اس کی کتابوں سے استہزاء کرے وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ ترجمہ: اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہہ دیں گے

کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے (آپ e ان سے) کہہ دیجیے گا کہ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ تم ہنسی کرتے ہو؟ اب (یہ بیہودہ) عذر مت کرو تم اپنے کو مؤمن کہہ کر کفر کرنے لگے) اور لازم ہے کہ استہزاء کرنے والے کے اسلام لانے پر اکتفا نہ کیا جائے (اگر وہ اسلام لانا بھی چاہے) یہاں تک کہ اسے اپنے اس عمل کی ایسی تادیب کی جائے کہ وہ اسے اس بات سے جبراً روک دے پس چونکہ جو رسول اللہ e کو گالی دیتا ہے اسکی توبہ پر اکتفا نہ کیا جائے گا (بلکہ اس کو قتل کیا جائے گا) تو جو شخص اللہ تعالیٰ کو گالی دے وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے۔''

شاتمِ رسول کے قتل پر اجماعِ امت:

ان من سب النبى صلى الله عليه وسلم من مسلم او كافر فانه يجب قتله، هذا مذهب عليه عامة اهل العلم قال ابن المنذر اجمع عوام اهل العلم على ان حد من سب النبى صلى الله عليه وسلم القتل، وممن قاله مالك والليث واحمد واسحق ومذهب الشافعى قال وحكى عن النعمان لايقتل يعنى الذمى لان ماهم عليه من الشرك اعظم، قد حكى ابوبكر الفارسى من اصحاب الشافعى اجماع المسلمين على ان حد من يسب النبى صلى الله عليه وسلم القتل، كما ان حد من سب غيره الجلد۔ وهذا الاجماع الذى حكاه هذا محمول على اجماع الصدر الاول من الصحابة والتابعين۔ او انه اراد بلاجماعهم على ان ساب النبى صلى الله عليه وسلم يجب قتله اذا كان مسلما، و كذلك قيده القاضى عياض، فقال اجمعت الامة على قتل متنقصه من المسلمين و سابه وكذلك حكى غير واحد الاجماع على قتله وتكفيره وقال الامام اسحاق بن راهويه احد الائمة الاعلام:

اجمع المسلمون على ان من سب الله او رسوله او دفع شياء مما انزل الله عزو جل او قتل نبيا من انبياء الله عزوجل، انه كافر بذلك و ان كان مقرا بكل ما انزل الله. (الصارم المسلول على شاتم الرسول صلى الله عليه وسلم ۱۱)

q: ''کوئی مسلمان یا کافر رسول کریم e کو گالی دے اس کا قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ تمام اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ ابن المنذر نے کہا ہے کہ تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے نبی کریم e کو گالی دی اس پر قتل کی حد لازم آتی ہے۔ یہ قول امام مالک، لیث، امام احمد اور اسحق کا بھی ہے اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ سے نقل ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اس لیے جس شرک پر وہ قائم ہے وہ اس (سب رسول) سے از روئے عذاب بڑھ کر ہے اور ابوبکر الفارسی جو امام شافعیؒ کے ساتھیوں میں سے ہیں، کہتے ہیں کہ رسول اللہ e کو گالی دینے والے پر قتل کی حد لازم آتی ہے جس طرح غیر نبی کو گالی دینے پر کوڑوں کی حد واقع ہوتی ہے اور یہ اجماع جس کو بیان کیا گیا ہے اجماع صدر اول ہے جو صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے ثابت ہے اس کا مراد یہ ہے کہ نبی کریم e کو گالی دینے والا جب مسلمان ہو اس پر حد قتل لازم آتی ہے اور قاضی عیاض نے بھی قتل کو مسلمان ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ امتِ مسلمہ نبی کریم e کو گالی دینے والے یا تنقیص کرنے والے (برائی بیان کرنے والے) کے قتل پر متفق ہے اور اس طرح دوسرے بہت سے لوگوں نے بھی اس کے قتل اور کفر پر اجماع نقل کیا ہے اور مشہور اماموں میں سے امام اسحٰق بن راھویہ نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی یا رسول اللہ e کو گالی دی یا ایسی چیز رد کی جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے یا اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے کسی نبی کو قتل کیا تو اس (وجہ سے) وہ کافر ہے اگرچہ وہ تمام چیزوں کا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں اقرار کرنے والا ہو۔''

قال (الخطابی): لااعلم احدا من المسلمين اختلف فی وجوب قتله، وقال محمد بن سحنون، اجمع العلماء على ان شاتم النبی

صلى الله عليه وسلم والمتنقص له كافر. والوعيد جار عليه بعذاب الله له وحكمه عند الامة القتل، ومن شك فی كفره و عذابه كفر. و تحرير القول فی حكم الساب: وتحرير القول فيه. ان الساب ان كا ن مسلما فانه يكفر ويقتل بغير خلاف، وهو مذهب الائمة الاربعة وغيرهم وقد تقدم ممن حكى الاجماع على ذلك اسحاق بن راهويه وغيره، وان كان ذميا فانه يقتل فی مذهب مالك واهل المدينة. (الصارم المسلول على شاتم الرسول صلى الله عليه وسلم : ۱۱)

q: ''خطابی نے کہا: میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جو نبی e کو گالی دینے والے یا برائی بیان کرنے والے کے واجب القتل ہونے میں اختلاف رکھتا ہو۔ محمد بن سحنون نے کہا ہے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم e کو گالی دینے والا اور تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید نازل ہوئی ہے اور امت کے نزدیک اس کے قتل کا حکم ہے اور جس نے اس کے عذاب اور کافر ہونے میں شک کیا تو وہ بھی کافر ہے۔ بیشک نبی کریم e کو گالی دینے سے اگر مسلمان ہو تو کافر ہو جاتا ہے۔ اُسے قتل کیا جائے گا۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ یہ ائمہ اربعہ اور ان کے علاوہ دیگر علماء کا مذہب ہے۔ پہلے گزر چکا کہ اسحاق بن راھویہ وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور اگر ذمی ہو تو امام مالکؒ اور اہل مدینہ کے قول میں اسے بھی قتل کیا جائے گا۔''

بدکلامی سے ذمی کا معاہدہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

ذكر الله تعالى او كتابه او رسوله بسوء فعلى روايتين--- ويلتحق بذلك او فتن مسلم عن دينه او اصابة المسلمة باسم نكاح.--- (احداهما) ينتقض عهده، اختاره القاضی والشريف ابو جعفر سواء شرط عليهم اولم يشرط ومذهب الشافعی نحو هذا فيما اذا

شرط عليهم لما روى عن عمر رضى الله عنه انه رفع اليه رجل اراد استكراه امراءةفسلمة على الزنا فقال ما على هذا صالحناكم، وامر به فصلب فى بيت المقدس وقيل لابن عمر ان راهبا يشتم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لو سمعته قتلته. انا لم نعط الامان على هذا. (والثانية) لا ينتقض العهد به لكن يقام عليه الحد فيما يوجب الحد او يقتص منه فيما يوجب القصاص.

(الشرح الكبير على متن المقنع لابن قدامة المقدسى، ج :١٠،ص: ۶۳۴)

q:''(اگر کسی ذمی نے) اللہ تعالیٰ کو یا اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اور یا اللہ تعالیٰ کے رسول کو برائی سے ذکر کیا، اور اسی کے ساتھ یہ بھی ملحق ہے کہ کسی ذمی نے کسی مسلمان کو دین سے ورغلایا یا کسی مسلمان عورت سے نکاح کے نام پر صحبت کی، سو اس میں دو روایتیں ہیں اولاً اس کا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ اسے قاضی اور شریف ابوجعفر نے پسند کیا ہے خواہ ان (ذمیوں) کے ساتھ یہ شرط لگائی گئی ہو یا نہ ہو۔ امام شافعی a کا مذہب بھی یہی ہے جیسے کہ روایت کی گئی ہے۔ حضرت عمر t کے پاس ایک آدمی کو پیش کیا گیا جو کسی مسلمان عورت کو زنا پر مجبور کر رہا تھا کہ اس پر کیا حد ہے؟ حضرت عمر t نے فرمایا: ''کیا ہم نے اس لیے ان سے معاہدہ کیا ہے؟ اور اس کے بارے میں حکم دیا، چنانچہ اسے بیت المقدس میں پھانسی دے دی گئی اور کسی نے ابن عمرؓ سے کہا کہ ایک راہب تھا جو رسول اللہ e کو گالی دیتا تھا، کہا: اگر میں نے اسے سنا ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتا۔ ہم نے اس بات کے لیے انہیں امان نہیں دی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس سے عہد نہیں ٹوٹتا لیکن اس پر جن چیزوں میں حد واجب ہوگی، حد جاری کی جائے گی اور جن باتوں میں قصاص لازم آئے گا قصاص لیا جائے گا۔''

مؤذن کو جھوٹا کہنا بھی گالی ہے:

وقال ايضا فى رواية جعفر بن محمد: فى يهودى سمع المؤذن يوذن

فقال له ''كذبت'' يقتل لانه شتم وقال ايضا فى رواية ابى طالب: فى يهودى شتم النبى صلى الله عليه وسلم يقتل، لانه قد نقض العهد. (الاحكام السلطانيه للقاضى ابو يعلى، ص: ١٥٩)

q:''اور اسی طرح جعفر بن محمد کی روایت میں ہے کہ جس یہودی نے مؤذن کو اذان دیتے سنا تو اس کو کہا کہ تو نے جھوٹ کہا، اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے گالی دی اور اسی طرح روایت ابی طالب میں کہا گیا ہے جو یہودی نبی کریم e کو گالی دے، اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے عہد کو توڑ دیا۔''

حضرت علامہ شمس الدین ابن قدامی المقدسی فرماتے ہیں:

مذہب حنابلہ میں شاتمِ رسول کے مال کا حکم:

وقال بعض اصحابنا فيمن سب النبى صلى الله عليه وسلم انه يقتل بكل حال و ذكر ان احمد نص عليه (مسئلة) وماله فئى عند الخرقى وقال ابو بكر هو لورثته لانه انما عصم بعقد الذمة فزال بزواله كالمرتد لان ماله معصوما فلا تزول عصمته بنقضه كاولاده الصغار.

(الشرح الكبير على متن المقنع لابن قدامه المقدسى،ج: ١٠،ص:۶۳۵)

q:''اور ہمارے بعض علماء نے نبی کریم e کو گالی دینے والے کے بارے میں کہا ہے کہ اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ امام احمد کی اس بارے میں نص موجود ہے (مسئلہ) الخرقی کے نزدیک اس کا مال بمنزلہ مال فئی (غنیمت) کے ہے اور ابو بکر نے کہا کہ اس کے ورثاء کے لیے ہے یہ اس وجہ سے کہ وہ عہد ذمہ کی وجہ سے محفوظ تھا۔ وہ ذمہ زائل ہو گیا تو اس کی حفاظت بھی زائل ہو گئی۔ عہد کے ختم ہونے کی وجہ سے جیسے کہ مرتد کا معاملہ ہے کیونکہ اس کا مال معصوم تھا پس اس کی عصمت ختم نہیں ہوگی، عہد کے توڑنے پر جیسے کہ اس کے چھوٹے بچوں کی۔''

شاتمِ انبیا کو توبہ کا موقع دیا جائے گا یا نہیں:

(ومنها ان من سبه) اى شتمه (اوانتقصه) بان وصفه بما يعد نقصا عرفا (قتل) باجماع (واختلف هل يتعتم قتله فى الحال او يوقف على استتابة) والامتناع منها (وهل استتابة واجبة أم لا؟ فذهب المالكية يقتل حدا لا ردّةً) بمعنى أنه يتعتم قتله ثمّ تارةً يكون مرتداً و تارةً لا (ولا يقبل توبته)

(المواهب اللدنية ،ج: ۵، ص: ۳۱۵)

q:''اوران باتوں میں سے کہ جس نے آپ e کو برا کہا یعنی گالی دی، یا نقص نکالا یعنی آپ e کی صفت ایسی بیان کی کہ جو عرف میں برائی تصور کی جاتی ہے وہ (امت کے) اجماع کے مطابق قتل کیا جائے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ اسے فوراً قتل کیا جائے گا یا توبہ کے لیے اس کو مہلت دی جائے گی؟ اور کیا توبہ کا طلب کرنا واجب ہے یا نہیں؟ مذہب مالکیہ میں اسے حد کی بنیاد پر قتل کیا جائے گا، نہ کہ مرتد ہونے کی وجہ سے۔ اس لیے اسے فوراً قتل کیا جائے گا۔ پھر وہ کبھی مرتد ہوگا اور کبھی نہیں ہوگا۔ اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔''

شاتمِ رسول e کی سزا پر اجماع صحابہ:

فصل: وأما إجماع الصحابة رضي الله عنهم فلأن ذلك نقل عنهم في قضايا متعددة ينتشر مثلها ويستفيض ولم ينكرها أحد منهم فصارت إجماعا.واعلم أنه لا يمكن ادعاء إجماع الصحابة على مسالة فرعية بأبلغ من هذا الطريق.فمن ذلك ما ذكره سيف بن عمر التميمي في كتاب "الردة والفتوح" عن شيوخه قال: "ورفع إلى المهاجر يعني المهاجر بن أبي أمية وكان أميرا على اليمامة ونواحيها امرأتان مغنيتان غنت إحداهما بشتم النبي صلى الله عليه وسلم فقطع يدها ونزع ثنيتيها وغنت الأخرى

بهجاء المسلمين فقطع يدها ونزع ثنيتيها فكتب إليه أبو بكر: بلغني الذي سرت به في المرأة التي تغنت وزمرت بشتم النبي صلى الله عليه وسلم فلولا ما قد سبقتني لأمرتك بقتلها لأن حد الأنبياء ليس يشبه الحدود فمن تعاطى ذلك من مسلم فهو مرتد أو معاهد فهو محارب غادر". وكتب إليه أبو بكر في التي تغنت في بهجاء المسلمين: "أما بعد فإنه بلغني أنك قطعت يد امرأة في أن تغنت بهجاء المسلمين ونزعت ثنيتيها فإن كانت ممن تدعي الإسلام فأدب وتقدمة دون المثلة وإن كانت ذمية فلعمري لما صفحت عنه من الشرك أعظم ولو كنت تقدمت إليك في مثل هذا لبلغت مكروهك، فاقبل الدّعة،و اياك فى المثلة فى الناس فإنها مأثم ومنفرةٌإلاّ فى قصاص.

(الصارم المسلول على شاتم الرسول صلى الله عليه وسلم ۱۲۸)

q:''فصل: اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کی جو بات ہے، تو چونکہ صحابہ سے یہ بات (شاتمِ رسول e کی سزا) متعدد فیصلوں میں منقول ہے، جو مشہور و مستفیض ہیں، اور کسی نے ان کا انکار نہیں کیا، تو یہ ایک اجماع ہو گیا اور جان لو کہ کسی فرعی مسئلہ میں صحابہ کرام کے اجماع کا دعویٰ اس سے بڑھ کر کسی اور طریق سے زیادہ بلیغ طریق سے ممکن ہی نہیں۔ ان ہی فیصلوں میں سے وہ فیصلہ بھی ہے جسے سیف بن عمر التمیمی نے اپنی کتاب ''الردۃ الفتوح'' میں اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ مہاجر یعنی مہاجر بن امیہ جو یمامہ اور اس کے اطراف کے گورنر تھے، کے سامنے دو گانے والی عورتوں کا مقدمہ پیش ہوا کہ ایک عورت نے نبی کریم e کے حق میں گالیوں پر مشتمل گانا تھا۔ مہاجر نے اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا اور سامنے کے دانت توڑ دیے اور دوسری عورت نے مسلمانوں کے ہجو پر مشتمل گانا گایا تھا، تو مہاجر نے اس کا ہاتھ کاٹا اور اس کے دانت توڑ دیے۔ حضرت ابوبکر صدیق t نے مہاجر بن امیہ t کو لکھا کہ

مجھے آپ کے اس فیصلہ کی خبر پہنچی جو آپ نے اس عورت کے بارے میں صادر کیا تھا جس نے نبی کریم e کے حق میں گالیوں پر مشتمل گیت گایا تھا۔ اگر آپ کا فیصلہ مجھ سے پہلے صادر نہ ہو چکا ہوتا تو میں اس عورت کے قتل کا حکم دیتا۔ کیونکہ انبیا o (کے حق میں گستاخی) کا ''حد'' دیگر حدود کی طرح نہیں ہے۔ اگر کسی مسلمان سے یہ بات سرزد ہو جائے، تو وہ مرتد ہوا اور اگر کسی معاہد سے یہ بات سرزد ہو جائے تو محارب اور غارد ہے۔''

''اور ابوبکر t نے ان کو اس عورت کے بارے میں لکھا جس نے مسلمانوں کے ہجو پر مشتمل گیت گایا تھا: امابعد! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے مسلمانوں کے ہجو کا گیت گانے والی کا ہاتھ کاٹ دیا ہے اور دانت توڑ دیے ہیں۔ اگر وہ اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں سے ہوتو اس کی سزا مثلہ کے بغیر تادیب و سزا ہے، اور اگر ذمی عورت ہوتو جس شرک سے آپ نے درگزر کر رکھا ہے وہ بہت بڑھ کر ہے (بہ نسبت مسلمانوں کو گالی دینے سے) اگر میں نے آپ کو اس قسم کے مسئلے کے بارے میں کوئی حکم پہلے بیان کیا ہوتا تو میں آپ کی خوب تادیب کرتا۔ لوگوں کے مثلہ سے اجتناب کر کیونکہ یہ گناہ اور قابل نفرت چیز ہے مگر قصاص میں نہیں۔''

گستاخ رسول عورت کی سزا بھی قتل ہے:

وقد ذكر هذه القصة غير سيف، وهذا يوافق ما تقدم عنه أن من شتم النبى صلى الله عليه وسلم كان له أن يقتله وليس ذلك لأحد بعده وهو صريح فى وجوب قتل من سب النبى صلى الله عليه وسلم من مسلم ومعاهد وإن كان امرأة وأنه يقتل بدون استتابة بخلاف من سبّ الناس و ان قتله حد للأنبياء كما جلد من سب غيرهم حد له . وإنما لم يأمر أبو بكر بقتل تلك المرأة لأن المهاجر سبق منه فيها حد باجتهاده فكره أبو بكر أن يجمع عليها حدين مع أنه لعلها أسلمت أو تابت فقبل المهاجر توبتها

قبل كتاب أبى بكر وهو محل اجتهاد سبق منه فيه حكم فلم يغيره لأن الاجتهاد لا ينقض بالاجتهاد وكلامه يدل على أنه إنما منعه من قتلها ما سبق من المهاجر(ایضاً: ۱۲۹)

q: ''اور یہ قصہ سیف کے علاوہ دیگر نے بھی ذکر کیا ہے۔ جو ان کے قصے کے موافق ہے کہ جو بھی نبی کریم e کو گالی دے تو وہ قتل کیا جائے گا اور یہ حکم آپ e کے علاوہ کسی اور کے لئے نہیں اور نبی اکرم e کو گالی دینے والا مسلمان اور معاہد واجب القتل ہونے کے متعلق یہ ایک حکم صریح ہے۔ اگرچہ وہ (گالی دینے والا) عورت ہی کیوں نہ ہو؟ اور اس کو توبہ کی مہلت دیے بغیر قتل کیا جائے گا، برخلاف اس شخص کے جو دوسرے لوگوں کو گالی دے۔ ایسے شخص کا قتل کرنا انبیاء o (کی گستاخی) کا حد ہے۔ جیسے کہ دوسرے لوگوں (غیر انبیاء) کو گالی دینے والے کا ''حد'' کوڑے ہیں۔ ابوبکر صدیق t نے اس عورت (نبی کریم e کو گالی دینے والی) کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا، کیونکہ مہاجر t اپنے اجتہاد سے ایک ''حد'' کا اجرا کر چکے تھے۔ ابوبکر صدیق t نے اس عورت پر دو حدوں کا جاری کرنا ناپسند فرمایا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ شاید وہ عورت مسلمان ہو چکی ہو اور توبہ کی ہو اور مہاجر حضرت ابوبکر صدیق t کا خط پہنچنے سے پہلے اس عورت کی توبہ قبول کر چکے ہوں اور یہ ایک اجتہاد کا موقع تھا جس میں ایک فیصلہ پہلے سے صادر ہو چکا تھا جسے آپ نے نہیں بدلا، کیونکہ ایک اجتہاد کو دوسرے اجتہاد سے نہیں توڑا جاتا اور آپ کا کلام دلالت کر رہا ہے کہ اس عورت کے قتل کرنے سے آپ کے لئے مانع مہاجر کا وہ فیصلہ تھا جو پہلے صادر ہو چکا تھا۔''

حضرت عمر اور ابن عباس w کا فیصلہ:

وروى حرب فى مسائله عن ليث بن أبى سليم عن مجاهد قال: أتى عمر برجل سب النبى صلى الله عليه وسلم فقتله ثم قال عمر: من سب الله أو سب أحدا من الأنبياء فاقتلوه، قال ليث: وحدثنى مجاهد عن ابن عباس قال: أيما مسلم سب الله أو سب

أحدا من الأنبياء فقد كذب برسول الله صلى الله عليه وسلم وهى ردةتستتاب فإن رجع وإلا قتل وأيما معاهد عاند فسب الله أو سب أحدا من الأنبياء أو جهر به فقد نقض العهد فاقتلوه.

(أيضاً:۱۲۹)

q:''اورحرب نے لیث بن ابی سلیم سے نقل کردہ مسائل میں جوانہوں نے مجاہد سے نقل کیے تھے:روایت کی ہے کہ حضرت عمر t کے پاس ایک آدمی لایا گیاجس نے نبی کریم e کوگالی دی تھی۔آپ نے اس کوقتل کیا،پھرعمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:جوبھی اللہ تعالیٰ یا انبیاء o میں سے کسی نبی کو(نعوذ باللہ) گالی دے،اسے قتل کرو۔لیث فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے مجاہد نے روایت کیا ہے کہ جس مسلمان نے بھی اللہ تعالیٰ یا انبیاء میں سے کسی کوگالی دی تو اس نے رسول اللہ e کی تکذیب کی اور یہ ارتداد ہے،اس شخص سے توبہ کے لیے کہا جائے گا،پس اگر رجوع کرے تو فبہا،ورنہ قتل کیا جائے گا۔اورجس معاہد(ذمی) نے اللہ تعالیٰ یا کسی نبی کواعلانیہ گالی دی تو وہ نقض عہد کا مرتکب ہوا اسے قتل کردو۔''

ذمیوں کوہمارے دین میں دخل اندازی کی اجازت نہیں:

وعن أبى مشجعة بن ربعى قال: لما قدم عمر بن الخطاب الشام قام قسطنطين بطريق الشام و ذكر معاهدةعمر له وشروطه عليهم قال: اكتب بذلك كتابا قال عمر:نعم فبينما هو يكتب الكتاب إذ ذكر عمر فقال: إنى استثنى عليك معرةالجيش مرتين قال: لك ثنتان وقبّح الله من أقالك فلما فرغ عمر من الكتاب قال له: يا أمير المؤمنين قم فى الناس فأخبرهم الذى جعلت لى وفرضت على ليتناهوا عن ظلمى قال عمر: نعم فقام فى الناس فحمد الله وأثنى عليه فقال: الحمد الله أحمده

وأستعينه من يهد الله فلا مضل له ومن يضلل الله فلا هادى له فقال النبطى: إن الله لا يضل أحدا فقال عمر: ما يقول؟ قال:لا شىء وعاد النبطى لمقالته فقال: أخبرونى ما يقول؟ قالوا: يزعم أن الله لا يضل أحدا قال عمر: إنا لم نعطك الذى أعطيناك لتدخل علينا فى ديننا، والذى نفسى بيده لئن عدت لأضربن الذى فيه عيناك وعاد عمر ولم يعد النبطى فلما فرغ عمر أخذ النبطى الكتاب.رواه حرب.

فهذا عمر رضى الله عنه بمحضر من المهاجرين والأنصار يقول لمن عاهده: إنا لم نعطك العهد على أن تدخل علينا فى ديننا وحلف لئن عاد ليضربن عنقه فعلم بذلك إجماع الصحابة على أن أهل العهد ليس لهم أن يظهروا الاعتراض علينا فى ديننا وأن ذلك منهم مبيح لدمائهم.

وإن من أعظم الاعتراضات سب نبينا صلى الله عليه وسلم وهذا ظاهر لا خفاء به لأن إظهار التكذيب بالقدر من إظهار شتم رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وإنما لم يقتله عمر لأنه لم يكن قد تقرر عنده أن هذا الكلام طعنا فى ديننا لجواز أن يكون اعتقد أن عمر قال ذلك من عنده فلما تقدم إليه عمر وبين له أن هذا ديننا قال له: لئن عدت لأقتلنك. (أيضاً: ۱۲۹)

q:''ابومشجعہ بن ربعی سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے تو شام کا پادری قسطنطین کھڑا ہوا،اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک معاہدے اور اس کے شرائط کا

ذکر کیا اور کہا کہ آپ ہمیں اس کے بارے میں لکھ کر دیں۔ حضرت عمر t نے فرمایا کہ ہاں وہ (پادری) لکھ رہا تھا کہ اس درمیان حضرت عمر t نے دو دفعہ فرمایا کہ میں مستثنیٰ کرتا ہوں معرۃ الجیش کو۔ اس پادری نے کہا: ہاں یہ دونوں باتیں آپ کے قبول ہیں، اور اللہ تعالیٰ غارت کرے اس شخص کو جو آپ کے عہد کو توڑے۔ پس حضرت عمر t معاہدہ لکھوانے سے فارغ ہوئے تو اس (پادری) نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ نے میرے ساتھ جو معاہدہ کیا ہے اور میرے اوپر جن شروط کو لازم کیا، آپ t کھڑے ہو کر ان کا اعلان کیجیے تا کہ لوگ مجھ پر زیادتی کرنے سے باز آ جائیں تو حضرت عمر t نے فرمایا کہ ہاں۔ پس حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے مدد مانگتا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو گمراہ کر دے تو اس کو ہدایت کرنے والا کوئی نہیں۔ نبطی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ حضرت عمر t نے فرمایا کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ کچھ نہیں اور اس نبطی نے پھر اپنی بات دھرائی۔ حضرت عمر t نے (لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ آپ بتائیں کہ اس نے کیا کہا؟ تو لوگوں نے بتایا کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ حضرت عمر t نے فرمایا کہ ہم تمہارے ساتھ یہ معاہدہ اس لیے نہیں کرتے کہ تم ہمارے دین میں دخل اندازی کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم نے دوبارہ ایسی بات کی تو میں تمہارا سر قلم کر دوں گا جس میں تمہاری دو آنکھیں ہیں (یعنی قتل کر دوں گا)۔ عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ کہا لیکن اس نبطی نے پھر اپنی بات نہیں دھرائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو اس نبطی نے وہ امان نامہ لے لیا۔"

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو مہاجرین اور انصار کے روبرو معاہد سے فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہارے ساتھ اس لیے معاہدہ نہیں کیا کہ تم ہمارے دین میں مداخلت کرو اور قسم کھائی کہ اگر تم نے پھر یہ بات کی تو قتل کر دوں گا۔ اس سے صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع معلوم ہوا کہ معاہد کو یہ اجازت نہیں کہ وہ ہمارے دین پر اعتراضات کا اظہار کرے۔ جو ایسا کرے گا اس کا یہ عمل اس کے قتل کو حلال کر دے گا۔

سب سے بڑھ کر اعتراض ہمارے نبی کریم e کو گالی دینا ہے۔ یہ کھلا ہوا واضح امر ہے جس میں کوئی خفا نہیں کیونکہ آپ e کے رتبہ کی تکذیب کا اظہار نبی کریم e کو گالی دینے کے برابر ہے اور حضرت عمر t نے اسے قتل نہیں کیا کیونکہ اس (پادری) کو معلوم نہیں تھا کہ (اس کی) یہ بات ہمارے دین میں مداخلت ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا یہ خیال ہو کہ حضرت عمر t نے یہ بات اپنی طرف سے کہی ہو اور جب حضرت عمر t اس کی طرف بڑھے اور اس پر ظاہر کیا کہ یہ ہمارا دین ہے تو فرمایا کہ تم نے پھر ایسی بات کی تو قتل کر دوں گا۔

حضرت ابن عمر t اور ایک راہب کا واقعہ:

ومن ذلك ما استدل به الإمام أحمد ورواه عنه هشيم: ثنا حصين عمن حد ثه عن ابن عمر قال: مرّبه راهب فقيل له: هذا يسبّ النبى صلى الله عليه وسلم فقال ابن عمر: لو سمعته لقتلته إنّا لم نعطهم الذمة على أن يسبوا نبينا صلى الله عليه وسلم رواه أيضا من حديث الثورى عن حصين عن الشيخ أن ابن عمر أصلت على راهب سبّ النبى صلى الله عليه وسلم بالسيف وقال: إنا لم نصالحهم على سبّ النبى صلى الله عليه وسلم.

والجمع بين الروايتين أن يكون ابن عمر أصلت عليه السيف لعلّه يكون مقرا بذلك فلما أنكر كف عنه وقال: لو سمعته لقتلته وقد ذكر حديث ابن عمر غير واحد. وهذه الاثار كلها نصّ فى الذمى والذمية وبعضها عام فى الكافر والمسلم أو نصّ فيهما.وقد تقدم حديث الرجل الذى قتله عمر من غير استتابة حين أبى أن يرضى بحكم النبى صلى الله عليه وسلم وحديث كشفه عن رأس صبيغ بن عسل وقوله: لو رأيتك محلوقا لضربت

الذى فيه عيناك من غير استتابة وإنما ذنب طائفته الاعتراض على سنة الرسول صلى الله عليه وسلم. (أيضاً: ۱۳۰)

q: ''اوران دلائل میں سے وہ بھی ہیں جن سے حضرت امام احمد نے استدلال کیا۔انہوں نے ہشیم سے اور ہشیم نے حصین سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر t سے روایت کرنے والوں سے روایت کیا ہے۔فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس سے ایک راہب گزرا، آپ t کو کہا گیا کہ یہ راہب نبی کریم e کو گالی دیا کرتا ہے۔ابن عمر t نے فرمایا کہ اگر میں سن لیتا تو اس کو قتل کر دیتا۔ہم نے ان کے ساتھ معاہدہ اس لیے نہیں کیا کہ وہ ہمارے نبی e کو گالی دیں اور امام احمد نے ثوریؒ کی حدیث میں روایت کیا جو انہوں نے حصین سے اور انہوں نے اپنے شیخ سے روایت کیا کہ ابن عمر t نے ایک راہب پر تلوار نکالی جس نے نبی کریم e کو گالی دی تھی اور فرمایا کہ ہم نے ان ذمیوں کے ساتھ نبی کریم e کو گالی دینے پر معاہدہ نہیں کیا ہوا ہے۔ان روایتوں میں جمع کی صورت یہ ہے کہ شاید ابن عمر t نے تلوار اس لیے نکالی ہو کہ وہ راہب اس کا اقرار کرنے والا ہے، جب اس راہب نے انکار کیا تو آپ اس کے قتل سے باز آئے۔اور فرمایا کہ اگر میں سن لیتا تو اس کو قتل کر دیتا ابن عمر t کی اس حدیث کو بہت لوگوں نے ذکر کیا ہے اور یہ تمام آثار ذمی مرد اور ذمی عورت کے بارے میں نص ہیں اور ان میں بعض کافر اور مسلمان کے حق میں عام ہیں یا دونوں کے حق میں نص ہیں۔''

اس شخص کا قصہ پہلے بیان ہو چکا ہے جسے حضرت عمر t نے توبہ کی طلب کیے بغیر قتل کیا تھا کہ جب اس نے نبی کریم e کے فیصلے پر راضی ہونے سے انکار کیا تھا اور صبیغ بن عسل کے سر کے کھولنے اور آپ کا یہ قول بھی (پہلے بیان ہو چکا) کہ اگر میں تم کو سر منڈھا ہوا دیکھتا تو تمھارا سر تم سے توبہ طلب کیے بغیر کاٹتا۔اس کے گروہ کا گناہ رسول اللہ e کی سنت پر اعتراض کرنا ہے۔

عہد شکنی و معاہدہ کرنے والوں کا خون کب روا ہو جاتا ہے؟

عہد نامہ کی کسی شق کی مخالفت سے عہد شکنی کرنے والے کا خون روا ہو جاتا ہے۔

خاندان ابی الحقیق کا واقعہ:

میمون بن مہران کہتے ہیں کہ رسول اللہ e نے اہل خیبر کا بیس سے تیس راتوں تک محاصرہ کیا پھر قلعہ والوں نے اس شرط پر اپنی اور اپنے بال بچوں کی جانوں کی امان حاصل کی کہ قلعہ کا تمام مال و متاع رسول اللہ e لے لیں۔اس قلعہ میں ایک ایسا گھرانہ بھی تھا جو رسول اللہ e کا سخت مخالف اور حد سے زیادہ آپ e کی شان میں گستاخ تھا، چنانچہ رسول اللہ e نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے خاندان ابی الحقیق! مجھے اللہ و رسول سے تمہاری شدید مخالفت اور دشمنی کا علم ہے بایں ہمہ میں جس طرح تمہارے ساتھیوں کو امان دے رہا ہوں، تم بھی اس میں شریک ہو لیکن یاد رکھو تم سب نے مجھ سے جو عہد کیا ہے اس میں ایک شق یہ بھی موجود ہے کہ اگر تم کوئی چیز بھی چھپاؤ گے تو ہمارے لیے تمہارا خون روا ہو جائے گا۔اے فلان! اور اے فلان! بتاؤ تمہارے برتن کیا ہوئے۔انہوں نے جواب دیا ہم نے وہ سب جنگ میں کھپا دیے۔پھر آپ e نے اپنے صحابہ کو حکم دیا چنانچہ وہ اس جگہ گئے جہاں ان کے برتن (مدفون) تھے اور انھیں کھود کر نکال لیا اور اس عہد شکنی پر ان کی گردنیں ماردی گئیں۔

ابن جریج مدینہ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ e نے ابی الحقیق سے اس شرط پر صلح کی تھی کہ وہ آپ e سے کوئی خزانہ پوشیدہ نہیں نہ رکھیں گے لیکن بعد میں ان لوگوں نے چھپایا تو اس عہد شکنی پر آپ e نے ان کا خون روا قرار دیا۔

بنو قریظہ کا واقعہ:

حسن کہتے ہیں کہ حی ابن اخطب نے رسول اللہ e سے معاہدہ کیا کہ وہ آپ e کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے اور اس معاہدہ پر اللہ کو ضامن گواہ بنایا۔غزوہ بنو قریظہ میں وہ اور اس کا بیٹا گرفتار ہو کر حضور e کے سامنے پیش کیے گئے تو رسول اللہ e نے فرمایا: ''ضامن نے اپنی ذمہ داری پوری پوری ادا کر دی'' پھر آپ e کے حکم پر اس کی اور اس کے بیٹے کی گردن ماردی گئی۔

ابو عبیدہ: آنحضرت e نے بنی قریظہ کا خون اس لیے حلال قرار دیا کہ یہ لوگ پہلے معاہدہ کر چکے تھے اور اس کے باوجود انھوں نے جنگ خندق میں رسول اللہ e کے خلاف اٹھنے والی جماعتوں کی مدد کی۔ان کے اس عمل کو رسول اللہ e نے عہد شکنی قرار دیا حالانکہ ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ e

کے ساتھیوں کے ساتھ لڑنے نہیں آیا تھا یہ واقعہ قرآن مجید میں سورۂ احزاب میں مذکور ہے۔

مجاہد نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تشریح اس طرح کی ہے: (اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ [سورۃ الاحزاب:11] ''جب کہ وہ تمہارے اوپر کی طرف سے آئے''، عیینہ بن حصین کے مطابق اس سے مراد اہل نجد ہیں (وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ''اور نیچے کی طرف سے'' اس سے مراد ابوسفیان ہے۔ یہاں کافروں سے وہ تمام جماعتیں مراد ہیں جو جنگ خندق کے موقع پر جمع ہوگئی تھیں۔ (وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ کتاب میں ان لوگوں کو جنہوں نے ان کفار کی مدد کی، اتار دیا۔ یہ بنوقریظہ ہیں۔ (مِنْ صَيَاصِيْهِمْ ان کے قلعوں سے (وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان میں سے ایک جماعت کو تم قتل کرو گے اور ایک جماعت کو قید کرو گے۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ e جب غزوہ خندق سے پلٹے تو اپنے گھر تشریف لے گئے اور ہتھیار رکھ دیے۔ اسی وقت آپ کے پاس جبریل u حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا: ''آپ ہتھیار اتار رہے ہیں حالانکہ ہم مسلسل دشمنوں کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں'' آپ باہر تشریف لے چلیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنوقریظہ کی طرف کوچ کا حکم دیا ہے اور ان کے بارے میں یہ وحی نازل کی ہے:

(وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۵۸ ۔ اور اگر تمہیں کسی قوم کی طرف سے خیانت وغداری کا اندیشہ ہو تو انھیں باخبر کر دو کہ معاہدہ ختم ہو چکا ہے اور فریقین برابر ہیں۔ بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

بعد ازاں وہ پوری روایت بیان کی جس میں ان کے محاصرہ، حضرت سعد بن معاذ t کے فیصلہ پر رضامندی، نیز حضرت سعد کا ان کے بارے میں قتل قید کر کے لونڈی غلام بنانے کا فیصلہ مذکور ہے جو پہلے مذکور ہوا ہے۔ یہی حدیث دوسری سند سے حضرت عائشہ r سے بھی مروی ہے۔

''ورد اللہ الذین کفرو بغیظھم''

q: ''اور اللہ نے کافروں کو ان کے غصہ کے ساتھ لوٹا دیا۔''

یہ ہے بنوقریظہ کی عہد شکنی جس کی وجہ سے رسول اللہ e نے ان کا خون روا کیا۔ اسی طرح ابوالحقیق کے گھرانہ نے جب معاہدہ میں کسی چیز کو نہیں چھپانے کی شرط کے باوجود چھپایا تو اسے بھی آپ نے معاہدہ شکنی قرار دیا۔

گستاخ رسول کافر ہو یا مسلمان، واجب القتل ہے:

المسالة الأولى: أن من سب النبى صلى الله عليه وسلم من مسلم أو كافر فأنه يجب قتله.

هذا مذهب عليه عامة أهل العلم قال ابن المنذر: أجمع عوام أهل العلم على أن حد من سب النبى صلى الله عليه وسلم القتل. وممن قاله مالك والليث وأحمد وأسحاق وهو مذهب الشافعى قال: وحكى عن النعمان لا يقتل يعنى الذى هم عليه من الشرك أعظم وقد حكى أبو بكر الفارسى من أصحاب الشافعى اجماع المسلمين على أن حد من يسبّ النبى صلى الله عليه وسلم القتل كما أن حد من سب غيره الجلد، وهذا الإجماع الذى حكاه هذا محمول على إجماع الصدر الأول من الصحابة والتابعين أو أنه أراد به اجماعهم على أن ساب النبى صلى الله عليه وسلم قتله اذا كان مسلما وكذلك قيّده القاضى عياض فقال: أجمعت الأمة على قتل متنقصه من المسلمين وسابّه، وكذلك حكى عن غير واحد الإجماع على قتله وتكفيره وقال الإمام إسحاق بن راهويه أحد الأئمة الأعلام: أجمع المسلمون على أنّ من سب الله أو سب رسوله صلى الله عليه وسلم أو دفع شيئا مما أنزل الله عزّوجل أو قتل نبياً من أنبياء الله عزوجل: أنه كافر بذلك وإن كان مقرا

بكل ما أنزل الله. قال الخطابي: لا أعلم أحداً من المسلمين اختلف في وجوب قتله، وقال محمد بن سحنون: أجمع العلماء على أن شاتم النبي صلى الله عليه وسلم المتنقص له كافر والوعيد جار عليه بعذاب الله له وحكمه عند الأمة القتل ومن شك في كفره وعذابه كفر.

(الصارم المسلول على شاتم الرسول لابن تيمية رحمه الله، ص: ١١)

q: ''پہلا مسئلہ: کوئی مسلمان یا کافر نبی کریم e کو گالی دے تو اس کا قتل کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ تمام اہل علم کا یہی مذہب ہے، ابن المنذر نے کہا ہے کہ تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے نبی کریم e کو گالی دی اس پر قتل کی حد لازم آتی ہے۔ یہ قول امام مالک، امام احمد اور اسحٰق کا ہے اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

ابن المنذر کہتے ہیں کہ (امام ابوحنیفہ) نعمان بن ثابت a سے منقول ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ جس شرک پر وہ قائم ہے وہ اس (شب رسول) سے از روئے عذاب بڑھ کر ہے اور ابوبکر الفارسی جو امام شافعی کے ساتھیوں میں سے ہیں، نے کہا ہے کہ رسول اللہ e کو گالی دینے والے پر قتل کی حد لازم آتی ہے جس طرح غیر نبی کو گالی دینے پر کوڑوں کی حد واقع ہوتی ہے اور یہ اجماع جس کو بیان کیا گیا ہے اجماع صدر اول ہے جو صحابہ کرام t اور تابعین کا اجماع ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم e کو گالی دینے والا جب مسلمان ہو تو اس پر حد قتل لازم آتی ہے۔ قاضی عیاض نے بھی اس کو اس حد تک مقید کیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ امت نبی کریم e کو گالی دینے والے یا تنقیص کرنے والے (برائی بیان کرنے والے) اگر مسلمانوں میں سے ہو تو اس کے قتل پر متفق ہے۔ اس طرح دوسرے بہت سے لوگوں سے اس کے قتل اور کفر پر اجماع منقول ہے۔ مشہور اماموں میں سے امام اسحٰق بن راہویہ نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی یا رسول اللہ e کو گالی دی یا ایسی چیز رد کی جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے یا اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے کسی نبی کو قتل

کیا تو (اس وجہ) سے وہ کافر ہے اگرچہ وہ تمام چیزوں کا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں، اقرار کرنے والا ہو۔

خطابی نے کہا ہے کہ میں ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جو نبی کریم e کو گالی دینے والے یا برائی بیان کرنے والے کے واجب القتل ہونے میں اختلاف رکھتا ہو۔ محمد بن سحنون نے کہا ہے: علماء اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم e کو گالی دینے والا اور تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید نازل ہوئی ہے اور امت کے نزدیک اس کے قتل کا حکم ہے۔ اور جس نے اس کے عذاب اور کافر ہونے میں شک کیا تو وہ بھی کافر ہے۔

شاتم رسول عورت کی سزا مقاتلہ کی طرح غلام بنانا نہیں:

واضح رہے کہ کوئی عورت اگر مسلمانوں کے خلاف قتال میں شرکت کرے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا البتہ وہ قید ہو کے باندی بنائی جائے گی۔ جب کہ سبّ النبی e کی صورت میں اسے قتل کرنا متعین ہے کیونکہ سب اور قتال میں فرق ہے۔ چنانچہ جس باندی نے آپ e کے بارے میں برائی کی باتیں کی تھیں، اعمٰی صحابی نے اسے قتل کر دیا اور رسول اللہ e نے بھی اس کے خون کو ھدر قرار دیا۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فهذه الأمة التي كانت تسب النبي صلى الله عليه وسلم قد حاربت في دار الإسلام، فإن قيل: ''تعاقب بالاسترقاق'' فهي رقيقة فلا يتغير حالها، وإن قيل: ''يمن عليها أو يفادى بها '' لم يجز؛ لوجهين: أحدهما أنها ملك مسلم، ولا يجوز إخراجها عن ملكه مع حياتها.

q: ''پس یہ لونڈی جو نبی کریم e کو گالی دیتی رہی وہ دار الاسلام میں لڑ چکی تھی لہٰذا اگر کہا جائے کہ اس کو سزا دی جائے غلامی کے ساتھ۔ تو یہ پہلے سے لونڈی ہے اس لیے اس کا حال نہیں بدلتا اور اگر یہ کہا جائے کہ اس پر احسان کر کے اُسے فدیہ کے بدلے آزاد کیا جائے تو یہ بھی دو وجوہات سے

درست نہیں۔ پہلا یہ کہ وہ ایک مسلمان کی ملک ہے اور اس کے ملک سے نکلنا اس کے زندہ رہتے ہوئے جائز نہیں۔''

الثّانی: أن ذلك إحسان إليها وإزالة للرق عنها، فلا يجوز أن يكون جزاءً لسبها وحرابها، فتعين قتلها.

q:''دوسرا یہ کہ یہ (آزاد کرنا تو) اس کے ساتھ احسان کرنا ہے اور اس سے غلامی کو زائل کرنا ہے اور یہ جائز نہیں کہ اس کے گالی اور لڑائی کا بدلہ آزادی سے دیا جائے پس اس کا قتل متعین ہو چکا۔''

الجواب الثالث: أن مفسدة السبّ لا تزول إلا بالقتل؛ لأنها متى استتبقيت طمعت هى وغيره فى السبّ الذى هو من أعظم الفساد فى الارض كقاطع الطريق سواء ،بخلاف المرأة المقاتلة إذا أُسِرت فإن مفسدة مقاتلتها قد زالت بأسرها، ولا يمكنها مع استرقاقها أن تقاتل، ويمكنها أن تظهر السبّ والشتم فصار سبها بمنزلة الجنايات التى توجب العقوبات لا تزول مفسدتها إلا بإقامة الحد فيها، وعلم أن الذمية التى تسب ليست بمنزلة الحربية التى تقاتل إذا أسرت، بل هى بمنزلة الذمية التى تقطع الطريق وتزنى.

q:''تیسرا جواب: اس وجہ سے بھی اس کا قتل کرنا لازم ہے کہ گالی دینے کا فساد اس کے بغیر زائل نہیں ہوتا کہ اس کو قتل کیا جائے کیونکہ جب اس کو چھوڑ دیا جائے تو اس کے علاوہ اور لوگ بھی یہ طمع کر سکیں گے کہ وہ گالی دے حالانکہ آپ کو گالی دینا زمین میں سب سے بڑے فساد میں سے ہے، جیسے رہزنی۔ یہ حکم اس عورت کے حکم کے خلاف ہے جو اسلام کے خلاف لڑتی ہے۔ جب وہ قیدی بنائی جائے کیونکہ اس کے لڑنے کا فساد اس کے قید ہونے کے ذریعے سے ختم ہو جاتا ہے اور جب اس کو لونڈی بنایا جائے تو پھر اس کو یہ قدرت حاصل نہیں ہوتی کے وہ اسلام کے خلاف لڑے اور حضور e کو گالی دینے والی کو اگر لونڈی بنایا جائے تو پھر بھی وہ یہ کر سکتی ہے کہ حضور e کے بارے میں گالی گلوچ منہ سے نکالے۔ اس

لیے اس عورت کو گالی دینا جنایات کے جنس سے ہے جس کے ارتکاب کی صورت میں عقوبات یعنی سزائیں لازم ہو جاتی ہیں جس کا فساد بغیر اس کے زائل نہیں ہو سکتا کہ اس پر حد قائم کی جائے اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ ذمیہ جو حضور e کو گالی دیتی ہے وہ اس حربیہ کی طرح نہیں ہے جو لڑتی ہے جب اس کو قیدی بنایا جائے بلکہ یہ اس ذمیہ کی طرح ہے جو رہزن ہے اور زنا کرتی ہو۔''

الجواب الرابع: إن الحديث فيه حكم وهو القتل، وسبب هو السبّ، فيجب إضافة الحكم إلى السبب، والأصل اتحاد الحكم، فمن زعم أن للسبب حكماً آخر احتاج إلى دليل، وقياسه على الأسيرة لا يصح.

q:''چوتھا جواب: حدیث میں حکم بتایا گیا ہے جو قتل ہے اور سبب بتایا گیا ہے جو گالی دینا ہے، اس لیے لازم ہے کہ حکم کی اضافت سبب کی طرف کی جائے اور اصل حکم کا اتحاد ہے تو جو شخص یہ خیال کرے کہ اس سبب کے لیے کوئی دوسرا حکم ہے تو اس کو دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہوگی اور اسیرہ یعنی قیدی پر اس کا قیاس کرنا اس دلیل کی بنا پر صحیح نہیں۔''

الخامس: أنها لو كان بمنزلة الأسيرة لكان النظر فيها للإمام، لا يجوز لأحاد الرعية تخيرّ واحدة من الخصال الأربع فيها، ومن قتلها ضمنها بقيمتها للمسلمين إن كان فيئاً وللغانمين إن كان مغنماً، فعلم أن القتل كان واجباً فيها عيناً.

q:پانچواں جواب: اگر گالی دینے والی عورت قید میں لائی ہوئی عورت کی طرح قرار دی جائے تو اس کے بارے میں صرف امام کی رائے کا دخل ہوگا انفرادی طور پر رعیت کی جدا جدا اشخاص کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس میں خصال اربع میں سے کسی خصلت کو اختیار کرے اور اگر وہ فئی میں سے ہو تو جو شخص اس عورت کو قتل کرے وہ مسلمانوں کے لیے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ مال غنیمت میں سے ہو تو غانمین کے لیے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس میں قتل کرنا ہی متعین واجب ہے۔''

اشکال اور اس کا جواب:

يبقى أن يقال: الحدود لا يقيمها إلا الإمام أو نائبه، وجوابه من وجوه: أحدهما: أن السّيد له أن يقيم الحدّ على عبده، بدليل قوله صلى الله عليه وسلم "أقيموا الحدود على ما ملكت أيمانكم" وقوله: "إذا زنت أمة أحدكم فليجلدها" ولا أعلم خلافاً بين فقهاء الحديث: أن له أن يقيم عليه الحد، مثل حد الزنى والقذف والشرب ولا خلاف بين المسلمين أن له أن يعزّره، واختلفوا هل له أن يقيم عليه قتلاً أو قطعاً، مثل قتله لردّته أو لسبه النبي صلى الله عليه وسلم وقطعه للسرقة؟ وفيه عن الإمام أحمد روايتان:احداهما: يجوز، وهو منصوص عن الشافعي، والأخرى: لا يجوز، كأحد الوجهين لأصحاب الشافعي، وهو قول مالك، وقد صح عن ابن عمر أنه قطع يد عبد له سرق، وصح عن حفصة أنها قتلت جارية لها اعترفت بالسحر، وكان ذلك برأى ابن عمر، فيكون الحديث حجة لمن يجوّز للسيد أن يقيم الحد على عبده مطلقاً، وعلى هذا القول فالسيد له أن يقيم الحد على عبده بعلمه في المنصوص عن الأمام أحمد وهو احدى الروايتين عن مالك، والنبي صلى الله عليه وسلم لم يطلب من سيّد الأمة بيّنة على سبه، بل صدّقه في قوله: "كانت تسبك وتشتمك" ففي الحديث حجة لهذا القول أيضاً.

الوجه الثاني: أن ذلك أكثر ما فيه أنّه افتئات على الإمام، والإمام له أن يعفو عمن أقام حداً واجباً دونه(الصارم المسلول على شاتم

الرسول: ۱۸۳-۱۸۲)

q:''اب رہ گئی یہ بات کہ مولیٰ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے غلام پر حد قائم کرے جس کے لیے دلیل حضور e کا یہ ارشاد ہے:''تم حدود ان اشخاص پر قائم کرو جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں اور حضور e کا یہ ارشاد کہ''جب کسی کی لونڈی زنا کرے تو وہ اس پر حد قائم کرے۔'' مجھے حدیث کے فقہا کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف معلوم نہیں کہ اس کو یہ اجازت ہو کہ اس پر وہ زنا قذف اور شراب پینے کی حد قائم کرے۔ اس میں بھی مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ اس کو یہ اجازت حاصل ہے کہ اس جرم کے مرتکب غلام یا لونڈی کو تعزیز دے دے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کیا اس کو یہ اجازت حاصل ہے کہ اس پر قتل کرنے یا ہاتھ کاٹنے کی حد قائم کرے یا نہیں جیسا کہ وہ اس کے مرتد ہونے کی وجہ سے اور حضور e کو گالی دینے کی وجہ سے اس کو قتل کرے یا چوری کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹے۔ اس مسئلہ میں امام احمد سے دو روایتیں منقول ہیں:

''ایک روایت میں جائز ہے جس پر امام شافعی نے تصریح کی ہے اور دوسری روایت میں جائز نہیں جیسا کہ یہ شافعی شاگردوں کے نزدیک دو وجہوں میں سے ایک وجہ ہے، اور یہی امام مالک کا قول ہے۔ ابن عمر سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے اپنے اس غلام کا ہاتھ کاٹ دیا تھا جس نے چوری کی تھی اور حضرت حفصہ r سے بھی صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی اس لونڈی کو قتل کیا تھا جس نے سحر کرنے کا اعتراف کیا تھا۔ آپ نے اس کو ابن عمر کی رائے سے قتل کیا تھا۔ اس لیے یہ حدیث ان فقہا کے لیے حجت ہے جو مولا کے لیے یہ جائز قرار دیتے ہیں کہ مطلقاً اپنے غلام پر حد قائم کرے۔ جو امام احمد سے منصوص ہے اور یہ امام مالک سے منقول دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے۔ رسول اللہ e نے لونڈی کے مالک سے گالی دینے پر گواہ طلب نہیں کیے بلکہ آپ e نے مالک کی تصدیق اُس کے اس قول میں فرمائی کہ''وہ آپ کو گالی دیتی تھی''اس حدیث میں بھی اس قول کے لیے حجت موجود ہے۔''

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ امام پر جھوٹ باندھنا ہے اور امام کے لیے یہ جائز ہے کہ اس کو معاف کر دے جس پر حد واجب ہوا ہو۔

الوجه الثالث: أن هذا وإن كان حداً فهو قتل حربي أيضاً، فصار بمنزلة قتل حربي تحتّم قتله، وهذا يجوز قتله لكل أحد، وعلى هذا يحمل قول ابن عمر في الراهب الذي قيل له: إنه يسب النبي صلى الله عليه وسلم فقال: لو سمعته لقتلته.

q: ''تیسری وجہ یہ ہے کہ اگرچہ حد ہے لیکن یہ حربی کو قتل کرنے کی طرح ہے۔ چنانچہ یہ اس حربی کو قتل کرنے کی طرح ہوا جس کو قتل کرنا حتمی طور پر واجب ہو اور اس کو قتل کرنا ہر ایک کے لیے جائز ہے اور اس پر اس راہب کے بارے میں ابن عمر کا قول نقل کیا جاتا ہے جس کے بارے میں آپ کو کہا گیا تھا کہ وہ رسول اللہ e کو گالی دیتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں نے اس سے سنا ہوتا تو ضرور میں اس کو قتل کر دیتا۔''

الوجه الرّابع: أن مثل هذا قد وقع على عهد رسول الله صلى الله وعليه وسلم، مثل المنافق الذي قتله عمر بدون إذن النبي صلى الله عليه وسلم لمّا لم يرض بحكمه، فنزل القرآن بإقراره، ومثل بنت مروان التي قتلها ذلك الرجل حتى سمّاه النبي صلى الله عليه وسلم ناصراً الله ورسوله، و ذلك أن من وجب قتله لمعنى يكيد به الدين ويفسده ليس بمنزلة من قتل لأجل معصية من زنًى ونحوه.

q: ''چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس جیسے واقعات رسول اللہ e کے عہد مبارک میں بھی پیش آئے مثلاً: وہ منافق جس کو عمر t نے حضور e کے اذن اور اجازت کے بغیر قتل کیا تھا، جب کہ وہ آپ e کے فیصلہ کرنے پر ناراض ہوا تھا۔ قرآن کریم نے حضرت عمر t کے فیصلہ کو برقرار رکھا اور جیسا کہ مروان کی وہ بیٹی ہیں جس کو اس شخص نے قتل کیا تھا تو رسول اللہ e نے اس کا نام ناصر للہ ورسولہ رکھا۔ وہ شخص جس کا قتل کرنا اس بنا پر واجب ہو کہ وہ دین میں بگاڑ پیدا کرنے کی تدبیریں کرتا ہے، تو اس

کو قتل کرنا اس شخص کے قتل کرنے کی طرح نہیں ہے جس کو اس وجہ سے قتل کیا گیا ہو کہ وہ کسی گناہ مثلاً زنا وغیرہ کا مرتکب ہو گیا ہو۔''

الجواب السادس: أن الفقهاء قد اختلفوا في المرأة المقاتلة إذا أسرت هل يجوز قتلها ومذهب الشافعي أنها لا تقتل فلو كانت هذه إنما قتلت لكونها قد قاتلت لم يجز أن تقتل بعد الأسر عنده فلا يصح أن يورد هذا السؤال على أصله.

q: چھٹا جواب یہ ہے کہ فقہا نے اس عورت کے بارے میں جو اسلام کے خلاف لڑتی ہے جب کہ وہ قیدی بنائی جائے، اختلاف کیا ہے کہ کیا اس کو قتل کرنا جائز ہے؟ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا پس اگر یہ عورت اس وجہ سے قتل کی جاتی کہ وہ اسلام کے خلاف لڑتی ہے تو ان کے نزدیک اس کو قیدی بنانے کے بعد اس کو قتل کرنا نہیں اس لیے یہ صحیح ہی نہیں کہ اُن کے اُصول پر یہ سوال وارد کیا جائے۔

شاتم رسول کے قتل پر عمومی دلائل

اگر ساب عام حربی کی طرح ہوتو اسے امان حاصل ہوتا.....:

أن الساب لو صار بمنزلة الحربي فقط لكان دمه معصوماً بأمانٍ يعقد له أو ذمة أو هدنة ومعلوم أنه شبهة الأمان كحقيقته في حقن الدم والنفر الذين أرسلهم النبي صلى الله عليه وسلم إلى كعب بن الأشرف جاؤوا إليه على أن يستعفوا منه وحادثوه وقد آمنهم على دمه وماله وكان بينه وبينهم قبل ذلك عهد وهو يعتقد بقاءه ثم إنهم استأذنوه في أن يشموا ريح الطيب من رأسه فأذن لهم مرةً بعد أخرى، وهذا كله يثبت الأمان، فلو لم يكن في

السبّ إلا مجرد كونه كافراً حربياً لم يجز قتله بعد أمانه إليهم وبعد أن أظهروا له أنهم مؤمنون له واستيذانهم إياه في إمساك يديه، فعلم بذلك أن إيذاء الله ورسوله موجب للقتل لا يعصم منه أمان ولا عهد، ولا ذالك يكون إلا فيما أوجب القتل عيناً من الحدود كحد الزنى وحد قطع الطريق وحد المرتد ونحو ذلك، فإن عقد الأمان لهؤلاء لا يصح ولا يصيرون مستأمنين، بل يجوز اغتيالهم والفتك بهم لتعين قتلهم، فعلم أن ساب النبي صلى الله عليه وسلم كذلك.

يؤيد هذا ما ذكره أهل المغازي من قول النبي صلى الله عليه وسلم: إنه لو قرّكم قرّ غيره ما أغتيل ولكنه قال من الأذى وهجانا بالشعر، ولم يفعل هذا أحد منكم إلا كان السيف. فإن ذلك دليل على أن لا جزاء له إلا القتل.

ساب (آپ e کو گالی دینے والا) اگر حربی کی طرح ہی قرار دیا جائے تو پھر امان دینے کی بنا پر یا ذمہ کی بنا پر یا عدنہ (وقفہ جنگ) کی وجہ سے اس کا خون معصوم ہوگا اور یہ معلوم بات ہے کہ خون کے محفوظ ہونے کے بارے میں امان کا شبہ بھی حقیقتاً امان دینے کی طرح ہے۔ اور وہ لوگ جن کو رسول اللہ e نے کعب بن اشرف کی طرف بھیجا تھا وہ کعب کے پاس اس بنا پر آئے کہ ان کے ساتھ لپٹیں گے، اور اس سے گفتگو کریں گے، اس کے ساتھ چلیں گے اس نے ان کو اپنے خون اور مال پر امین قرار دیا اور اس کے ان کے درمیان پہلے سے معاہدہ تھا اور وہ اس کا معتقد تھا کہ اس کا معاہدہ باقی ہے اس کے بعد انہوں نے کعب سے اس بارے میں اجازت لی کہ وہ اس کے سر کی خوشبو سونگھیں گے تو اس نے ان کو بار بار اجازت دی۔ یہ تمام باتیں امان کو ثابت کر دیتی ہیں پس سب (یعنی آپ e کو گالی دینے) میں اگر یہ بات ہوتی ہے کہ وہ کافر حربی ہے تو پھر امان دینے کے بعد اس کو قتل کرنا جائز نہ ہوتا جبکہ ان حضرات صحابہ

y نے اس کو ظاہر کر دیا کہ وہ اس کو امان دیتے ہیں اور انہوں اس سے دونوں ہاتھوں میں پکڑنے کی اجازت لی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول e کو ایذا دینا قتل کرنے کا ایسا موجب ہے جس سے نہ امان اس کو بچا سکتا ہے اور نہ معاہدہ۔ اور یہ صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ کسی حد میں اس کا قتل کرنا واجب ہو چکا ہو۔ مثلاً زنا کا حد، رہزنی کا حد، مرتد کا حد وغیرہ۔ کیونکہ ان لوگوں کے لیے امان کا معاہدہ صحیح ہی نہیں اور نہ وہ اس سے مستأمنین بن جاتے ہیں بلکہ یہ جائز ہے کہ ان کے ساتھ کوئی ایسا حیلہ اور تدبیر کی جائے جس سے ان کو اس کے قتل کرنے میں مدد ملے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور e کا ساب بھی اسی طرح ہے۔ اس کی تائید حضور e کے اس ارشاد گرامی سے ہوتی ہے جس کو اہل مغازی نے ذکر کیا ہے کہ ''اگر وہ اسی طرح زندہ رہتا جیسا کہ اور رہتے ہیں تو اس کے ساتھ ایسا حیلہ نہ کیا جاتا لیکن اس نے ہمیں ایذا پہنچائی اور شعر کے ذریعہ ہماری ہجو کی اور تم میں سے کوئی بھی یہ کام نہیں کرے گا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا'' حضور e کا یہ ارشاد اس کی دلیل ہے کہ سابی کی سزا اس کو قتل کرنا ہی ہے۔

حدیث مرفوع میں ہے: ''من سبّ نبياً قتل'':

قوله صلى الله عليه وسلم إن كان ثابتاً: ''من سب نبياً فقتل و من سبّ اصحابه جُلد'' فأو جب القتل عيناً على كل سابٍ، ولم يخير بينه و بين غيره، و هذا مما يعتمد في الدلالة إن كان محفوظاً.

حضور e کا یہ ارشاد ہے: بشرط یہ کہ یہ ارشاد ثابت ہو: ''جس نے کسی نبی کو گالی دی تو اس کو قتل کر دیا جائے اور جس نے صحابہ کو گالی دی اس کو کوڑے لگوا دیے جائیں'' پس اس ارشاد میں بھی ہر سابی کے لیے اس کو قتل کرنا واجب قرار دیا گیا ہے اور قتل کرنے اور کسی دوسرے سزا کے درمیان اختیار نہیں۔ اگر یہ حدیث محفوظ ہو تو یہ ان دلائل میں سے ہے جس سے اس مطلوب پر دلالت میں اعتماد کیا جاتا ہے۔

آپ e کا کعب بن اشرف کے قتل کی دعوت دینا:

أن النبي صلى الله عليه وسلم دعا الناس إلى قتل ابن الأشرف؛

لأنه كان يؤذى الله و رسوله، و كذلك كان يأمر بقتل من يسبه و يهجوه إلا من عفا عنه بعد القدرة، و أمره صلى الله عليه وسلم للإيجاب، فعلم و جوب قتل الساب وإن لم يجب قتل غيره من المحاربين و كذلك كانت سيرته، لم يُعلم أنه ترك قتل أحد من السّابين بعد القدرة عليه إلا من تاب أو كان من المنافقين، و هذا يصلح أن يكون امتثالاً للأمر بالجهاد وإقامة الحدود، فيكون على الإيجاب، يؤيد ذلك أن في ترك قتله تركاً لنصرالله و رسوله، و ذلك غير جائز.(ایضاً: ۱۸۴)

رسول e نے لوگوں کو ابن اشرف کے قتل کی طرف اس لیے بلایا کہ وہ اللہ اور رسول e کو ایذا دیتا تھا اور اسی طرح آپ e اس شخص کے قتل کرنے کا حکم فرماتے تو آپ e کو گالی دیتا یا آپ کی ہجو کر دیتا۔ مگر وہ شخص جس پر قدرت حاصل ہونے کے بعد آپ e اس کو معاف کر دیتے۔ رسول e کا حکم ایجاب (یعنی واجب قرار دینے) کے لیے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ساب کو قتل کرنا واجب ہے اگرچہ اس کے علاوہ دیگر محاربین کو قتل کرنا واجب نہیں۔

آپ کی سیرت اسی طرح تھی یہ کہیں معلوم نہیں ہوا کہ آپ نے سابیوں میں سے کسی پر قدرت حاصل کرنے کے بعد اُسے چھوڑا ہو الّا یہ جس نے توبہ کیا یا وہ منافق تھا۔ یہ واقعہ جہاد اور اقامتِ حدود کے حکم عمل کرنے کا صالح نمونہ ہے اس لیے یہ حکم ایجاب پیدا کرتا ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کو قتل نہ کرنے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول e کی مدد کو ترک کر دینا ہے جو جائز نہیں۔

شاتم رسول کی سزا پر اقوالِ صحابہ:

أقاويل الصحابة، فإنها نصوص في تعيين قتله، مثل قول عمر رضى الله عنه: "من سب الله أو سب أحداً من الأنبياء فاقتلوه" فأمر بقتله عيناً، و مثل قول ابن عباس رضى الله عنه "أيما

معاهد عاند فسب الله أو سب أحداً من الأنبياء أو جهر به فقد نقض العهد فاقتلوه" فأمر بقتل المعاهد إذا سب عيناً، و مثل قول أبي بكر الصديق فيما كتب به إلى المهاجر في المرأة التي سبّت النبى صلى الله عليه وسلم، "لولا ماقد سبقتنى فيها لأمرتك بقتلها؛ لأن حد الأنبياء لا يشبه الحدود، ومن تعاطى ذلك من مسلم فهو مرتد، أو معاهد فهو محارب غادر" فبيّن أن الواجب كان قتلها عيناً لولا فوات ذلك، ولم يجعل فيه خيرالمُفوّض الإمام، و لا سيما والسابة امرأة، و ذلك وحده دليل كما تقدم، و مثل قول ابن عمر في الراهب الذى بلغه أنه يسب النبي صلى الله عليه وسلم "لو سمعته لقتلته" ولو كان كالأسير الذي يخير فيه الإمام لم يجز لابن عمر اختيار قتله، و هذا الدليل واضح.

صحابہ کرام t کے اقوال: ان کے اقوال شاتم کے قتل کے بارے میں منصوص طور پر ثابت ہیں جیسے کہ حضرت عمر t کا یہ قول: "جس نے اللہ کو گالی دی یا انبیاء میں سے کسی ایک کو گالی دی تو اس کو قتل کرو" چنانچہ آپ نے یہی حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے اور جیسا کہ ابن عباس نے فرمایا: "جو معاہد عناد کر کے اللہ کو گالی دے یا انبیاء میں سے کسی کو گالی دے اور جہراً ایسا کرنے لگے تو اس نے معاہدہ توڑ دیا لہٰذا اس کو قتل کرو" چنانچہ آپ نے معاہد کے قتل کرنے کا یہ حکم فرمایا جبکہ وہ گالی دے اور جیسا کہ ابوبکر t کا وہ قول جو آپ نے مہاجر کو ایک خط میں اس عورت کے بارے میں لکھا تھا جس نے حضور e کو گالی دی تھی کہ: "اگر وہ بات نہ ہوتی جس کے بارے میں تو نے مجھ سے سبقت کی تو میں ضرور آپ کو اسکے قتل کرنے کا حکم دیتا کیونکہ انبیاء کی حد اور حدود کے مشابہ نہیں۔ مسلمانوں میں سے جو شخص ایسا کرے تو وہ مرتد ہے اور جو معاہد ایسا کرے تو وہ محارب غدار ہے۔"

اس سے واضح ہوا کہ اگر آپ سے وہ موقع فوت نہ ہو جاتا تو واجب یہی بات تھی کہ اس کو قتل ہی کر دیا

جاتا۔اس میں آپ نے امام کو کسی دوسرے قسم کی سزا کا اختیار نہیں دیا۔خصوصا جبکہ شاتمہ (گالی دینے والی) عورت تھی۔یہ ایک مستقل دلیل ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور جیسا کہ ابن عمر t نے اس راہب کے بارے میں فرمایا تھا جس کے بارے میں آپ کو یہ اطلاع ہوئی تھی کہ یہ شخص رسول اللہ e کو گالی دیتا ہے تو آپ نے فرمایا: ''اگر میں اس سے یہ بات سنتا تو میں ضرور اس کو قتل کر دیتا'' اگر شاتم کا حکم اس قیدی کے حکم کی طرح ہوتا جس کے بارے میں امام کو اختیار ہوتا ہے تو ابن عمر کے لیے یہ بات جائز نہ ہوتی کہ آپ اس کے قتل کو اختیار فرماتے۔یہ ایک واضح دلیل ہے۔

شاتم رسول e کا جرم عام حربی سے بہت سخت ہے:

أن ناقض العهد بسب النبي صلى الله عليه وسلم ونحوه حاله أغلظ من حال الحربي الأصلي، كم أن حال المرتد أغلظ من حال الكافر الأصلي؛ لأنه اجتمع فيه الحرب الأصلي، و خروجه عما عاهدنا عليه بالطعن في الدين و أذي الله ورسوله، و مثل هذا يجب أن يعاقب عقوبة تزجر أمثاله عن مثل حاله، والدليل عليه قوله سبحانه و تعالىٰ: ﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝۵۵ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ لَا يَتَّقُوْنَ۝۵۶ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۝۵۷﴾ فأمر الله رسوله إذا صادف الناكثين بالعهد في الحرب أن يشرد بهم غيره من الكفار بأن يفعل بهم ما يتفرق به أولئك، وقال تعالىٰ: ﴿اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ فحضّ على قتال من نكث اليمين وهمّ بإخراج الرسول و بدأ بنقض العهد، و معلوم أن من سب الرسول صلى الله عليه وسلم فقد نقض العهد و فعل ما هو

أعظم من الهمّ بإخراج الرسول بدئنا أول مرة ثم قال تعالىٰ: ﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ۝۱۴ وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ﴾ أن تعذيب هؤلاء و إخزاء هم ونصر المؤمنين عليهم وشفاء صدورهم بالانتقام منهم و ذهاب منهم و ذهاب غيظ قلوبهم مما آذوهم به أمر مقصود للشارع مجلوب في الدين، و معلوم أنّ هذا لا يحصل بمجرد استرقاقه، ولا بالمنّ عليه والمفاداة به و كذلك أيضاً تنكيل غيره من الكفار الذين قد يريدون إظهار السبّ لايحصل على سبيل التمام إلا بذلك، ولا يعارض هذا من نقض العهد في طائفة ممتنعة إذ أسرنا واحداً منهم؛ لأن قتال أولئك والظهور عليهم يحصّل هذا المقصود، بخلاف من كان في أيدينا قبل السبّ و بعده، فإن لم نُحْدث فيه قتلاً لم يحصل هذا المقصود.

وجماعُ ذلك أن ناقض العهد لابُدّ له من قتال أو قتل، إذ لا يحصل المقصود إلا بذلك، و هذا الوجه و إن كان فيه عموم لكل من نقض العهد بالأذى، لكن ذكرناه هنا لخصوص الدلالة أيضاً، فإنها تدل عموماً و خصوصاً (الصارم المسلول)

''وہ شخص جو معاہدہ کو حضور e کو گالی دے کر یا اس جیسے الفاظ سے توڑ دے تو اس کی حالت اصلی حربی کی حالت سے شدید تر ہے جیسا کہ مرتد کی حالت عام کافر سے سخت تر ہے۔کیونکہ اس میں ایک تو اصل محاربہ ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے دین میں طعن کر کے اور اللہ اور اس کے رسول e کو ایذا دے کر معاہدہ سے نکل گیا۔اس جیسے شخص کے بارے میں واجب ہے کہ اس کو ایسی سخت سزا دی جائے کہ اس جیسے لوگ اس جیسی حالت کو اختیار کرنے سے رک جائیں۔اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے:

ترجمہ {بلاشبہ بدترین خلائق اللہ کے نزدیک یہ کافر لوگ ہیں، یہ ایمان نہ لائیں گے۔ ان کی یہ کیفیت ہے کہ آپ ان سے (کئی بار) عہد لے چکے ہیں (مگر) پھر (بھی) وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں اور وہ (عہد شکنی) سے ڈرتے نہیں۔ سو اگر آپ لڑائی میں ان لوگوں پر قابو پائیں تو (ان پر حملہ کر کے) اس کے ذریعے سے اور لوگوں کو جو ان کے علاوہ ہیں منتشر کر دیجیے تا کہ وہ لوگ نصیحت پکڑیں۔} چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول e کو حکم فرمایا کہ جب جنگ کے دوران معاہدہ کے توڑنے والوں کے بالمقابل ہو جائیں تو ان کو اس طرح سے قتل کیا جائے جس سے منتشر ہو کر اس سے اور کفار عبرت حاصل کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (ترجمہ) ''تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول e کے جلاوطن کر دینے کی تجویز کی اور انہوں نے تم سے خود پہلے چھیڑ نکالی'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے قتال کرنے پر تحریض فرمائی ہے۔ یعنی قتال پر ابھارا ہے جو یمین (عہد) کو توڑنے میں ابتدا کریں۔ یہ بات معلوم ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ e کو گالی دی تو اس نے ایسا کام کیا جو حضور e کو نکالنے کے قصد سے اور ان کے ہم پر پہلی دفعہ ابتدا کرنے سے بھی بڑا جرم ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ترجمہ): ''ان سے لڑو۔ اللہ تعالیٰ (کا وعدہ ہے کہ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور ان کو ذلیل (وخوار) کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور بہت سے مسلمانوں کے قلوب کو شفا دے گا اور ان کے قلوب کے غیظ (وغضب) کو دور کرے گا'' اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان لوگوں کو عذاب دینا اور ان کو رسوا کرنا اور ان پر مومنین کو غالب کرنا اور ان سے انتقام لے کر مومنین کے سینوں کو شفا دینا اور وہ ایذا جو انہوں نے مسلمانوں کو پہنچائی اس سے مسلمانوں کے دلوں کے غصہ کو ختم کرنا ایسا امر ہے جو شارع کا مقصود ہے، دین میں مطلوب ہے اور یہ معلوم بات ہے کہ یہ مقصود اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا کہ جس نے رسول اللہ e کو گالی دی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور کے مومنین بندوں کو ایذا دی، اس کو قتل کیا جائے۔ یہ مقصد نہ اس کو غلام بنانے سے حاصل ہو سکتا ہے نہ اس پر احسان کرنے سے اور نہ فدیہ حاصل کرنے سے۔

اسی طرح ان کفار کے لیے جو آپ e کو گالی دینے کے اظہار کا ارادہ رکھتے ہیں، عبرت حاصل کرنے

کا مقصد اس کے بغیر اور طور پر حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ حکم اس شخص کے حکم کے ساتھ معارض نہیں کہ باغیوں میں سے معاہدہ توڑنے والے کو قیدی بنایا جائے کیونکہ ان کے ساتھ قتال کرنے اور ان پر غلبہ حاصل کرنے سے یہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ حکم اس شخص کے حکم کے خلاف ہے جو سب یعنی گالی سے پہلے اور سب کے بعد ہمارے قبضے میں ہو تو اگر ہم ان کو قتل نہ کریں تو یہ مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ خلاصہ یہ کہ معاہدہ توڑنے والے کے بارے میں اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ اس کے ساتھ قتال کیا جائے یا اس کو قتل کیا جائے کیونکہ اس کے بغیر مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ وجہ اگرچہ ایسی ہے جس میں ہر اس شخص کے لیے عموم ہے جو ایذا دے کر معاہدہ توڑ دے لیکن ہم نے اس کو یہاں اس لیے ذکر کیا کہ یہ عموم و خصوص دونوں لحاظ سے دلالت کرتا ہے۔

سبُّ النبی e معاہدہ شکنی بھی ہے اور ایذا بھی:

أن الذمي إذا سبّ النبي صلى الله عليه وسلم فقد صدر منه فعلٌ تضمّن أمرين:

أحدهما: انتقاضُ العهد الذي بيننا و بينه.

والثاني: جناية على عرض رسول الله صلى الله عليه وسلم و انتهاك حرمته وإيذاء الله تعالى ورسوله والمؤمنين و طعنه في الدين، و هذا معنى زائد على مجرد كونه كافراً قد نقص العهد نظير ذلك أن ينقضه بالزنى بمسلمة أو بقطع الطريق على المسلمين و قتلهم و أخذ أموالهم أو بقتل مسلم، فإن فعله، مع كونه نقضاً للعهد، قد تضمن جناية أخرى، فإن الزنى والقطع والقتل من حيث هو هو جناية، و نقض العهد جناية، كذلك هنا سبُّ رسول الله صلى الله عليه وسلم من حيث هو جناية منفصلة عن نقض العهد، له عقوبة تخصّه في الدنيا والآخرة

زائده على مجرد عقوبة التكذيب بنبوته، والدليل عليه قوله سبحابه: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ فعلق اللعنة في الدنيا والآخرة والعذاب المهين بنفس أذى الله و رسوله، فعلم أنه مُوجب ذلك و كذلك قوله تعالىٰ: ﴿وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾ وقد تقدم تقريره.

(الصارم المسلول)

ذمی شخص جب رسول اللہ e کو گالی دے تو اس سے ایسا فعل صادر ہوا جو دو امر کو متضمن ہے: پہلا یہ کہ اس نے وہ معاہدہ توڑ دیا جو ہمارے درمیان اور ان کے درمیان ہے۔ دوسرا یہ کہ رسول اللہ e کی آبرو پر جنایت کی اور اس کی بے حرمتی کی، اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کو ایذا دی اور اس کے دین میں طعن کرنے کا مرتکب ہوا۔ یہ ایسا معنی ہے جو اس کے محض کافر ہونے پر، جس نے معاہدہ توڑ دیا ہو، ایک زائد معنی ہے۔ اس کی نظیر وہ صورت ہے کہ جب مسلمان عورت کے ساتھ زنا کر کے یا مسلمان پر رہزنی کر کے اور ان کو قتل کر کے یا مسلمان کو قتل کر کے معاہدہ توڑ دے کیونکہ اس کا یہ فعل باوجود اس کے یہ معاہدہ توڑ دینا ہے ایک دوسری جنایت کو بھی متضمن ہے۔ کیونکہ زنا، رہزنی اور قتل اس حیثیت سے کہ یہ زنا ہے، رہزنی ہے اور قتل ہے؛ جنایت ہیں اور معاہدہ توڑنا دوسری جنایت ہوئی۔ اسی طرح یہاں پر رسول اللہ e کو گالی دینا اس حیثیت سے کہ یہ سب (گالی) ہے جنایت ہے۔ جو معاہدہ توڑنے کی جنایت سے جدا جنایت ہے اس کے لیے ایسی سزا ہے جو اس کے ساتھ دنیا اور آخرت میں مخصوص ہے، وہ آپ e کی نبوت کے جھٹلانے کی سزا پر زائد ہے جس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے (ترجمہ): ''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول e کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں لعنت اور عذاب مہین کو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول e کو ایذا دینے سے متعلق

فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ لعنت اور عذاب مہین ایذا دینے کو موجب ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول (ترجمہ): ''اور اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین (اسلام) پر طعن کریں تو تم لوگ اس قصد سے کہ یہ باز آ جائیں ان پیشوایانِ کفر سے لڑو کیونکہ اس صورت میں ان کی قسمیں (باقی) نہیں رہیں۔'' اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

يوضح ذلك ان النبي صلى الله عليه وسلم لما دخل مكة آمن الناس الذين كانوا يقاتلونه قبل ذلك، والذين نقضوا العهد الذين كان بينه و بينهم و خانوه إلا نفراً منهم القينتان اللّتان كانتا تغنيان بهجانه وسارة مولاة بني عبد المطلب التي كانت تؤذيه بمكة، فإذا كان قد أمر بقتل التي كانت تهجوه من النساء، مع أن قتل المرأة لا يجوز إلا إذا قاتلت، وهو صلى الله عليه وسلم قد آمن جميع أهل مكة من كان قد قاتل و نقض العهد من الرجال والنساء، علم بذلك أن الهجاء جناية زائدة على مجرد القتال والحراب؛ لأن التفريق بين المتماثلين لا يقع من النبي صلى الله عليه وسلم كما أنه أمر بقتل ابن خطل لأنه قد قتل مسلماً، ولأنه كان مرتداً ولأنه كان يأمر بهجانه، وكل واحد من القتل والردة والأمر بهجانه جناية زائدة على مجرد الكفر والحراب، ومما يبين ذلك أنه قد كان أمر بقتل من كان يؤذيه بعد فتح مكة، مثل ابن الزبعري وكعب بن زهير والحويرث بن نقيد وابن خطل و غيرهم مع أمانه لسائر أهل البلد وكذلك أهدر دم أبي سفيان بن الحارث، وامتنع من إدخاله عليه وإدخال عبدالله بن أبي أمية لما كانا يقعان في عرضه و قتل ابن أبي معيط والنضر بن الحارث

دون غير هما من الأسرى، و سمي من يبذل نفسه في قتله ناصراً لله و رسوله، و كان يندب إلى قتل أصحابه يسارعون إلى قتل من آذاه بلسانه، و إن كان أباً أو غيره و ينذرون قتل من ظفروا به من هذا الضرب، وقد تقدم من بيان ذلك ما فيه بلاغ، من المعلوم أن هؤلاء لو كانو بمنزلة سائر الكفار الذين لا عهد لهم لم يقتلهم و لم يأمر بقتلهم في مثل هذه الأوقات التي آمن فيها الناس و كفّ عمن هو مثلهم.(الصارم المسلوم: ۱۸۵۔ ۱۸۶)

q:''اس کی وضاحت اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ e جب مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ان لوگوں کو امان دیا جو اس سے قبل آپ سے برسر پیکار تھے اور ان لوگوں کو بھی امان دیا جنہوں نے معاہدہ کو توڑ دیا جو آپ e اور ان کے درمیان تھا مگر چند اشخاص جن میں دو گانے والی عورتیں تھیں جو آپ e کی ہجو کر کے گاتی تھیں اور بنو عبدالمطلب کی آزاد کردہ لونڈی سارہ جو آپ کو مکہ میں ایذا دیتی تھیں پس جب کہ آپ نے عورتوں میں سے اس عورت کے قتل کرنے کا حکم فرمایا جو آپ e کی ہجو کرتی تھی۔ باوجود یہ کہ عورت کو اس وقت تک قتل نہیں کیا جاتا جب تک کہ وہ قتال کرنے کا اقدام نہ کر چکی ہو۔ آپ e نے تمام اہل مکہ کو جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف قتال کیا تھا اور معاہدہ توڑا تھا امان دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہجو ایسی جنایت ہے جو مجرد قتال سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ رسول اللہ e سے ایسا کام واقع نہیں ہو سکتا کہ اس سے آپ نے دو مماثل چیزوں کے درمیان تفریق کی ہو۔ جیسا کہ آپ نے ابن خطل کے قتل کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ اس نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا اس وجہ سے کہ وہ مرتد تھا اور اس وجہ سے کہ وہ آپ e کی ہجو کرنے کا حکم کرتا تھا اور قتل اور ردّت اور آپ کی ہجو کرنے کا حکم ایسی جنایت ہے جو کفر و حرب سے بڑھ کر ہے۔''

اور ان واقعات میں سے جو اس حقیقت کو واضح کر دیتا ہے وہ واقعہ ہے کہ آپ e نے ایسے اشخاص کے قتل کرنے کا حکم فرمایا جو آپ کو فتح مکہ کے بعد ایذا دیتے تھے مثلاً ابن الزبعری اور کعب بن

زھیر اور حویرث بن نقید اور ابن خطل وغیرہ۔ باوجود اس کے کہ آپ e نے تمام اہلِ بلد کو امان دیا تھا اس طرح آپ e نے ابوسفیان بن الحارث کا خون ہدر کیا اور عبداللہ بن امیہ کو اپنے پاس آنے سے روکا کیونکہ وہ دونوں آپ e کی بے حرمتی کرتے رہے اور آپ e نے قیدیوں سے ابن ابی معیط اور النضر بن الحارث کو قتل کیا اور ان کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کیا۔ آپ e نے ایسے شخص کا نام ناصر اللہ و رسولہ رکھا جو ایسے (سابق) کے قتل کرنے میں اپنی جان کو قربان کرنے کے لیے پیش کر دیتا اور ایسے شخص کو جن کے ساتھ معاہدہ نہ ہو تو آپ e نہ ان کو قتل کرتے اور نہ ایسے واقعات میں ان کے قتل کا حکم فرماتے جن میں آپ e نے لوگوں کو امان دیا تھا۔ اور ان لوگوں نے آپ e سے تلوار روک لی تھی جو ان جیسے تھے۔

گالی، کفر سے بڑا گناہ ہے:

فعلم أن السبّ جناية زائدة ةعلى الكفر، وقد تقدم تقرير ذلك في المسألة الأولى على وجه يقطع العاقل أن سبّ الرسول صلى الله عليه وسلم جناية لها موقع يزيد على عامة الجنايات، بحيث يستحق صاحبها مع العقوبة ما لا يستحقه غيره وإن كان كافراً حربياً مبالغاً في محاربة المسلمين، وأن وجوب الانتصار ممن كان هذه حاله كان مؤكداً في الدين، والسعي في إهدار دمه من أفضل الأعمال و أوجبها وأحقها بالمسارعة اليه وابتغاء رضوان الله تعالى فيه، و أبلغ الجهاد الذي كتبه الله على عباده ففرضه عليهم. و من تأمل الذين أهدر النبى صلى الله عليه وسلم دماءهم يوم الفتح و اشتد غضبه عليهم حتى قتل بعضهم في نفس الحرم و أعرض عن بعضهم وانتظر قتل بعضهم وجد لهم جرائم زائدة على الكفر والحراب من ردةو قتل و نحو ذلك، وجُرم أكثرهم

إنما كان من سب رسول الله و آذاه بالسنتهم، فاى دليل أوضح من هذا؟

على أن سبه وهجاءه جناية زائدةعلى الكفر والحراب لا يدخل في ضمن الكفر كم تدخل سائر المعاصي في ضمن الكفر، و على أن المعاهدين إذا نقضوا العهد و فيهم من سبّ النبي صلى الله عليه وسلم، كان للسب عقوبة زائدة ةعلى عقوبة مجردة نقض العهد. (الصارم المسلول: ۱۸۶ ،۱۸۷)

q:''اس سے معلوم ہوا کہ سب (گالی) کفر سے بڑھ کر جنایت ہے۔ اس کی تقریر مسئلہ اولی میں ایسے طریقے سے بیان ہوئی ہے جس سے ایک عقلمند شخص کو یہ یقین حاصل ہوجاتا ہے کہ رسول اللہ e کو گالی دینا ایسی جنایت ہے جس کا مرتبہ تمام دیگر جنایات سے بڑھ کر ہے، اور وہ اس طرح کہ اس کا مرتکب ایسی سزا کا مستحق ہوجاتا ہے جس کا اس کے علاوہ کوئی شخص مستحق نہیں ٹھرتا۔ اگرچہ وہ ایسا حربی کافر ہو جو مسلمانوں کے ساتھ لڑائی میں پوری کوشش کرنے والا ہو۔ دین میں جس کا یہ حال ہو تو اس سے انتقام لینے کی تاکید کی گئی ہے اور اس کے خون کا ابدار (یعنی اس کا قتل) سب سے افضل اعمال میں سے ہے اور اس کی طرف جلدی کے ساتھ بڑھ جانا اور اس میں اللہ تعالی کی رضا کی تلاش کرنا سب سے زیادہ اوجب اور احق عمل ہے اور سب سے زیادہ اونچا جہاد ہے جس کو اللہ تعالی نے فرض کیا ہے۔ جو شخص ان لوگوں کے بارے میں جن کے خون کو رسول اللہ e نے فتح مکہ کے دن ہدر فرمایا اور جن پر آپ e سخت غصہ ہوئے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض نفس حرم میں قتل کیے گئے اور بعض سے آپ e نے اعراض فرمایا۔ ان میں سے بعض کے قتل کرنے کا انتظار فرمایا اور آپ e نے ان کے ایسے جرائم پائے جو کفر اور مرتد ہوجانے اور قتل کرنے وغیرہ سے بڑھ کر تھے اور ان میں سے اکثر اشخاص کا جرم یہی تھا کہ رسول اللہ e کو گالی دیتے اور اذیت پہنچاتے تھے۔ اس سے زیادہ واضح دلیل کیا ہوسکتی ہے؟''

اِس پر دلیل:

و ممّا يدلّ على أنّ السبّ جناية زائدةعلى كونه كفراً و حراباً، وإن كان متضمناً لذلك أن النبى صلى الله عليه وسلم قد كان يعفو عمن يؤذيه من المنافقين كما تقدم بيانه، و قد كان له أن يقتلهم كما تقدّم ذكره في حديث أبي بكر وغيره، و لو كان السب مجرد ردّةلوجب قتله كالمرتد يجب قتله، فعلم أنه قد يغلب في السبّ حقُّ النبي صلى الله عليه وسلم بحيث يجوز له العفو عنه.و ممّا يدل على أنّ السبّ جناية مفردة أن الذمي لو سبّ واحداً من المسلمين أو المعاهدين و نقض العهد لكان سبّ ذلك الرجل جناية عليه يستحق بها من العقوبة ما لا يستحقه بمجردِ نقض العهد؛ أفيكون سبّ رسول الله صلى الله عليه وسلم دون سبّ واحدٍ من البشر؟

(الصارم المسلول: ۱۸۷،۱۸۶)

q:''اور ان دلائل میں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سَب (یعنی گالی دینا) ایسی جنایت ہے جو کفر وحراب سے بڑھ کر ہے اگرچہ کفر وحراب کو بھی متضمن ہے یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ e کبھی اُس شخص سے عفو فرماتے جو منافقین میں ہوتا اور آپ e کو ایذا دیتا جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ حالانکہ آپ e کے لیے جائز تھا کہ آپ e اُسے قتل کرتے۔ جیسا کہ اس کا ذکر ابوبکرؓ وغیرہ کے حدیث میں گزر چکا ہے۔ اگر سابی صرف مرتد ہوتا تو اس کو قتل کرنا ضروری ہوتا جیسا کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سَب میں رسول اللہ e کا حق غالب ہے اس لیے آپ e کے لیے جائز ہے کہ اس جنایت کو معاف فرمادیں۔ سَب کا مستقل جرم ہونے پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی ذمی کسی مسلمان یا معاہد کو گالی دے اور اُس کا معاہدہ توڑ دے تو یہ اُس شخص کو گالی دینا ایک مستقل جرم ہے جس پر یہ اُس سزا کا مستحق ہوتا ہے جس کا یہ محض معاہدہ توڑنے سے مستحق نہیں بنتا۔

(جب عام آدمی کوگالی دینے کا یہ مسئلہ ہوتو) کیا رسول اللہ e کوگالی دینا ایک عام انسان کوگالی دینے سے کم جرم ہوگا؟ (ہرگز نہیں۔)''

شاتمِ رسول، آپ e کواذیت پہنچاتا ہے اس لیے مستقل عذاب کا مستحق ہے:

و مما يدل على ذلك أن ساب النبى صلى الله عليه وسلم و شاتمه يؤذيه شتمه وهجاؤه كما يؤذيه التعرض لدمه وماله، قال الله تعالىٰ لما ذكر الغيبة: ﴿أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾ [سورة الحجرات: 12] فجعل الغيبة التي هي كلام صحيح بمنزلة أكل لحم المغتاب ميتاً وكيف ببهتانه؟ و سبّ النبى صلى الله عليه وسلم لا يكون قط إلا بهتاناً.

وفي الصحيحين عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: ''لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهٖ'' (البخارى: ۲۰۰۵، مسلم: و۱کها يؤذي ذلك غيره من البشر.

وأيضاً، فإن ذلك يؤذي جميع المؤمنين، و يؤذي الله، و مجرد الكفر والمحاربة لا يحصل بهما من أذاه ما يحصل بالوقيعة في العرض مع المحاربة، فلو قيل: ''إن الواقع في عرض ممن انتقض عهده بمنزلة غيره ممن انتقض عهده'' لكانت الوقيعة في عرض رسول الله صلى الله عليه وسلم و أذاه ذلك جُرْماً لا جزاء له من حيث خصوص النبى صلى الله عليه وسلم وخصوص أذاه، كما لو قتل رجل نبياً من الأنبياء فإن لقتله من العقوبة ما لا يستحق على مجرد الكفر والمحاربة، و هذا كله ظاهر لاخفاء به، فإن دماء الأنبياء و أعراضهم أجلُّ من دماء المؤمنين و أعراضهم،

فإذا كان دماء غيرهم و أعراضهم لا تندرج عقوبتها في عقوبة مجرد نقض العهد فأن لاتندرج عقوبة دمائهم و أعراضهم في عقوبة نقض العهد بطريق الاولى.

(الصارم المسلول: ۱۸۷)

q: ''اوران دلائل میں سے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضور e کا سابی اور شاتم، شتم اور ہجو کرنے سے آپ e کو ایسا ایذا دیتا ہے جیسا کہ خون اور مال سے تعرض کرنے سے آپ e کو ایذا ہوتی ہے، یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: (ترجمہ:) ''کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو۔'' (سورۃ الحجرات آیت نمبر: ۱۲) تو اللہ تعالیٰ نے وہ غیبت جو صحیح کلام ہوتا ہے غیبت کیے ہوئے شخص کے مردہ ہونے کی حالت میں گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا تو پھر اس پر بہتان لگانے کی کیفیت کیا ہوگی؟ اور حضور e کوگالی دینا سوائے بہتان کے اور کیا ہے؟؟''

اور حضور e سے صحیحین میں ثابت ہے کہ آپ e کا ارشاد ہے کہ: ''مومن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے برابر ہے۔''

اسی طرح رسول اللہ e کوگالی دینا تمام مومنین کو ایذا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے۔ محض کفر اور محاربہ سے وہ ایذا حاصل نہیں ہوتا جیسا کے محاربہ کے ساتھ ساتھ آبرو میں پڑنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ''وہ لوگ جو معاہدہ کو توڑ کر حضور e کی شان میں مداخلت کریں ان لوگوں کے برابر ہیں جو معاہدہ کو توڑ ڈالیں'' تو پھر حضور e کی شان میں مداخلت اور اس سے آپ e کو ایذا رسانی جیسے جرم کی سزا، حضور e کی خصوصی حیثیت کے لحاظ سے ہوئی ہی نہیں۔ جیسا کہ اگر کوئی شخص انبیاء میں سے کسی نبی کو قتل کرے تو اس قتل کے جرم کی ایسی سخت سزا ہوگی جس کا وہ محض کفر اور محاربہ پر مستحق نہ ہوگا۔

یہ تمام باتیں واضح ہیں اور اس میں کسی قسم کی خفا و پوشیدگی نہیں کیونکہ انبیاء کا خون اور ان کی آبرو، مؤمنین کے خون اور آبرو سے بدرجہا بہتر ہے۔ پس جب انبیاء o کے علاوہ اور مومنین کے خون اور

آبرو کی سزا مجرد نقضِ عہد کی سزا میں داخل نہیں ہوسکتی تو انبیاء کے خون اور انبیاء کے اعراض کی سزا نقضِ عہد کی سزا میں بطریق اولی مندرج نہیں ہوسکتی۔

شاتمِ رسول e سے اللہ تعالیٰ، خود رسول e اور مؤمنین کا حق وابستہ ہے:

وما يوضح ذلك أن سبّ النبي صلى الله عليه وسلم تعلّق به عدّة حقوق: حق الله سبحانه من حيث كفر برسوله وعادى أفضل أوليائه و بارزه بالمحاربة، ومن حيث طعن في كتابه و دينه، فإن صحتهما موقفة على صحة الرسالة و من حيث طعن في ألوهيته فإن الطعن في الرسول طعن في المرسل و تكذيبه تكذيب لله تبارك و تعالى و إنكار لكلامه وامره و خبره و كثير من صفاته وتعلق به حق جميع المؤمنين من هذه الامة من غيرها من الأمم فإن جميع المؤمنين مؤمنون به خصوصا أمته؛ فإنه قيام أمر دنياهم و دينهم و آخرتهم به، بل عامة الخير الذي يصيبهم في الدنيا والآخرة بواسطته وسفارته، فالسب له أعظم عندهم من سب أنفسهم و آبائهم و أبنائهم و سبّ جميعهم كما أنه أحب إليهم من أنفسهم و أولادهم و آبائهم والناس أجمعين و تعلق به حق رسول الله صلى الله عليه وسلم من حيث خصوص نفسه فإن الإنسان تؤذيه الوقيعة فى عرضه أكثر ممن يؤذيه أخذ ماله وأكثر مما يؤذيه الضرب بل ربما كانت عنده أعظم من الجرح و نحوه خصوصا من يجب عليه أن يظهر للناس كمال عرضه وعلو قدره لينتفعوا بذلك في الدنيا والآخرة فإن هتك عرضه قد يكون أعظم عنده من قتله فإن قتله لا يقدح عند الناس في

نبوته و رسالته و لو قدره كما أن موته لا يقدح في ذلك بخلاف الوقيعة في عرضه فإنها قد تؤثر في نفوس بعض الناس من النفرة عنه و سوء الظن به ما يفسد عليهم إيمانهم و يوجب لهم خسارة الدنيا والآخرة فكيف يجوز أن يعتقد عاقل أن هذه الجناية بمنزلة ذمي كان في ديار المسلمين فلحق ببلاد الكفار مستوطناً لها مع أن ذلك اللحاق ليس في خصوصه حق لله ولا لرسوله ولا لأحد من المسلمين أكثر ما فيه أن الرجل كان معتصما بحبلنا فخرق تلك العصمة فإنما أضرّ بنفسه لا بأحد من المؤمنين.

فعلم بذلك أن السب فيه من الأذى لله ولرسوله ولعباده المؤمنين ما ليس في الكفر والمحاربة و هذا ظاهر إن شاء الله.

إذا ثبت ذلك فنقول: هذه الجناية جناية السب موجبها القتل لما تقدم من قوله صلى الله عليه وسلم:"من لكعب بن الأشرف فإنه قد آذى الله و رسوله" فعلم أن من آذى الله ورسوله كان حقه أن يقتل و لما تقدم من إهدار النبي صلى الله عليه وسلم دم المرأة السابّة مع أنها لا تقتل لمجرد نقض العهد و لما تقدم من أمره صلى الله عليه وسلم بقتل من كان يسبّه مع إمساكه عمن هو بمنزلته في الدين و ندبه الناس إلى ذلك والثناء على من سارع فى ذلك ولما تقدم من الحديث المرفوع و من أقوال الصحابة رضى الله عنهم أن من سب نبيا قتل ومن سب غير نبى جلد.

(الصارم المسلول: ۱۸۸)

q:''اوران دلائل میں سے جو اس حقیقت کو واضح کر دیتے ہیں۔ یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ e کو گالی دینے کے ساتھ چند حقوق متعلق ہیں: اللہ تعالیٰ کا حق اس حیثیت سے کہ اس کے اور اس کے رسول e پر کفر کیا ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کے افضل ترین دوستوں کے ساتھ عداوت کی ہے اور محاربہ کے ذریعے ان کے ساتھ مقابلہ کیا ہے اور اس حیثیت سے کہ اس نے اس کی کتاب اور دین میں طعن کیا کیونکہ اس کی کتاب اور دین کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ اس کا رسول e ہونا صحیح ہو اور اس حیثیت سے کہ یہ خدا کی خدائی میں طعن ہے کیونکہ رسول اللہ کے بارے میں طعن کرنا درحقیقت بھیجنے والے کے بارے میں طعن کرنا ہے اور رسول اللہ e کی تکذیب دراصل اللہ تعالیٰ کی تکذیب، اور اس کے کلام اور حکم اور اس کی خبر اور بہت ساری صفات کا انکار کرنا ہے۔

اس طرح اس کے ساتھ اس امت کے تمام مومنین اس کا حق اور اس کے علاوہ پہلی امتوں کے مومنین کا حق بھی متعلق ہے کیونکہ تمام مومنین اس پر ایمان لاتے ہیں، خصوصاً آپ e کی امت؛ کیونکہ ان کی دنیا، ان کی آخرت کے معاملہ کا قیام اسی (اطاعتِ رسول) پر ہے۔ بلکہ ہر وہ خیر (بھلائی) جو دنیا میں اور آخرت میں مومنین کو پہنچتی ہے وہ آپ e کی وساطت اور سفارش کے ذریعے پہنچتی ہے۔ اس لیے آپ e کو گالی دینا مومنین کے نزدیک اس سے بڑھ کر ہے کہ ان کو اور ان کے اباء و اجداد اور بیٹوں کو گالی دی جائے جیسا کہ رسول اللہ e ان کو اپنی جانوں سے، اولاد سے، آباء اور تمام دنیا والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

اور اس کے ساتھ رسول اللہ e کا حق آپ کی نفس کی خصوصیت کی حیثیت سے متعلق ہے کیونکہ انسان کو اُس کی آبرو میں مداخلت سے جو ایذا ہوتی ہے وہ مال کے لینے اور مارنے سے کہیں بڑھ کر ہے، بلکہ کبھی تو (آبرو ریزی) زخمی ہونے سے بھی زیادہ بڑھ کر ہوتی ہے۔ خصوصاً وہ شخص جس پر یہ واجب ہو کہ وہ لوگوں کو اس کے آبرو کا کمال اور اس کی قدر و منزلت کی بلندی ظاہر کرے، تاکہ لوگ اس سے دنیا و آخرت میں مستفید ہو جائیں۔

آپ کی آبرو کا ہتک کبھی آپ کے قتل کرنے سے بڑھ کر ہوتا ہے کیونکہ آپ کو قتل کرنے سے لوگوں

کے نزدیک آپ کی نبوت و رسالت اور قدر و منزلت میں نقصان لازم نہیں آتا، جیسا کہ آپ کی موت سے اس میں نقصان لازم نہیں آتا۔ برخلاف اس کے کہ آپ کی آبرو میں مداخلت ہو کیونکہ یہ کبھی بعض لوگوں کے دلوں میں اثر کر جاتا ہے جس سے اس کو آپ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے اس کا ایمان فاسد ہو جاتا ہے اور اس کی دنیا اور آخرت کے خسارے کا سبب بن جاتا ہے۔

پس کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ ایک عاقل شخص یہ اعتقاد رکھے کہ یہ جرم اُس ذمی کی جرم کی طرح ہے جو مسلمانوں کے وطن میں رہتا ہو اس کے بعد وہ کفار کے ملک کو چلا جائے اور اُس ملک کا شہری بن جائے۔ اس دارالحرب کو چلے جانے میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ e اور مومنین کا کوئی خاص حق نہیں۔ ایسا کرنے میں زیادہ سے زیادہ نقصان ہے کہ ایک شخص یعنی ذمی نے ہماری رسی مضبوطی سے پکڑی تھی پھر اس کو چھوڑا تو اپنے آپ کو نقصان پہنچایا، مسلمانوں میں سے کسی کو ضرر نہیں پہنچایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ''سب'' میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنین کو وہ ایذا پہنچتی ہے جو کفر و محاربہ میں نہیں اور یہ بات ظاہر ہے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہیں کہ یہ جنایت جو ''سب'' کی جنایت ہے، اس سے قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ e کے ارشاد کی وجہ جو پہلے گزر چکی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: ''کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کرے، کیونکہ اس نے اللہ اور اللہ کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے'' اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دے اس کا حق یہی ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے اور اس واقعہ کی وجہ سے جو پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے ایک سابہ عورت کے دم کو ہدر کیا تھا، باوجود یہ کہ عورت کو محض نقضِ عہد سے قتل نہیں کیا جاتا اور حضور e کے اس حکم کی وجہ سے جو پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے اس شخص کے قتل کرنے کا حکم فرمایا تھا جس نے آپ کو گالی دی تھی باوجود یہ کہ جو شخص دین میں اس (گالی دینے والے) جیسا ہی ہوتا اُسے آپ قتل نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح رسول e نے اس کے قتل کرنے کے لیے لوگوں کو دعوت دی اور جس نے سابی کے قتل کرنے میں جلدی کی تھی آپ e نے اُس کی مدح و ثنا بیان فرمائی اور اس مرفوع حدیث کی وجہ سے جو پہلے گزر چکا ہے اور صحابہ کے اقوال

کی وجہ سے کہ جس شخص نے نبی کو گالی دی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور جس شخص نے غیر نبی کو گالی دی تو اس کو کوڑے لگوائے جائیں گے۔

کوڑے لگانا اِس جرم کی سزا نہیں ہوسکتی:

والذي يختص بهذا الموضع أن نقول: هذه الجناية إما أن يكون موجبها بخصوصها القتل أو الجلد أو لا عقوبة لها بل تدخل عقوبتها في ضمن عقوبة الكفر والحرب.

و قد أبطلنا القسم الثالث والقسم الثاني أيضا باطل لوجوه:

أحدها: أنه لو كان الأمر كذلك لكان الذمي إذ نقض العهد بسبّ النبي صلى الله عليه وسلم ينبغي أن يجلد لسبّ النبي صلى الله عليه وسلم لأنه حق آدمي ثم يكون كالكافر الحربي يقتل للكفر ومعلوم أن هذا خلاف مادلّت عليه السنة و إجماع الصحابة فإنهم اتفقوا على القتل فقط فعلم أن موجب كلا الجنايتين القتل والقتل لا يمكن تعدده و كذلك كان ينبغي أن يجلد المرتد لحق النبي صلى الله عليه وسلم ثم يقتل لردته كمرتد سبّ بعض المسلمين فإنه يستوفى منه حق الآدمي ثم يقتل ألاترى أن السارق يقطع لسرقته التي هي حق الله و يرد المال المسروق إذا كان باقيا بالاتفاق و يغرم بدله إن كان تالفا عند أكثر الفقهاء ولا يدخل حق الآدمي في حق الله مع اتحاد السبب.

(الصارم المسلول: ۱۸۹)

q: ''وہ بات جو اس مقام کے ساتھ خاص ہے وہ یہ ہے کہ ہم کہیں کہ یہ جنایت یا تو ایسی ہوگی کہ اس سے قتل واجب ہوگا یا کوڑے لگا دینا ہوگا یا اس کو کوئی سزا نہیں ہوگی بلکہ اس کی سزا، کفر وحراب کی سزا

میں داخل ہوگی۔ ہم نے تیسری قسم کو تو باطل کر دیا ہے اور دوسری قسم بھی کئی وجوہ کی بنا پر باطل ہے:''

پہلی وجہ یہ ہے کہ اگر بات ایسی ہوتی تو ذمی شخص جب حضور e کو ''سب'' یعنی گالی کے ذریعے معاہدہ توڑ دے تو مناسب یہ ہے کہ اس کو ''سب'' کی وجہ سے کوڑے لگوائیں جائیں کیونکہ یہ آدمی کا حق ہے۔ پھر یہ شخص حربی کافر کی طرح ہوگا جو کفر کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے اور یہ معلوم حقیقت ہے کہ ایسا کرنا ان دلائل کے مخالف ہے جس پر سنت اور اجماعِ صحابہ دلالت کرتا ہے کیونکہ ان سب نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ قتل ہی کیا جائے گا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ہر دو جنایتوں کا موجب قتل کرنا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ قتل ایک سے زیادہ مرتبہ ہو۔

اسی طرح مناسب یہ تھا کہ مرتد کو حضور e کے حق کی وجہ سے کوڑے لگوائیں جائیں۔ پھر اُسے مرتد ہوجانے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے، اُس مرتد کی طرح جس نے بعض مسلمانوں کو گالی دی ہو تو اس سے آدمی کا حق وصول کیا جائے گا اس کے بعد اس کو قتل کیا جائے گا۔

آپ دیکھتے نہیں کہ سارق کا ہاتھ اس کے سرقہ کی وجہ سے کاٹ دیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور مالِ مسروق مالک کو بالاتفاق لوٹا دیا جائے گا اگر وہ باقی ہو اور اگر وہ تلف ہو چکا ہو تو اکثر فقہا کے نزدیک اس کے بدلے میں اس پر تاوان عائد ہوگا۔ سبب کے اتحاد کے باوجود آدمی کا حق اللہ تعالیٰ کے حق میں داخل نہیں ہوسکتا۔

اِس کی دوسری وجہ:

الوجه الثاني: أنه لو لم يكن موجبه القتل و إنما القتل موجب كونه ردةثم يجز للنبيصلى الله عليه وسلم العفو عنه، لأن إقامة الحد على المرتد واجبة بالاتفاق، لا يجوز العفو عنه، فلما عفا عنه النبي صلى الله عليه وسلم في حياته دل على أن السب نفسه يوجب القتل حقاً للنبي صلى الله عليه وسلم ويدخل فيه حق الله تعالى، و يكون سابه و قاذفه بمنزلة ساب غيره و

قاذفه، قد اجتمع في سبه حقان: حق الله، حق لآدمي، بل دخل في العفو، كذلك النبي صلى الله عليه وسلم إذا عفا عمن سبه دخل في عفوه عنه حق الله فلم يقتل لكفره، كما لا يعزّر ساب غيره لمعصيته مع أن المعصية المجرعةة حق آدمي توجب التعزير. يوضح ذلك أنه قد ثبت أنه كان له أن يقتل من سبه كما في حديث أبي بكر، و حديث أمر بقتله لما كذب عليه، وحديث الشعبي في قتل الخارجي، و كما دلت عليه أحاديث قد تقدم ذكرها، وثبت أن له أن يعفو عنه كما دل عليه حديث ابن مسعود و أبي سعيد وجابر وغيره، فعلم أن سبه يوجب القتل كما أن سب غيره يوجب الجلد، وإن تضمن سبه الكفر بالله كما تضمن سب غيره المعصية لله (الصارم المسلول: ۱۸۹)

q: ''دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر گالی دینے سے قتل واجب نہ ہوتا ہو بلکہ قتل اس کے مرتد ہوجانے کی وجہ سے واجب ہوتا ہو تو حضور e کے لیے جائز نہ ہوتا کہ اس جرم کو معاف فرمادیں کیونکہ مرتد پر حد قائم کرنا بالاتفاق واجب ہے اس سے عفو کرنا جائز نہیں۔ پس رسول اللہ e نے جب اس جنایت میں معافی فرمائی تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ''نفسِ سَب'' قتل کو واجب کردیتا ہے اس لیے کہ یہ رسول اللہ e کا حق ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا حق بھی داخل ہے۔ اور آپ e کو گالی دینے والا اور قاذف دوسرے سابی اور قاذف کی طرح ہے۔ آپ e کے ''سَب'' میں دو حق جمع ہو چکے ہیں: اللہ تعالیٰ کا حق اور آدمی کا حق۔ پس جس کو گالی دی گئی ہے یا جس پر جھوٹ باندھا گیا ہے اگر وہ اپنے حق سے معافی دیں تو اللہ کے حق پر قاذف اور سابی کو تعزیر نہیں دی جائے گی، بلکہ وہ معافی میں داخل ہوگا۔ اسی طرح حضور e نے جب اس شخص کو معاف فرمایا جس نے آپ e کو گالی دی تھی، تو اس آپ e کے عفو کرنے میں اللہ تعالیٰ کا حق بھی داخل ہوگیا چنانچہ اس کو اس کے کفر کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ دوسرے

شخص کے سابی کو معصیت کی وجہ سے سزا نہیں دی جاتی ہے۔ باوجود یہ کہ ایسی معصیت جس میں آدمی کا حق نہ ہو وہ تعزیر واجب کردیتی ہے۔''

اس کو یہ بات واضح کردیتی ہے کہ یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ آپ e کے لیے یہ جائز تھا کہ اس شخص کو قتل کریں جس نے آپ e کو گالی دی تھی۔ جیسا کہ ابوبکرؓ کی حدیث میں ہے۔ اور اس حدیث میں ہے جس میں آپ e پر جھوٹ باندھنے والے کے قتل کا حکم فرمایا۔ اور جیسا کہ شعبی کی حدیث میں ایک خارجی کے قتل کرنے کے بارے میں واقعہ ذکر ہے اور جیسا کہ اس پر وہ احادیث دلالت کرتی ہیں جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور یہ ثابت ہوچکا ہے کہ اس کو اختیار ہے کہ اسے معافی دیں جیسا کہ اس پر ابن مسعود اور ابوسعید اور جابر وغیرہ حضرات صحابہ کرام کی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ e کا ''سب'' قتل کو واجب کردیتا ہے۔ جیسا کہ اور لوگوں کو گالی دینا جلد (کوڑے) واجب کردیتا ہے۔ اسی طرح ''رسول کو گالی دینا'' اللہ تعالیٰ پر کفر کرنے کو متضمن ہے جیسا کہ دوسرے کو گالی دینا اللہ تعالیٰ کی معصیت کو متضمن ہے۔

کفر اور معصیت میں سے ہر ایک کی دو قسمیں:

ويكون الكفر والحراب على نوعين: أحدهما حق لله خالص والثاني ما فيه حق لله وحق آدمي كما أن المعصية قسمان: أحدهما حق خالص لله و الثاني حق لله ولآدمي و يكون هذا النوع من الكفر والحراب بمنزلة غيره من الأنواع في استحقاق فاعله القتل و يفارقه في الاستيفاء فإنه إلى الأدمي كما أن المعصية بسب غير النبيّن بمنزلة غيرهامن المعاصي في استحقاق فاعلها الجلد و يفارق غيرها في أن الاستيفاء فيها إلى الأدمي.

يوضح هذا أن الحق الواجب على الإنسان قد يكون حقا محضا لله و هو ما إذا كفر أو عصى على وجه لايؤذي أحدا من الخلق

فهذا إذا وجب فيه حد لم يجز العفو عنه بحال و قد يكون حقا محضا لأدمى بمنزلة الديون التي تجب للإنسان على غيره من ثمن مبيع أو بدل قرض و نحو ذلك من الديون التي تثبت بوجه مباح فهذا لا عقوبة فيه بوجه وإنما يعاقب على الدين إذا امتنع عن وفائه والامتناع معصية وقد يكون حقا لله ولأدمي مثل حد القذف والقود و عقوبة السب ونحو ذلك فهذه الأمور فيها العقوبة من الحد والتعزير والاستيفاء فيها مفوض إلى اختيار الأدمي: إن أحب استوفى القود وحد القذف وإن شاء عفا فسب النبي صلى الله عليه وسلم لو كان من القسم الثاني لم يكن فيه عقوبة بحال فتعين أن يكون من القسم الثالث و قد ثبت أن عقوبته القتل فعلم أن سبّ النبى صلى الله عليه وسلم من حيث هو سبٌّ له وحق لأدمي عقوبته القتل كماأن سب غيره من حيث هو سب له و حق لأدمى عقوبته الجلد إما حدا أو تعزيرا و هذا معنى صحيح واضح.

وسرّ ذلك أنه إذا اجتمع الحقان فلا بد من عقوبة لأن معصية الله توجب العقوبة إما في الدنيا أو في الأخرة فإذا كان الاستيفاء جعل الله ذلك إلى المستحق من الأدميين لأن الله أغنى الشركاء عن الشرك فمن عمل عملا أشرك فيه غيره فهو كله للذي أشرك كذلك من عمل عملا لغيره فيه عقوبة جعل عقوبته كلها لذلك الغير وكانت عقوبته على معصية الله تمكين ذلك الإنسان من عقوبته.

و تمام هذا المعنى أن يقال: بعد موت النّبيّ صلى الله عليه وسلم

يتعين القتل لأن المستحق لا يمكن منه المطالبة والعفو كما أن من سب أوشتم أحدا من أموات المسلمين عزّر على ذلك الفعل لكونه معصية لله و إن كان في حياته لا يؤدى حتى يطلب إذا علم. (الصارمُ المسلول: ۱۹۰)

کفروحراب کی دوقسمیں ہیں:

ان میں سے ایک خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور دوسرا وہ کفروحراب ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور آدمی دونوں کا حق ہے۔

اسی طرح معصیت کی بھی دوقسمیں ہے:

ایک وہ جس میں خالص اللہ کا حق ہو، دوسرا وہ جس میں اللہ تعالیٰ اور بندے دونوں کا حق ہو۔

کفروحراب کی یہ دوسری قسم (جس میں اللہ تعالیٰ اور بندے دونوں کا حق ہو) اس لحاظ سے دوسرے انواع کے مرتبے میں ہے کہ اس کا فاعل قتل کرنے کا مستحق ہوجاتا ہے۔ البتہ استیفاء (حق کی وصولی) میں یہ دوسرا حق پہلے سے الگ ہے کیونکہ یہ آدمی کو سپرد ہے جیسا کہ وہ معصیت جو غیر انبیا کے ''سب'' کی وجہ سے ہو، اس لحاظ سے دوسرے معاصی کی طرح ہے کہ اس کا فاعل جلد (دُرّے) کا مستحق ہوجاتا ہے لیکن دوسرے گناہوں سے اس میں الگ ہے کہ اس میں استیفاء آدمی کے سپرد ہے۔

یہ بیان اس بات کو واضح کردیتا ہے کہ انسان پر جو حق واجب ہوتا ہے وہ کبھی محض اللہ تعالیٰ کا ہوگا اور یہ اُس صورت میں ہے جب کفر کرے یا گناہ ایسے طریقہ سے کرے جس سے مخلوق میں سے کسی کو ایذاء نہ پہنچائے۔ پس ایسے حق میں جب حد واجب ہو تو اس سے عفو کرنا کسی حالت میں جائز نہیں۔ اور کبھی خالص آدمی کا حق ہوتا ہے جیسا کہ وہ قرضے جو کسی انسان کا دوسرے شخص پر مبیع کے ثمن میں سے لازم ہوتا ہے یا قرضے کے بدلے میں سے ہوتا ہے اور اس طرح وہ قرضے جو مباح وجہ سے ثابت ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے حق میں سزا دینا کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ البتہ اُس قرضے پر اس کو سزا دی جائے گی جس کے ادا کرنے سے انکار کرے، کیونکہ دوسرے کے حق سے انکار کرنا معصیت ہے۔

کبھی اللہ تعالیٰ اور آدمی دونوں کا حق ہوتا ہے، جیسے: حدِ قذف، قصاص، گالی کی سزا وغیرہ۔ یہ ایسے امور ہیں جن میں سزا کے طور پر حد اور تعزیر لازم ہوتا ہے اور اس کی وصولی کا اختیار آدمی کو حاصل ہے۔ اگر چاہے تو قصاص لے لے اور حد قذف جاری کرے اور اگر چاہے تو معاف کرے۔ پس رسول اللہ e کو گالی دینا اگر قسم اوّل سے ہو تو رسول اللہ e کو جائز نہ ہوتا کہ اس جرم کو معاف کر دیں۔ اور اگر دوسری قسم سے ہو تو پھر اس میں کسی حال میں سزا لازم نہ آتی۔ چنانچہ یہ تیسری قسم میں داخل ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس کی سزا قتل ہے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ حضور e کو گالی دینا، اس حیثیت سے کہ وہ نبی ہیں، ایسا سب ہے جو نبی کو دیا گیا ہے اور اس میں آدمی کا حق ہے جس کی سزا قتل ہے جیسا کہ دوسرے کو گالی دینا اس حیثیت سے کہ وہ غیر نبی کو گالی دینا ہے اور اس میں آدمی کا حق ہے، تو اس کی سزا جلد (کوڑے) ہے، حداً یا تعزیراً۔ اور یہ مطلب صحیح اور واضح ہے۔

اس میں راز یہ ہے کہ جب دو حق جمع ہو جائیں تو اب سزا دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت سزا کو واجب کر دیتی ہے، دنیا میں یا آخرت میں۔ پس جب اس سزا کا استیفاء ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کو آدمیوں میں سے اس کے مستحق کے حوالہ کر دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اغنی الشرکاء عن الشرک ہیں، پس جس شخص نے ایسا عمل کیا جس میں اُس نے غیر اللہ کو شریک کیا ہو تو یہ عمل سارے کا سارا اس کے لیے ہوا جس کو اس نے خدا کے ساتھ شریک کیا۔ اس طرح وہ شخص جس نے کسی عمل کو غیر کے لیے کیا اور اس میں سزا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ساری سزا کو اُس غیر کے لیے ٹھہرا دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کہا جائے گا کہ رسول اللہ e کی وفات کے بعد اس جرم کی سزا میں قتل کرنا ہی متعین ہے کیونکہ مستحق کا مطالبہ اور معاف کرنا ممکن نہ رہا۔ جیسا کہ وہ شخص جس نے مسلمانوں کے اموات میں سے کسی کو گالی دی تو اس کو اس کے فعل پر تعزیر دی جائے گی کیونکہ یہ سب وشتم اللہ تعالیٰ کی معصیت ہے اور اگر یہ سب وشتم اس شخص کی زندگی میں ہوتا تو اس کو تعزیر نہ دی جاتی جب تک کہ وہ جاننے کے بعد اس کا مطالبہ نہ کرتا۔

آپ e دیگر لوگوں کی طرح نہیں اِس لیے آپ کو گالی کا حکم بھی الگ ہے:

أن سبّ النبي صلى الله عليه وسلم لا يجوز أن يكون، من حيث هو سب، بمنزلة سبّ غيره من المؤمنين، لأنه صلى الله عليه وسلم يباين سائر المؤمنين من أمته في عامة الحقوق فرضاً وخطراً و غيرهما، مثل وجوبِ طاعته ووجوبِ محبته و تقديمه في المحبة على جميع الناس، ووجوب تعزيزه وتوقيره على وجهٍ لا يساويه فيه أحد، ووجوب الصلاة عليه والتسليم، إلى غير ذلك من الخصائص التي لا تحصى.

وفي سبه إيذاء لله ورسوله ولسائر المؤمنين من عباده، و أقل ما في ذلك أن سبّه كفر ومحاربة، و سبُّ غيره ذنب ومعصية، معلوم أن العقوبات على قدر الجرائم، فلو سوى بين سبه و سب غيره لكان تسوية بين الشيئين المتباينين، و ذلك لا يجوز. فإذا كان سبُّ غيره مع كونه معصية يوجب الجلد و جب أن يكون سبه مع كونه كفراً يوجب القتل، ويصير ذلك نوعاً من أنواع الكفر من وجه، و نوعاً من أنواع السبّ من وجه، فمن حيث هو من جنس الكفر أوجب القتل، ومن حيث هو من جنس السب كان حقاً لآدمي (الصارم المسلول: ۱۹۰)

جائز نہیں کہ حضور e کو گالی دینا اس حیثیت سے کہ یہ گالی ہے، آپ e کے علاوہ دیگر مؤمنین کو گالی دینے کی طرح قرار دیا جائے کیونکہ حضور e اپنی تمام امت کے مؤمنین سے تمام حقوق میں ممتاز ہیں۔ مثلاً آپ e کی اطاعت کا وجوب، آپ e کی محبت کا وجوب، محبت میں آپ e کو تمام لوگوں پر مقدم رکھنا، آپ e کی تعظیم اور توقیر کو ایسے طریقہ پر کرنا جس میں اس کے ساتھ کوئی مساوی نہ

ہو، آپ e پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا وجوب۔ اور اس کے علاوہ وہ خصائص جو گنتی سے باہر ہیں۔

آپ e کو گالی دینے میں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول e کو اور اس کے بندوں میں سے تمام مومنین کو ایذا دینا ہے اور اس میں سب سے کم تر جرم جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ e کو گالی دینا کفر اور محاربت ہے اور دوسرے کو گالی دینا ذنب اور معصیت ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ سزائیں جرم کے مناسب ہوتی ہیں۔ چنانچہ اگر آپ e کے سَب کو دوسروں کے سَب کے مساوی قرار دیا جائے تو اس سے دو مختلف چیزوں کے درمیان مساوات لازم آئے گا، حالانکہ جائز نہیں۔ پس جب دوسرے کو گالی دینا، باوجود یہ کہ وہ معصیت ہے، کوڑوں کو بھی واجب کر دیتا ہے تو اسی طرح یہ بات واجب ہوگی کہ آپ e کو گالی دینا باوجود یہ کہ وہ کفر ہے، قتل کرنے کو واجب کرے۔ اور یہ من وجہ کفر کے انواع میں سے ایک نوع ہوگا اور من وجہ سب کے انواع میں سے ایک نوع ہوگا۔ اور اس حیثیت سے کہ یہ کفر کے جنس میں سے ہے، یہ جرم قتل کو واجب کر دیتا ہے اور اس حیثیت سے کہ یہ سَب کی جنس میں سے ہے، یہ آدمی کا حق ہے۔

رسول اللہ e نے اِس جرم کی قتل کے علاوہ کوئی سزا نہیں دی:

أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يعاقب أحداً منهم إلا بالقتل، و لو كان هو بانفراده لا يوجب القتل و إنما يوجب ما دونه هو صلى الله عليه وسلم قد عفا عن عقوبته في ما دونه و آمن من فعل ذلك لكان صاحب ذلك لا ينبغي قتله؛ لأن ذنبه الذي يختصه لا يقتضي القتل.فإن قيل: فقتله بمجموع الأمرين. قلنا: وهذا المقصود؛ لأن السبّ حيث كان فإنه مستلزم لكفرٍ لا عهد معه. (الصارم المسلول: ۱۹۱)

رسول اللہ e نے ان میں سے کسی کو بھی سوائے قتل کے دوسری سزا نہیں دی۔ اگر سَب مستقل طور پر قتل واجب نہ کرتا اور اس کے علاوہ سزا کو واجب کرتا حالانکہ رسول اللہ e نے اس سے کم درجہ کے جرم کی

سزا سے معافی فرمائی ہے اور اس شخص کو امن دیا جس نے ایسا کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کے مرتکب کو قتل کرنا مناسب نہ ہوتا۔ کیونکہ اس کا جرم جو اس کے ساتھ مختص ہے، وہ اس کے قتل کرنے کا تقاضا نہیں کرتا۔

اگر کہا جائے کہ اس کا قتل کرنا مجموعہ امرین سے ہوگا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہی مقصود ہے کیونکہ سَب جہاں کہیں بھی ہو وہ کفر کو مستلزم ہے لہٰذا اس کے ساتھ معاہدہ باقی نہیں رہتا۔

سَب، صرف مرتد ہونے سے بڑا جرم ہے:

أن سبّ رسول الله صلى الله عليه وسلم مع كونه من جنس الكفر والحراب، أعظم من مجرد الردةعن الإسلام، فإنه من المسلم ردّةو زيادةكما تقدم تقريره، فإذا كان كفر المرتد قد تغلّظ لكونه قد خرج عن الدين بعد أن دخل فيه، فأو جب القتل عيناً، فكفر السابّ الذي آذى الله ورسوله وجميع المؤمنين من عباده أولى أن يتغلظ فيوجب القتل عيناً؛ لأن مفسدةالسب في أنواع الكفر أعظم من مفسدةمجرد الردة.

وقد اختلف الناس في قتل المرتدةوإن كان المختار قتلها، و نحن قد قدمنا نصوصاً عن النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه في قتل السابة الذمية وغير الذمية والمرتد يستتاب من الردةة ورسول الله و أصحابه قتلوا السّاب ولم يستتيبوه فعلم أن كفره أغلظ، فيكون تعيين قتله أولى.(الصارم المسلول: ۱۹۱)

باوجود یہ کہ آپ e کو سَب دینا کفر اور حراب کے جنس میں سے ہے، لیکن یہ محض اسلام سے مرتد ہونے کے جرم سے بہت بڑا جرم ہے کیونکہ یہ اگر مسلمان ہے تو مرتد ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ مزید بہت زیادتی کی کہ سَب دیا، جیسا کہ اس کا بیان ہو چکا ہے۔ پس جب مرتد کا کفر اس وجہ سے شدید ہے کہ وہ دین سے اس میں داخل ہونے کے بعد نکل گیا، جس سے اس کا قتل ہی متعین ہو گیا تو اس طرح

سابی کا کفر، جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول e اور اس کے بندوں میں سے تمام مومنین کو ایذا دی، یہ کفر زیادہ شدید ہونے کا مستحق ہے، چنانچہ یہ جرم قتل کرنا ہی واجب کر دیتا ہے۔ کیونکہ انواع کفر میں سَب کا مفسدہ محض مرتد ہونے کے مفسدہ سے بہت بڑا ہے۔

مرتد عورت کو قتل کرنے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ اگرچہ مختار قول یہی ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ ہم نے اس سے پہلے گالی دینے والی ذمیہ عورت کو قتل کرنے کے بارے میں حضور e اور آپ اور کے صحابہ کرام y کے وہ نصوص پیش کیے ہیں۔ اور مرتد جو ہے اس سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ ارتداد سے توبہ کرے۔ البتہ رسول اللہ e اور صحابہ کرام t نے سابی کو قتل کیا ہے اور اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سابی کا کفر زیادہ سخت ہے، اس لیے اس کی سزا قتل کرنا ہی اولیٰ ہے۔

سَب رسول e سے زمین کو پاک کرنا واجب ہے:

أن تطهير الأرض من إظهار سبّ رسول الله صلى الله عليه وسلم واجب حسب الإمكان، لأنه من تمام ظهور دين الله و علو كلمة الله و كون الدين كله لله، حيث ما ظهر سبّه و لم ينتقم ممن فعل ذلك لم يكن الدين ظاهراً ولا كلمة الله عالية.

وهذا كما يجب تطهيرها من الزناوّالسراق وقطاع الطريق بحسب الإمكان، بخلاف تطهيرها من أصل الكفر فإنه ليس بواجب، لجواز إقرار أهل الكتابين على دينهم بالذمة لأن إقرار هم بالذمة ملتزمين جريان حكم الله ورسوله عليهم لا ينافي إظهار الدين و علو الكلمة، و إنما تجوز مهادنة الكافر وأمانة عند العجز او المصلحة المرجوفيق ذلك، وكل جناية وجب تطهير الأرض-عنها بحسب القدرة يتعين عقوبة فاعلها العقوبة المحدودة

في الشرع إذا لم يكن لها مستحق معين، فوجب أن يتعين قتل هذا، لأنه ليس لهذه الجناية مستحق معين، لأنه تعلق بها حق الله ورسوله وجميع المؤمنين، وبهذا يظهر الفرق بين السّاب وبين الكافر، لجواز إقرار ذلك على كفره مستخفياً به ملتزماً حكم الله و رسوله، بخلاف المظهر للسب(الصارم المسلول: ۱۹۱)

جہاں تک ممکن ہو رسول اللہ e کو گالی دینے کے اظہار سے زمین کو پاک کرنا واجب ہے کیونکہ یہ اللہ کے دین کو غالب کرنے اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے اور سارے دین کا اللہ تعالیٰ کے لیے ہونے کے متمات میں سے ہے۔ پس جہاں کہیں بھی آپ e کو گالی دینا ظاہر ہو جائے اور اس شخص سے جس نے ایسا کیا، اس کا انتقام نہ لیا جائے تو نہ اللہ تعالیٰ کا دین ظاہر (غالب) ہوا اور نہ اللہ کا کلمہ بلند رہا۔

یہ ایسا واجب ہے جیسا کہ زانیوں، چوروں اور ڈاکوؤں سے تاحدِ امکان زمین کو پاک کرنا واجب ہے۔ یہ حکم اصلِ کفر سے زمین کو پاک کرنے سے مخالف ہے، کیونکہ اصلِ کفر سے زمین کی تطہیر واجب نہیں۔ کیونکہ یہ جائز ہے کہ اہلِ کتاب کو ان کے اپنے دین پر ذمی ہو جانے کی وجہ سے برقرار رکھا جائے۔ ایسی حالت میں کہ وہ اپنے اوپر اللہ اور رسول e کے حکم کو لازم کرنے والے ہوں۔ ان کا اپنے کفر پر برقرار رہنا دین کے غلبہ اور علوِ کلمہ سے منافی نہیں۔ کافر کے ساتھ مہادنت اور اس کو امان دینا اس صورت میں جائز ہے جب کہ مسلمان کمزور ہوں یا اُس میں کسی مصلحت کی امید ہو۔ ہر وہ جنایت جس سے بقدرِ استطاعت زمین کی تطہیر واجب ہو اُس کے فاعل کے لیے شریعت میں محدود سزا متعین کی گئی ہے۔ جب کہ اس کا کوئی مستحق متعین نہ ہو۔ چنانچہ اس شتمِ رسول e کی سزا قتل متعین ہے کیونکہ اس کے ساتھ اللہ کا، اس کے رسول e کا اور تمام مومنین کا حق متعین ہونے کی وجہ سے کوئی خاص مستحق متعین نہیں۔

اس سے سابی اور کافر کے درمیان فرق ظاہر ہوتا ہے کیونکہ کافر کو اپنے کفر پر چھوڑنا جائز ہے جب کہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول e کے حکم کا التزام کیا ہے، اور کفر کو چھپا دینے والا ہو برخلاف

اس کے جو سب کو ظاہر کرنے والا ہو۔ (کہ اُس کو سَب پر چھوڑنا جائز نہیں)

سابُّ النبی e کو قتل کرنا ایک مستقل حد ہے:

ان قتل سابّ النبي صلى الله عليه وسلم وإن كان قتل كافر فهو حد من الحدود، ليس قتلاً على مجرد الكفر والحراب، لما تقدم من الأحاديث الدالة على أنه جناية زائدةعلى مجرد الكفر و المحاربة ومن أن النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه أمروا فيه بالقتل عيناً، و ليس هذا موجب الكفر والمحاربة، لما تقدم من قول الصديق رضى الله عنه في التي سبت النبي صلى الله عليه وسلم: "إن حد الانبياء ليس يشبه الحدود"، ومعلوم أن قتل الأسير الحربي ونحوه من الكفار و المحاربين لا يسمى حداً، ولأن ظهور سبه في ديار المسلمين فساد عظيم أعظم من جرائم كثيرة،فلا بد أن يشرع له حد يزجر عنه من يتعاطاه، فإن الشارع لا يهمل مثل هذه المفاسد ولا يخلّيها من الزواجر، و قد ثبت أن حد بالقتل بالسنة والإجماع، وهو حد لغير معين حيّ لأن الحق فيه لله تعالى ولرسوله صلى الله عليه وسلم، و هو ميت، ولكل مؤمن، و كل حد يكون بهذه المثابة فإنه يتعين إقامته بالاتفاق. (الصارم المسلول: ۱۹۴)

حضور e کے سابّ کو قتل کرنا اگرچہ یہ کافر کو قتل کرنا ہے، لیکن یہ حدود میں سے ایک حد ہے۔ پھر اس کا قتل محض کفر اور حراب پر قتل کرنا نہیں، ان احادیث کی بنا پر جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ ایسی جنایت ہے جو محض کفر و محاربت سے بڑھ کر ہے، اور یہ کہ حضور e نے اور آپ e کے صحابہ نے اس جرم میں قتل کرنے ہی کا حکم دیا تھا حالانکہ کفر اور محاربت کا موجب قتل کرنا متعین نہیں اور حضرت ابوبکر صدیق

t کے اس فرمان کے بارے میں جو آپ نے اُس عورت کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا جس نے حضور e کو گالی دی تھی کہ: ''انبیاء o کے حد اوروں کے حدود کے ساتھ مشابہ نہیں'' یہ بات معلوم ہے کہ حربی قیدی کو اس طرح کفار اور محاربین کو قتل کرن حد نہیں کہلایا جا سکتا اور اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے ملک میں آپ e کے سب کا ظہور فسادِ عظیم ہے جو بہت سارے جرائم کی بہ نسبت عظیم تر جرم ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہوا کہ اس کے لیے ایسا حد مشروع ہو جائے جس کی وجہ سے ایسے لوگ رک جائیں جو اس کے مرتکب ہو سکتے ہوں، کیونکہ شارع اس جیسے مفاسد کو مہمل نہیں چھوڑتے اور نہ اس کو زواجر سے خالی چھوڑتے ہیں۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ سَب کا حد قتل کرنا ہے جو سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور ایسا حد ہے جو کسی معین زندہ آدمی کا حق نہیں کیونکہ اس میں خدا کا حق ہے اور رسول e کا حق ہے اور آپ e تو رحلت فرما چکے ہیں اور ہر مومن کا حق ہے اور جو حد بھی اس مرتبے میں ہو تو بالاتفاق اُس کو قائم کرنا ہی متعین ہے۔

رسول اللہ e کی نصرت، عزت اور تعظیم واجب ہے:

الدليل الثاني عشر: أن نصر رسول الله صلى الله عليه وسلم وتعزيزه وتوقيره واجب، وقتل سابه مشروع كما تقدم، فلو جاز ترك قتله لم يكن ذلك نصراً له ولا تعزيزاً و لا توقيراً، بل ذلك أقل نصره؛ لأن السّاب في أيدينا و نحن متمكنون منه، فإن لم نقتله مع أن قتله جائز لكان ذلك غايةفي الخذلان و ترك التعزيز له و التوقير، وهذا ظاهر (الصارم المسلول: ۱۹۲)

رسول اللہ e کی نصرت، عزت و توقیر ہر مسلمان پر واجب ہے اور آپ e کو گالی دینے والے کا قتل کرنا مشروع ہے جیسے کہ پہلے گزر چکا۔ اب اگر اس کے قتل کرنے کو چھوڑ دیا جائے تو یہ رسول اللہ e کی نصرت، مدد اور توقیر نہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اللہ e کو گالی دینے والے کو قتل کرنا بھی نصرت کا کم ترین درجہ ہے۔ کیونکہ گالی دینے والا ہمارے ہاتھ میں ہے اور ہم اُس پر قدرت رکھتے

ہیں۔ پھر اگر ہم اس کو قتل نہ کریں باوجود یہ کہ اس کا قتل کرنا جائز ہے۔ تو غایت شرمندگی اور آپ کی نصرت وتوقیر کو چھوڑ دینا ہے اور یہ بالکل ظاہری بات ہے۔

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا ہے کہ شاتم رسول اللہ e کی سزا قتل ہے اور جیسے صحابہ کرامؓ کے عمل اور اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص جس وقت رسول اللہ e کی شان میں گستاخی کرے تو اُسی وقت اس کو کوئی بھی مسلمان قتل کر سکتا ہے۔ جیسے اس اندھے صحابی نے اپنی باندی کو قتل کر دیا تھا اور رسول اللہ e نے اُس عورت کا خون ہدر قرار دیا یعنی بغیر قصاص کے ضائع شمار کیا۔ ان دلائل کے بنیاد پر عدالتِ عالیہ شریعت کورٹ پاکستان نے فیصلہ دیا کہ جو بھی، کسی بھی پیغمبر کو یا خاص طور سے رسول اللہ e کو گالی دے گا اس کی شرعی سزا قتل ہے۔

(۳)

قادیانیت

اسلام اللہ جل جلالہ کا وہ آخری دین ہے جو حضرت محمد e پر مکمل ہو گیا اور آپ کو خاتم النبیین بنا کر اللہ تعالیٰ نے دین کی ہر رخ سے تکمیل فرما دی۔ نبوت محمدیہ کے بعد کسی نئے نبی یا رسول کی کسی اعتبار سے قطعاً کوئی گنجائش یا صورت باقی نہیں رکھی گئی۔ ختم نبوت قرآن کریم، احادیث متواترہ، اجماع صحابہ اور امت کے متفقہ عقیدہ کے مطابق وہ حقیقت ثابتہ ہے جس کا انکار کسی مسلمان کے لئے ممکن نہیں۔ تاہم ابتلائے امت کے لئے کئی لوگوں نے مختلف وقتوں میں نبوت کے جھوٹے دعوے کئے۔ ان میں اکثریت بقول علامہ ابن حجر a کے اُن اشخاص کی تھی، جنہوں نے عموماً یہ دعویٰ جنون یا سودا کی وجہ سے کیا اور ان کے دعوے کو پذیرائی میسر نہ آئی۔ مدعیانِ نبوت میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جو اپنے فریب و پرکاری، دجل و دھوکے سے ایک طبقے کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضور انور e نے ایسے جھوٹے نبوت کے دعویداروں کی پیش گوئی دیتے ہوئے مختلف روایات میں امت کو مطلع فرمایا۔ سنن ابی داؤد کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

وإن؟ سيكون في أمتي ?كذابون ثلاثون، ?كلهم يزعم أنه? نبي، وأنا خاتم النبيين لا نبي بعدي. (ابوداؤد ، رقم:4252، باب ذكر الفتن ودلائلها)

”قریب ہے کہ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔“

نبی انور e کے اس پیشگوئی کے مطابق سب سے پہلے حضور انور e کے زمانے میں جھوٹے مدعیان نبوت کا ظہور ہوا اور مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور طلیحہ نے نبوت کے دعوے کیے۔ جنہیں رسول انور e اور صحابہ کرام y نے بزور شمشیر ختم کر دیا۔ امت کا حضور انور e کے زمانے سے اس وقت تک اس بات پر اتفاق رہا کہ جو نبوت کا دعویٰ کرے اُسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ نبی انور e کے زمانے میں اسود عنسی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو خود اس کے خلاف آپ e نے فوج کشی کروائی۔ اس کے ساتھ جنگ ہوئی اور نبی انور e کے وصال سے تین یا پانچ دن پیشتر وہ قتل کر دیا گیا۔ اسی طرح مسیلمہ کذاب کے قاصدوں کو حضور انور e نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''اگر تم سفیر نہ ہوتے تو تمہیں قتل کروا دیتا۔'' اور اس کے بعد اسود عنسی کے بارے میں اپنا ایک خواب بیان فرمایا کہ میں نے اپنے بازوؤں پر دو سونے کے کنگن دیکھے، انہیں میں نے پھونک ماری اور وہ اڑ گئے۔ اس سے مراد بھی وہ جھوٹے نبوت کا دعویٰ کرنے والے تھے۔ اسی طرح امت کا دور صحابہ میں سب سے پہلا اجماع مسیلمہ کذاب کے قتل پر ہوا۔ بقول علامہ انور شاہ صاحب کشمیری a ''امت کا اس پر اجماع قرنا بعد قرن بلا فصل رہا ہے کہ مدعی نبوت کافر اور مرتد اور واجب القتل ہے'' اور اس بارے میں نبوت تشریعی یا غیر تشریعی کی کوئی تفصیل کبھی زیر بحث نہیں آئی۔ جس دور میں بھی جس شخص نے یہ بیہودہ دعویٰ کیا قتل کر دیا گیا۔ اس لئے عمومی طور پر ایسے جھوٹے نبوت کے دعویداروں کا فروغ امت میں نہ ہو سکا۔

پچھلی صدی عیسوی میں انگریزوں کو اپنے استعماری مقاصد اور مسلمانوں سے جذبہ جہاد ختم کرنے کے لئے کسی ایسے شخص کی ضرورت پڑی جو دینی لبادہ میں اپنے دجل وفریب سے لوگوں کو دھوکہ دے سکے اور اپنی جھوٹی نبوت کے پردے میں انگریزی سامراج کے مقاصد کو پورا کر سکے۔ اس کے لئے انہیں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی میسر آیا جو ان کے ایما پر اور ان کی سنگینوں کے سائے میں مختلف دعوے کرتے ہوئے نبوت تشریعہ اور عمومیہ کے دعوے تک پہنچا اور اپنے کذب وافترا میں ابلیس کے مبعوثہ متنبیین میں اکثر سے آگے بڑھ گیا۔ بندہ کے نزدیک ان جھوٹے مدعیان نبوت میں مسیلمہ کذاب اور مسیلمہ پنجاب (مرزا غلام احمد قادیانی) نمایاں ہیں، بلکہ اپنی دجالیت، دعاوی اور کتابوں میں موخر الذکر،

مسیلمہ کذاب سے بھی آگے بڑھ گیا ہے۔ اللہ جل جلالہ کی شان میں فرعون نے بھی وہ گستاخی نہیں کی ہوگی، جو مرزا صاحب کرتے رہے۔ کبھی خدا بنے، کبھی خالق خدا، کبھی خدا کا بیٹا، کبھی العیاذ باللہ خداوند قدوس کی زوجہ بن کر اس سے حمل لینے والے، غرض ان خرافات اور کلمات کا صدور ان سے ہوا جس سے پہاڑ پھٹ جائیں اور آسمان گر پڑیں۔ حریم نبوت میں جب داخل ہوئے جملہ انبیاء o کی ہتک، گستاخی میں اس دریدہ دہنی تک پہنچ گئی کہ اولوالعزم انبیاء o کو مغلظات تک سنانے لگے۔ قرآن کریم کی لفظی و معنوی تحریف پر آئے تو معنوی تحریف تو ان کی ہر بات سے عیاں تھی۔ لفظی تحریف کو اگر اکٹھا کیا جائے تو اس میں مبالغہ نہیں ہوگا کہ اس سے اچھی خاصی کتاب بن جائے۔ خود مسیح موعود اور مثیل موعود بنے تو حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو العیاذ باللہ وہ بے نقط سنائیں کہ جنہیں سن کر لکھنؤ کی بھٹیارنیاں بھی کانوں کو ہاتھ لگانے لگیں۔ شریف آدمی ان الفاظ کو زبان پر نہ لا سکے، جو مرزا صاحب کی زبان فحش ترجمان نے عیسیٰ u اور بعض دیگر انبیاء کے بارے میں استعمال کئے۔ اپنی ''انا'' کا یہ مقام ہے کہ العیاذ باللہ جملہ انبیاء o یہاں تک کہ حضور انور e کے ذات گرامی کو بھی بزعم خود خاطر میں نہیں لاتے اور بے محابا یہاں تک کہہ جاتے ہیں:

منم مسیح زماں و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر حضور انور e کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا:

''آنحضرت e کے لئے ایک نشان گرہن کا ظاہر ہوا تھا اور میرے لئے دو کا۔''

لہ خسف القمر المنیر وان لی خسف القمران المشرفان أتنکر.

(مذهبی انسائیکلو پیڈیا، ص1004 مصنف: ملك عبدالرحمن مهتمم نشر و اشاعت قادیان 1945)

''رسول اللہ e کے لئے ایک روشن چاند کا گرہن ہوا تھا اور میرے لئے شرف یافتہ چاند وسورج دونوں کا گرہن ہوا، تو کیا تو اس بات کا انکار کر سکتا ہے (کہ میری فضیلت حضرت محمد e پر ظاہر اور زیادہ ہے۔)

العیاذ باللہ ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں:

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر ہے مقام احمد
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر ہے غلام احمد

مرزا صاحب جب نبوت کے مزعومہ مقامات پر بزعم خود فائز ہوئے تو اپنے ماننے والوں کے سوا سب مسلمانوں کو کافر قرار دیا۔ غرض ہر نہ گفتنی بات ان کی زبان وقلم سے ظاہر ہوتی رہی اور انہوں نے کفر وضلالت پر مبنی ایک ایسے نام نہاد دین کی بنیاد رکھی جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور جو حضرت محمد e اور ان کے دین سے کھلی بغاوت تھی۔ انگریزی سامراج کا کاشتہ یہ شجرہ خبیثہ ان کی داشت پر داخت میں پروان چڑھتا رہا۔ اور دنیا کے مختلف اطراف میں اس کے زہریلے پھل وجود میں آتے رہے۔ یہاں تک کہ برطانیہ کی وہ سلطنت جس پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور جسے مرزا غلام احمد صاحب نے اپنا ملجاء وماویٰ اور خداوند قدوس سے زیادہ اپنی امیدوں کا ٹھکانہ بنا رکھا تھا۔ اللہ جل جلالہ کے حکم سے سمٹتے سمٹتے صرف برطانیہ میں محدود ہو کر رہ گئی تو انگریز کے پروردہ اس ٹولے نے مختلف ممالک میں سازشوں کے ذریعے سے اپنے قدم جمانے کی کوشش شروع کی۔ پاکستان ان ناپاک کوششوں کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔ امت مسلمہ کا ردعمل انتہائی شدید تھا۔ جس کا ظہور 1952ء اور 1964ء کی عمومی اینٹی قادیانی تحریکات میں ہوا۔ جس کے نتیجے میں قادیانیوں کو 1974ء میں دوسری آئینی ترمیم کے مطابق غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور اس کے منطقی نتیجے کے طور پر صدر پاکستان نے ان کی سرگرمیوں پر پابندی کا آرڈی ننس نمبر 20 مجریہ 1984ء نافذ کیا جس پر قادیانیوں کے دونوں فرقوں نے وفاقی شرعی عدالت میں استغاثہ اور پٹیشن کی۔ اس کی سماعت اکتیس دن تک 15 جولائی سے 17 اگست 1984ء تک جاری رہی۔ راقم السطور کو بھی وفاقی شرعی عدالت کے حکم پر اس عدالت میں قادیانیوں کے بارے میں ایک طویل بیان پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، جو قارئین کی خدمت

میں اس تمہید کے بعد پیش کیا جا رہا ہے۔ یہاں یہ کہنا مقصود ہے کہ قادیانیوں کی سازشیں، اسلام کے خلاف کاروائیاں، حضور انور e کے دین سے استہزاء، اس کی مذہبی مصطلحات کا ''استحصال بالجبر'' ہنوز جاری ہے اور جب تک امت ہر سطح پر اس کا تدارک نہیں کرے گی یہ خطرناک طائفہ اسلام کی جڑیں کاٹنے میں العیاذ باللہ مصروف رہے گا۔

قادیانی مذہب اس لحاظ سے ایک انوکھا دین ہے کہ یہ اپنے کو اسلام کے نام سے ظاہر کرتا ہے اور اس کے پیروکار اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس قادیانی مذہب کا نہ تو اسلام کے بنیادی عقائد سے کوئی تعلق ہے نہ اسلام کے مقاصد اس کے پیش نظر ہیں۔ انگریزوں کی ایک دوررس گہری سازش کے ماتحت اسلام کی یکجہتی کو ختم کرنے، اس میں سے جذبہ جہاد کو مٹانے کے لیے اسلام کے نام پر ایک ایسا ملغوبہ اور نیا دین بنایا گیا جو دجل وفریب، دسیسہ کاری اور دھوکے سے دنیا کو اسلام، مسلمان اور اسلامی اصطلاحات واعمال کے ذریعے اس اصل اسلام سے برگشتہ کرنے کی ایک گہری سازش ہے۔ جو اصلاً اسلام دشمن سامراجی قوتوں کے مقاصد کو پورا کرتی ہے اور اپنی سیاسی ضرورتوں کے پیش نظر ہر قدم اٹھاتی ہے۔ قادیانیت اسلام کے خلاف ایک بہت بڑا خطرہ سازش وبغاوت ہے۔ جس کا تعلق مکہ ومدینہ کے بجائے قادیان وربوہ اور حضرت محمد e کے بجائے مرزا غلام احمد کے ساتھ ہے۔ اسلام کے توحید کے بعد سب سے بنیادی عقیدے ختم نبوت جس پر اسلام کے وحدت کا انحصار ہے۔ قادیانیت سب سے بڑا اور کاری حملہ کرتی ہے، بلکہ حقیقتاً ختم نبوت کے عقیدے سے سراسر منکر اور اجرائے نبوت کی مدعی ہے۔ دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے قادیانیت اسلام کا نام لیتی تو ہے، لیکن حقیقت میں اسلام سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ اسلام کے جہاد جیسے فریضے کے بارے میں ان کا نظریہ بالکل منفی ہے۔ بلکہ مرزا صاحب نے جہاد کو بزعم خود کلیتاً منسوخ قرار دیا۔ حالانکہ بقول مولانا روم a:

مصلحت در دین عیسیٰ غار وکوہ
مصلحت در دین ما جنگ و شکوہ

آخر میں علامہ اقبال a کے الفاظ پر ہم اپنی تمہیدی بات کو ختم کر دیتے ہیں۔

"۔۔۔۔۔اسلامی وحدت ختم نبوت سے ہی استوار ہوتی ہے۔۔۔۔۔"

یہ ظاہر ہے کہ اسلام جو تمام جماعتوں کو ایک رسی میں پرونے کا دعویٰ رکھتا ہے۔ایسی تحریک کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں رکھ سکتا جو اس کی موجودہ وحدت کے لئے خطرہ ہو اور مستقبل میں انسانی سوسائٹی کے مزید افتراق کا باعث بنے۔اب عدالتی بیان پیش خدمت ہے:

عالی مرتبت! جناب جسٹس صاحب وگرامی قدر جج صاحبان!!!

1974ء میں پاکستان کی سابقہ منتخبہ قومی اسمبلی کے حزب اقتدار اور حزب اختلاف جنہیں پوری قوم کی حمایت، قومی اتحاد اور جملہ مکاتب فکر کے علماء حضرات کی کامل تائید حاصل تھی۔اور جس میں قادیانی کے زعیم مرزا ناصر صاحب کو بھی اپنے خیالات کے اظہار کی پوری اجازت دی گئی تھی۔متفقہ طور پر قادیانیوں کے بارے میں (خواہ وہ قادیانی گروپ سے تعلق رکھتے ہوں یا لاہوری سے اور اپنے کو احمدی کہتے ہوں) آئین پاکستان میں ایک آئینی ترمیم کی گئی جس کی رو سے وہ غیر مسلم قرار دے دئے گئے۔یہ قرارداد جو دوسری آئینی ترمیم ایکٹ 49، مجریہ 1974، شق 3، آرٹیکل 260، 1973ء ہے۔میں Central Statutes Pld1974 صفحہ 425 پیش کرتا ہوں۔

3. A person who does not believe in the absolute and un-qualified finality of the Prophethood of Muhammad (Peace be upon him) the last of the prophets or claims to be a prophet, in nay sence of the world or of any description whatsoever, after Muhammad (Peace be upon him) or recognizes such a claimant as a prophet or a religious reformer, is not a Muslim for the purpose of the constitution or law".

بندہ کے نزدیک صدر محترم کا موجودہ جاری کردہ آرڈی نینس 20 مجریہ 1984 حقیقت میں اسی

دستوری حکم کا قانونی منطقی اور اخلاقی نتیجہ ہے۔زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسی محولہ بالا ترمیم کا تکملہ اور شاخسانہ ہے۔جس طرح آئین پر اعتراض یا اس کے خلاف درخواست دینا قانوناً اور اخلاقاً کسی وفادار شہری کو زیب نہیں دیتا۔اسی طرح اس کے قانونی لوازم اور نتائج پر اعتراض درست نہیں۔

موجودہ آرڈی نینس صدر مملکت کا جاری کردہ ہے۔اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔جو اسلام کے نظریہ پر قائم ہے اور جس کے بنیادی قانونی ماخذ قرآن وسنت ہیں۔قرآن کریم میں مسلمانوں کی حکومت اور تمکن فی الارض کا مقصود یوں ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔(الحج:41)

وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے روکیں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مملکت اسلامیہ اور اس کے سربراہوں، کارپردازوں اور اس کے باشندوں کا سب سے پہلا فرض احکام خداوندی کی خود پابندی نیکیوں کا حکم کرنا اور بری چیزوں سے روکنا ہے۔ظاہر ہے کہ احکام اسلامیہ میں اعمال سے پیشتر عقائد اور ان بنیادی نظریات کا مقام ہے، جس پر اسلام کی بنیادیں استوار ہیں۔اس لئے مملکت اسلامیہ کا پہلا فرض اسلام کے بنیادی عقائد اور نظریاتی حفاظت ہے۔اسی طرح ان تمام ملحدانہ، کفریہ نظریات سے مملکت کی حفاظت کرنا ہے، جو اسلام کے خلاف اور مملکت کے باشندوں کے دینی عقائد کو بگاڑتے ہوں۔اسی بناء پر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مملکت کے سربراہ جسے انہوں نے خلیفہ کے نام سے پکارا ہے، کے فرائض کے بارے میں لکھا ہے:

خلیفہ پر دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی طرح محفوظ رکھنا واجب ہے، جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مستفیضہ سے ثابت ہو اور سلف صالحین کا اجماع اس پر منعقد ہو چکا ہو، اسی کے ساتھ (دین محمدی) کے مخالف پر انکار کرنا (بھی خلیفہ پر واجب ہے) اور اس کی صورت یہ ہے کہ

مرتدوں اور زندیقوں کو قتل کرے اور مبتدع لوگوں کو سزا دے۔ الخ

(ازالۃ الخفاء مع ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ، جلد اول، صفحہ:29 مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب، کراچی)

محولہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ چونکہ مملکت اسلامیہ کا پہلا فرض بنیادی دینی عقائد کی حفاظت ہے۔ اور ہر اس نظریے کا ابطال اور اس سے مملکت اور باشندوں کو بچانا اس کی پہلی ذمہ داری ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر مملکت اسلامیہ پاکستان کے سربراہ کا پہلا بنیادی فرض اسلام کے ان بنیادی نظریات کی حفاظت ہے، جس پر اسلام کی بقا و انحصار ہے۔ بلکہ محولہ بالا آیت سے دین کے کل و جزو کی اشاعت اور اس کے خلاف ہر بات کی حفاظت کرنا سربراہ مملکت کا پہلا فریضہ ہے۔ اس حقیقت کی روشنی میں بے محابا یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ صدر مملکت کا موجودہ نافذ کردہ آرڈی نینس قرآن وسنت کے خلاف نہیں، کسی اسلامی مملکت کے سربراہ کا ہر وہ حکم جو کتاب وسنت کے مطابق ہو۔ اس کا ماننا جملہ رعایا پر فرض ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (النساء:59)

اے ایمان والو، تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہا مانو اور تم میں سے جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔

حضرت انسؓ سے مرفوعاً مروی ہے:

اسمعوا و اطیعو اوان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسه زبیبة ما اقام فیکم کتاب اللہ۔ (جمع الفوائد، ص:845 ج:1، نمبر:6026 بحوالہ بخاری)

(امیر کی) بات سنو اور مانو اگرچہ تمہارے اوپر ایسا حبشی غلام مقرر کر دیا جائے جس کا سر گویا میوے (کشمش) کی طرح ہو اس وقت تک جبکہ وہ تم میں اللہ کی کتاب (کے احکام) کو قائم رکھے۔

حضرت ابوہریرہؓ نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں:

من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن یطع الأمیر فقد اطاعنی ومن یعصی الامیر فقد عصانی۔ (جمع الفوائد، ص:845، ج:1، نمبر: 6027 بحوالہ شیخین و نسائی)

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی

نافرمانی کی۔ اور جو امیر کی اطاعت کرے گا اس نے میری اطاعت کی اور جو امیر کی نافرمانی کرے گا اُس نے میری نافرمانی کی۔

علی المرء المسلم السمع والطاعة فیما أحب أو کره الاان یؤمر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة۔ (جمع الفوائد، ص:845، ج:1، نمبر: 6030 بحوالہ ترمذی، بخاری، مسلم، ابو داؤد و نسائی)

مسلمان شخص پر (امیر کی) بات کا سننا اور ماننا وہ پسند کرے یا نہ کرے ضروری ہے۔ سوائے ایسی حالت کے کہ اسے گناہ کا حکم دیا جائے۔ اس وقت اس کی بات کا نہ سننا جائز ہے، نہ ماننا۔

مشہور احادیث ہیں:

1۔ لا طاعة فی معصیة اللہ انما الطاعة فی المعروف۔ (فیض القدیر، ص:432، ج:6 بحوالہ بخاری و مسلم، نسائی ابوداؤد عن علی)

اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں (اطاعت صرف نیکی (اور جائز احکام) میں ہے۔

2۔ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ (فیض القدیر، ص:432، ج:6 بحوالہ احمد و مستدرک حاکم عن عمران والحکم بن عمرو الغفاری)

جب اللہ تعالیٰ (خالق) کی نافرمانی ہوتی ہو تو مخلوق کی تابعداری قطعاً ناجائز ہے۔

ان احادیث اور نص قرآنی جس کی مؤید بے شمار احادیث اور آیات قرآنی ہیں۔ یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مملکت اسلامیہ کے ہر ایک مسلمان سربراہ جو قرآن وسنت کے مطابق کوئی حکم جاری کرتا ہو اس کی اطاعت لازم ہوگی اور اگر وہ کوئی حکم خلاف شریعت نافذ کرے تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی، گو کہ نافرمانی میں بغاوت کے بارے میں فقہاء نے عمومی مصلحتوں کی بناء پر عام طور پر جواز کا حکم نہیں دیا۔ تفصیلات فقہ کے کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ مندرجہ بالا بحث سے یہ بات مبرہن اور ثابت ہوجاتی ہے کہ مملکت اسلامیہ پاکستان کے صدر محترم کی جاری کردہ آرڈی نینس اگر کتاب وسنت کے خلاف نہیں تو اس کے خلاف چارہ جوئی کتاب وسنت کے مطابق ناجائز ہے۔ اب ہم نے یہ بتانا ہے کہ آیا یہ آرڈی نینس کتاب وسنت کے خلاف تو نہیں تو جیسا کہ بندہ اوپر عرض کر چکا ہے کہ صدر کا جاری کردہ آرڈی نینس

نمبر 20-1984ء حقیقت میں سابقہ پاکستان قومی اسمبلی کی قادیانیوں کے بارے میں (خواہ وہ قادیانی گروپ سے تعلق رکھتے ہوں یا لاہوری سے اور اپنے آپ کو احمدی کہتے ہوں) آئینی ترمیم نمبر 2 ایکٹ 49-1974ء کا قانونی اور آئینی نتیجہ اور شاخسانہ (Projection) ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ محولہ بالا دونوں ترمیمیں پاکستانی باشندوں کی تقریباً پوری آبادی کے انتہائی شدید مطالبے کی بناء پر اس وجہ سے منظور کی گئی تھیں کہ قادیانیت جسے قادیانی حضرات احمدیت کے نام سے پکارتے ہیں، مسلمانوں کے توحید کے بعد سب سے بڑے بنیادی و اساسی عقیدے ختم نبوت کے خلاف کھلی بغاوت ہے اور مرزا غلام احمد صاحب اور ان کی پیروکاروں کے عقائد صریحاً اسلامی بنیادی معتقدات اور کتاب و سنت کے خلاف ہیں۔ اس کی تشریح ہم آگے چل کر کریں گے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی عجیب تضاد کی حامل ہے۔ انہوں نے مختلف وقتوں میں مختلف دعوے کئے۔ پہلے وہ اسلام کے مناظر تھے۔ آریہ سماجیوں، عیسائیوں سے مناظرے کرتے رہتے اور پھر انہوں نے مجددیت کا دعویٰ کیا، پھر حکیم نورالدین صاحب کے مشورے سے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا جیسا کہ ان کے خط مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر 2 صفحہ 85 سے معلوم ہوتا ہے۔ 1891ء میں مرزا صاحب کی تصنیف فتح اسلام شائع ہوئی جس میں انہوں نے بقول مرزا بشیر احمد صاحب پہلے مثیل مسیح اور پھر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ ان کی 1891ء کی تالیفات فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام تینوں اسی موضوع پر ہیں۔ رفتہ رفتہ انہوں نے فنائیت فی الرسول کا اس طور پر دعویٰ کیا کہ دبی زبان میں وہ اپنے اندر صفات نبوت اور خصائص نبوت کا پرتو دیکھنے لگے اور اس کا اظہار اس طور پر کرنے لگے کہ یہ صفات افراد ملت اور کملائے امت کو بطریق تبعیت نبوت اور وساطت حاصل ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ الہام و علم باطنی کا ایسا اظہار کرنے لگے جس کا نتیجہ ظن و تخمین سے نکل کر ایسے یقینی علم کا تھا، جو انبیاء علیہم السلام کے خدائی موہوبہ علم کا ہوتا ہے۔

ان باتوں سے اندازہ یہی ہو رہا تھا کہ مرزا صاحب کسی طرح ایک دن نبوت کا دعویٰ کر دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے مناسب ماحول اور مناسب تقریب اپنے پیروکاروں کے ذریعے پیدا کی کہ 1900ء کے

ایک جمعہ کی بات ہے کہ ان کے خطیب مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنے خطبے میں انہیں نبی اور رسول کہا جس پر مولوی سید محمد احسن امروہی نے غصہ کیا اور مولوی عبدالکریم صاحب نے جمعہ کے بعد مرزا صاحب کا کپڑا پکڑ لیا اور درخواست کی کہ میں حضور کو نبی اور رسول مانتا ہوں اگر میرا اعتقاد غلط ہو تو اسے حضور درست فرمائیں۔ اس پر مرزا صاحب نے کہا: مولوی صاحب ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے۔ مولوی محمد احسن صاحب خطبہ سن کر غصہ میں بھرے ہوئے واپس آئے اور جب مولوی عبدالکریم واپس آئے تو ان سے لڑنے لگے۔ آواز بہت بلند ہو گئی تو مرزا صاحب مکان سے نکلے اور یہ آیت پڑھی:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات:2)

اس کے بعد مرزا صاحب کا نیا دور شروع ہوا، جو مجددیت، مثیل عیسیٰ اور مسیح موعود سے بڑھکر خود نبوت کا دعویٰ تھا۔ جیسا کہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب کا بیان ہے کہ 1901ء سے یہ بات طے ہو گئی اور مرزا صاحب اپنی تصنیفات میں اس (یعنی دعویٰ نبوت کو) بصراحت لکھنے لگے۔ ان کے رسائل کا وہ مجموعہ جس کا نام اربعین ہے، ان کے اس نئے دعویٰ سے بھرا ہوا ہے۔ اس زمانے سے مرزا صاحب کی تصنیفات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو مستقل نبی اور صاحب شریعت سمجھتے تھے۔ اربعین میں انہوں نے صاحب شریعت نبی کی یہ تعریف کی ہے کہ جس کی وحی میں امر و نہی ہو اور وہ کوئی قانون مقرر کرے، اگرچہ یہ امر و نہی کسی نبی سابق کے کتاب میں پہلے آ چکے ہوں۔ ان کے نزدیک صاحب شریعت نبی کے لئے اس کی شرط نہیں کہ وہ بالکل جدید احکام لائے۔ پھر وہ صاف صاف دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس تعریف کے مطابق صاحب شریعت و مستقل نبی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"ماسوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی مثلاً یہ الہام "قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم و يحفظوا فروجهم ذلك ازكى لهم" یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی ہے اور اس پر تیئیس برس کی مدت گزر گئی اور ایسا ہی اب تک

میرے وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہو جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان هذا لفی الصحف الاولی صحف ابراهیم و موسیٰ۔

یعنی قرآنی تعلیم تورات میں بھی موجود ہے۔"

(اربعین نمبر:4، صفحہ:83-84، مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان 15 دسمبر 1900)

صاحب شریعت نبی سے بڑھ کر انہوں نے اسی اربعین نمبر 4 کے محولہ بالا دعویٰ کے حاشیہ پر یہ دعویٰ بھی کر دیا ہے کہ وہ تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہیں گویا ان کی شریعت عمومی اور تمام انسانوں کے لئے ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے، فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا۔ جیسا کہ ایک الہام الٰہی کی یہ عبارت ہے: واصنع الفلك باعيننا ووحينا ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم۔ یعنی اس تعلیم اور تجدید کی کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں، وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے، جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور تعلیم اور میری بیعت کو نوح علیہ السلام کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔" (اربعین:4، ص:87، حاشیہ از مرزا غلام احمد)

جیسے ہم نے شروع میں کہا ہے کہ مرزا صاحب کی زندگی عجب تضاد کی حامل ہے، بلکہ وہ مجموعۃ الاضداد ہے۔ مختلف وقتوں میں انہوں نے مختلف دعوے کئے اور آخر اس کا انجام اسی عمومی تشریعی نبوت کے دعویٰ پر ہوا جو کہ پوری انسانیت پر حاوی تھا۔ جب کہ انہوں نے اپنی کتاب "حمامة البشریٰ الی اهل مكة و صلحاء ام القریٰ" مطبوعہ مطبع منشی غلام قادر الفصیح السیالکوتی میں صفحہ:96 پر خود اپنے اس دعویٰ کے خلاف 1311ھ بمطابق 1893ء میں لکھ لیا تھا اور پھر چند سال بعد خود ہی اسے سپوتا ثر

کر کے رکھ دیا۔ ملاحظہ ہو مرزا صاحب لکھتے ہیں:

وما كان لی ان ادعی النبوة واخرج من الاسلام والحق بقوم كافرين. وها انني لا اصدق الهاما من الهام مالی الابعد ان اعرضه علی كتاب الله واعلم انه كلما يخالف القرآن فهو كذب والحاد وزندقة فكيف ادعی النبوة وانا من المسلمين.

"مجھے قطعاً یہ بات زیب نہیں کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل کر کفار کی قوم میں شامل ہو جاؤں اور میں اپنے الہاموں میں سے کسی الہام کی اس وقت تک تصدیق نہیں کرتا۔ جب تک میں اسے کتاب اللہ (قرآن کریم) پر پیش نہ کروں اور میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ ہر وہ بات جو قرآن کریم کی مخالفت ہو، وہ کذب، الحاد و زندقہ ہے۔ پس میں کیسے نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہوں۔ درآں حال یہ کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔"

مدعی نبوت کے خلاف مرزا صاحب کا مذکورہ فتویٰ 1893ء کا ہے، اب خود ان کے 1900ء میں ادعائے نبوت کی عبارتیں ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ لہٰذا ان کی اس واضح عبارت کی بناء پر جس میں مدعی نبوت پر کفر کا فتویٰ ہے، ہم انہیں مرتد، کذاب، ملحد اور زندیق قرار دیتے ہیں۔ امید ہے ان کے پیروکار اپنے زعیم کے اس فتویٰ کو قبول فرمائیں گے اور مرزا صاحب اور ان کے جملہ متبعین و پیروکاروں کو مرتد ملحد اور زندیق تسلیم کریں گے۔ ہمیں اس پر مسرت ہے کہ مرزا صاحب نے ہماری بات کی تائید خود ہی فرما دی۔

متحد گشت رائے بو علی با رائے من

مرزا صاحب کی وجوہ تکفیر

مرزا غلام احمد صاحب کی وجوہ ارتداد میں سے ہم صرف مندرجہ ذیل چند بڑی وجوہ کا بیان کرنا چاہتے ہیں:

B (الف) انکار ختم نبوت اور دعویٰ نبوت۔

(ب) مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرنا۔

C توہین الٰہی۔

D قرآن حکیم کی آیات ومعانی میں تحریف۔

E انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخانہ کلمات۔

F انکار جہاد، احکام جہاد اور آیات جہاد بالسیف کا بزعم خود منسوخ کرنا اور اسے حرام قرار دینا۔

G تمام مسلمانوں کو جو مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں، کافر قرار دینا اور اسلام کے مقابلے میں ایک الگ جماعت کی اپنے ملحدانہ اور زندیقانہ عقائد پر بنیاد رکھنا۔

سب سے پہلے میں آپ کی توجہ اس اہم اور بنیادی نکتے کی طرف دلانا چاہتا ہوں جس پر تمام مسئلے کا مدار ہے اور تمام قضیہ کی جان ہے۔ ''یعنی مسلمان کا نظریہ ختم نبوت'' ختم نبوت وہ نکتہ ماسکہ ہے جس پر پوری امت مسلمہ کی تشکیل جوڑ اور بنیاد ہے۔ بقول اقبالؒ:

''اسلام کا سیدھا سادا مذہب دو قضایا پر مبنی ہے۔ خدا ایک ہے اور محمد e اس سلسلہ انبیاء کے آخری نبی ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً ہر ملک اور ہر زمانے میں اس غرض سے مبعوث ہوئے تھے کہ نوع انسانی کی رہنمائی صحیح طرز زندگی کی طرف کر سکیں۔'' (حرف اقبال، ص:136)

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یہ امت مسلمہ کا امتیاز ہے کہ اس کا نبی اور رسول خاتم النبیین ہے۔ کسی دوسری امت نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ اس کا نبی آخری نبی ہے۔ یہ صرف اس امت کا خصوصی امتیاز ہے کہ اس کا رسول خاتم النبیین بنا کر بھیجا گیا اور ختم نبوت کا عقیدہ اس امت کی بنا اور تعمیر کا سبب ٹھہرا اور اس پر اس امت کی بقا کا انحصار بھی رکھ دیا گیا۔ ختم نبوت وہ رشتہ ہے جس کے کھل جانے سے یہ عالمگیر، ہمہ گیر، لاثانی، لافانی امت بکھر کر رہ جاتی ہے اور اس کی ایک ایک پتی کھلا جاتی ہے۔ اس بنا پر یہ امت حضرت محمد e کے زمانے سے لے کر اس وقت تک اس بارے میں انتہائی حساس واقع ہوئی ہے۔ اس لئے دیگر دینی معاملات میں اگرچہ اختلاف یا رواداری کو گوارا کیا ہو تو اس کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ لیکن ملت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ اس اہم اور آتشیں مسئلے میں خود خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ و السلام سے لے کر اس وقت تک مسلمانوں نے ذرا بھر اختلاف گوارا نہیں کیا جس کی تفصیلات آگے آ

رہی ہیں۔ بات وہی ہے کہ توحید کی دوسری ملتیں بھی معتقد اور ماننے والی ہو سکتی ہیں۔ مگر ختم نبوت وہ مسئلہ ہے جو اس امت کا خاصہ اور اس کی بناء وقیام وبقا کا سبب ہے۔ ہر دور میں امت نے اس پر جان کی بازی لگائی ہے لیکن اس عقیدے پر حرف نہیں آنے دیا۔

بات یہ ہے کہ نبوت، رحمت الٰہی اور عطیہ رحمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور اور ہر علاقہ کے لئے نبی e اور رسول e بھیجے، جنہوں نے اپنے اپنے علاقے اور اپنے اپنے خطہ، قبیلہ، قوم اور ملک میں ہدایت ربانیہ کی دولت تقسیم کی اور احکام الٰہیہ کو بدرجہ اتم پہنچایا۔ قرآن کریم کی شہادت ہے:

(وَ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ) [سورة الرعد]

q: ''اور ہر قوم کے لئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔'' (ترجمہ تھانوی a)

(وَ لِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلٌ) [سورة يونس:47]

q: ''اور ہر امت کیلئے ایک (حکم پہنچانے والا) پیغمبر (ہوا) ہے۔''

(وَ اِنْ مِّنْ أُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ) [سورة فاطر 24]

q: ''اور کوئی امت ایسی نہیں گذری جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔''

ہر نبی e اپنی نبوت میں کامل اور ہر رسول e اپنی رسالت میں مکمل تھا۔ وہ فرستادہ الٰہی، محبوب ربانی، مشعل ہدایت اور اپنی امت کے لئے اسوہ کاملہ تھا۔ اور اس کی امت کی نجات اس کی لائی ہوئی تعلیمات اور اسی کی پیروی میں تھی، چنانچہ ہر نبی اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اپنی پیروی واطاعت کی دعوت دیتا تھا۔ سورہ شعراء میں متعدد انبیاء o کی دعوت کا تذکرہ کرتے ہوئے ان الفاظ کو دہرایا گیا ہے:

(فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ) [الشعراء 128-126-131-147-179]

q: ''سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

یہ رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت تھی۔

(مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ) [النساء:80]

q: ''جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔''

ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت اس لئے تھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم ہی کی بنا پر تھی۔

(وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ النساء: 24)

q: ''اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جاوے۔'' (ترجمہ تھانوی a)

یہ انبیاء o مختلف زبانوں، مختلف ملکوں اور مختلف قوموں کے لئے پیغام حق لے کر آئے تھے۔ اس لئے بنیادی دینی عقائد واحکام اور اصول شریعت جو پوری امت انسانیت کیلئے مشترکہ اور دوامی حقائق و فرامین ہیں۔ وہ تو سب امتوں کے لئے ایک تھے کہ ان میں تغیر وتبدل نہ تھا۔

(شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۔ سورۃ الشعراء 12)

q: ''اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا۔ جس کا اس نے نوح u کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعے بھیجا ہے۔ اور جس کا ہم نے ابراہیم u اور موسیٰ u اور عیسیٰ u کو (مع ان سب کے اتباع) حکم دیا تھا (اور ان کی امم کو یہ کہا تھا) اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔''

لیکن زمان ومکان وقت ومقام قوم وقبیلہ کے مخصوص حالات اور نسل انسانی کے ظرف واستعداد کے اعتبار سے فروعی احکام وطرق میں کچھ فرق واختلاف تھا۔ قرآن کہتا ہے:

(لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ۔ المائدۃ 47)

q: ''تم میں سے ہر ایک کیلئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت لکھی۔''

یہ تمام انبیاء o پاکیزگی، خصوصیت وہدایت کا پیکر ومجسمہ تھے۔ جب بھی آئے، جہاں بھی آئے، جس ملک وعلاقہ، قوم وقبیلہ کے لئے آئے۔ اس دور وقوم اور ملت کے ظرف کے مطابق ہدایت کا پورا پیغام اور رحمانی برکات کا بھرپور جام لیکر آئے۔ سلامتی ہو ان کی ذوات عالیہ پر اور برکتیں ہوں ان نفوس

قدسیہ پر سلام علی المرسلین ارشاد ربانی ہے۔

انبیاء o ہدایت کے چراغ تھے جن سے ان کا زمانہ وقوم مستفید ہوئی۔ لیکن ان میں سے ہر نبی محدود وقت اور مخصوص علاقے یا قوم ونسل کو روشنی بخشنے کے لئے آیا تھا۔ ان کا نور، سب کیلئے اور ہمیشہ کے افادہ کیلئے نہ تھا۔ بیشک ان سے ان کی قوموں اور ملتوں نے فائدہ اٹھایا۔ مگر انہی کے ظلمت کدے روشن اور بے دینی کے ویرانے آباد ہوئے۔ وہ نجوم ہدایت تھے۔ تاہم پورے عالم اور ہر زمانے کو روشنی دینے والے (شمس بازغہ) نہ تھے۔

حکمت الٰہیہ چاہتی تھی کہ ایک وقت آئے جب ان تمام جانے والے ''نجوم ہدایت'' کی روشنیاں کسی ایسے ''سراج منیر'' اور ''نور مبین'' کا حصہ بن جائیں جو اپنی ذات میں بھی ان تمام روشنیوں سے مستزاد ''روشنی'' کا حامل ہو اور ان اولین کے انوار بھی اس میں جگمگاتے ہوں۔ یہ ''روشن چراغ'' ہمیشہ کیلئے آئے۔ سب کے لئے آئے۔ زمان ومکان کا ہر حصہ اس سے روشنی پائے وراس کا نور ہر آن بڑھنے کیلئے ہو اس پر اضمحلال وزوال کی کوئی گھڑی نہ آئے۔ اس کا دور ہمیشہ کے لئے ہو اور اس کی روشنی ابدالاباد تک قائم ودائم رہے۔ کون ومکان کی وسعتیں اس سے محلی اور زمان کی نہائیتں اس سے فروزاں ہوں۔ جملہ انبیاء o کی امتیں اور قومیں اس کی ''ملت'' میں شامل اور ان کی جملہ ہدایتیں اس ''ہدایت کاملہ'' کا حصہ بن جائیں۔

قوم ووطن، نسل ورنگ کی محدود نسبتیں، ''ملت واحدہ'' میں گم ہوں اور پوری انسانیت ''ایک'' دینی وحدت بن کر ابھرے اور بنی آدم میں کوئی خارجی واضافی تقسیم باقی نہ رہے۔ اور ''ہدایت ربانیہ'' اپنے انتہائے کمال واتمام کے ساتھ انسانیت کے ''ہر فرد'' کیلئے عام ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان تمام مقاصد کی تکمیل ''ختم نبوت'' کی صورت میں فرمادی۔ ہمارے آقا ومولا حضرت محمد رسول اللہ e کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین e کو اس اعزاز خاص سے نواز کر انسانیت پر اتنا بڑا احسان کیا، جس کی نظیر سلسلہ نبوت ونظام ہدایت کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ ختم نبوت ہی کی برکت تھی کہ پوری نسل انسانی نبوت کبریٰ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ

والتحیۃ) کے ہمہ گیر سایہ رحمت میں آ گئی اور واشگاف لفظوں میں اعلان عام کروا دیا گیا۔

﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ١ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ١۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ [سورۃ الاعراف 158]

q: ''آپ کہہ دیجیے کہ (اے دنیا جہاں کے) لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ جس کی بادشاہی آسمان اور زمین میں ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا اور وہی موت دیتا ہے۔ سو ایسے اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے (ایسے) نبی امی پر (بھی) جو کہ (خود) اللہ پر اور ان کے احکام پر ایمان رکھتے ہوں اور ان (e) کا اتباع کرو تا کہ تم راہ راست پر آ جاؤ۔''

رسالت محمدیہ e کے ذریعے ہدایت ربانی انعامات الٰہی و نعمائے خداوندی کا وہ (کامل عطیہ) جو ختم نبوت ہی کا خاصہ و برکت ہے۔ اور جس کی شان تکمیل پر برہان وحی گویا ہے۔

﴿وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً﴾ [سورۃ لقمن: 20]

q: ''اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری فرما دیں۔''

﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا١﴾ [سورۃ المائدۃ 3]

q: ''آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں تم پر اپنا انعام تام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔''

انسانیت کے ہر طبقہ ہر نسل، ہر قوم، ہر گروہ ہر فرد اور ہر خطہ انسانی کیلئے عام ہو گیا۔ جس سے ہر ایک اپنے ظرف و استعداد کے بقدر مستفید ہو سکتا ہے۔ یہ اتنی بڑی نعمت ربانی ہے۔ جس کا ادراک بھی پہلی امتیں بلکہ آج بھی ہما شما نہیں کر سکتے۔

ختم نبوت نے دنیا کے ہر حصے اور ہر دور کے ہر انسان کو خاتم النبیین کے توسط سے اولین و آخرین کے جملہ علمی و عملی خزائن کا وارث کامل بنا دیا ''ام القریٰ'' (مکہ مکرمہ) کا امی داعی (e) ''ام الکتاب''

(قرآن کریم) اکمل الادیان اور جامع الشرائع کی جو بے مثال دولت لے کر آیا تھا وہ وقف عام ہو گئی۔ اور اس میں عرب و عجم اور مشرق و مغرب، گورے کالے، فرنگی و زنگی، ہندی و چینی، رومی و پارسی کی تخصیص نہ رہی اور حضور انور e نے فرما دیا:

ان اولی الناس بی المتقون من کانوا وحیث کانوا.

(کنز العمال: 22، ج: 2، من معاذ بحوالہ مسند احمد مطبوعہ حیدر آباد)

مجھ سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو تقویٰ والے ہیں، جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔

قبائل و شعوب، نسل و قوم صرف تعارف خصائص و فضائل (فطریہ) وغیرہ کا ذریعہ رہ گیا۔ فضیلت حقیقی صرف ''تقویٰ'' ٹھہرا، جس کا حامل ہر بنی آدم ہو سکتا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا١ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ [سورۃ الحجرات 13]

q: ''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا۔ تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا اور شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے۔''

کیا برکت، کیا دہش اور کیا لطف و انعام ہے کہ جو بھی خاتم النبیین حضرت محمد e کی تعلیمات کو اپنا لے وہی اکرم و افضل ٹھہرے۔

ختم نبوت نے ہدایت ربانیہ کے لامتناہی خزائن کے دروازے پورے عالم اور ہر زمانے کے لئے کشادہ فرما دیئے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے حد و حساب رحمتوں اور برکات کے سوتے ہمیشہ کے لئے کھول دیئے۔ یہ ختم نبوت ہی کا فیض ہے کہ اسلام کا دین اکمل اور دائمی شریعت ہمہ گیر بے مثل اور لافانی اس کی کتاب جاودانی اور اس کے پیغمبر کا اسوہ سرمدی اور لاثانی تھا۔ اسی وجہ سے امت محمدیہ ایسی خیر الامم، ختم الملل اور لاثانی ٹھہری جو ملکی قومی، نسلی، لونی، اقتصادی، معاشی حد بندیوں میں نہ سما سکی۔ جس

نے الٰہی حقائق ایمانی اقدار دینی اعمال، اخلاق اقدار اور فضائل پر ایک ایسی عالمگیر انسانی برادری کی تشکیل فرمائی، جو انسانیت کا کمال اور آدمیت کا سرامتیاز اور عبدیت کا وہ نقطہ معراج ہے جس سے مافوق کا تصور محال و ناممکن ہے۔

وہ دانائے رسل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

حضرت محمد رسول اللہ e خاتم النبیین ہیں۔ حکمت الٰہیہ نے آپ پر نبوت و رسالت کی تکمیل فرمادی اور اللہ جل جلالہ نے آپ e کے ذریعے بنی آدم کو اپنے الفاظ کاملہ اور ہدایات تامہ سے نواز کر دین مکمل فرمادیا۔ شریعت مطہرہ محمدیہ کو ہر اعتبار سے انسانوں کی معاش و معاد، دنیوی و اخروی، ظاہری و باطنی، روحانی و جسمانی ضروریات کا کفیل بنادیا۔ قرآن کریم آخری کتاب کی حیثیت سے نازل ہوا، وہ ایسی جامع کتاب ہدایت ہے، جس کے علوم ابدالآباد تک آدمیت کی رہنمائی کرتے رہیں گے اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے سنبھال لی۔ حضرت محمد رسول اللہ e کی عملی زندگی ارشادات عالیہ، تعلیم و تربیت سے قرآن کریم کی توضیح و بیان اور تفسیر و تشریح ہوگئی اور معانی و مطالب کی شاہراہ مستقیم کھول دی گئی ہے۔ قرآن پاک کے اصل معانی و توضیحات کی حفاظت قرآن ہی کی حفاظت ہے۔ اس لئے ارادہ الٰہیہ نے حضرت محمد e کی تشریحات و توضیحات قرآنیہ (جن کا اصطلاحی نام حدیث مبارکہ ہے) کی حفاظت کا ایسا انتظام و انصرام و اہتمام فرمایا جس کی نظیر ادیان و ملل کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ e کی زندگی عملی قرآن تھی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ r اور بعض دیگر صحابہ y کا ارشاد ہے کہ کان خلقه القرآن۔ آپ e کا خلق و سیرت قرآن تھا۔ اسی عملی قرآن کے ایک ایک حرف و نکتہ کو سنبھالا گیا، چمکایا گیا، پھیلایا گیا اور اس پاک زندگی کا ایک ایک خط و خال ایک ایک جزو ہمیشہ کے لئے جمع فرمادیا گیا اور دنیا نے دیکھا کہ جب ذات پاک کا ذکر بلند (وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۝۴) اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا'' کے مقام رفیع سے نوازا گیا۔ زمانے اور تاریخ نے نہ صرف اس کی یاد، اس کے کارنامے، اس کی فتح مندیوں و کامرانیوں کے نکتہ نکتہ و شوشہ شوشہ کو سنہری اور روشن نمایاں

و تابدار جلی حروف میں قلم بلند کرلیا، بلکہ ان کی زندگی کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل دن کی روشنی میں ہو یا رات کے اندھیرے میں، لوگوں کے مجمع میں ہو یا تنہائی میں، اس کی حفاظت و بقا اور برملا اظہار و اعلان کو زمانہ و تاریخ نے اپنی سعادت کا سامان سمجھا۔ ان کے ایک ایک ارشاد کو حرز جان بنایا۔ ان کے شمائل و اخلاق کی عطر بیزیوں سے عالم کو مہکایا اور آپ e کے سراپا کی جمال آرائیوں سے دنیا کو بقعہ نور بنا دیا۔ غرض جو رہنے کیلئے آیا تھا جس سے قیامت تک مخلوق کے سنوارنے کے رشتے استوار کئے گئے تھے۔ اس کی ہدایت زندگی کو حیات ابدی بخشی گئی تاکہ عالم اس سے ہر دور میں حیات اور اس کے آئینے میں اپنے خط و خال سنوارے، اسے دیکھ دیکھ کر انسانیت بنتی رہے، روحانیت نکھرتی رہے، قلوب سکون پاتے رہیں، توحید دلوں کو گرماتی رہے، عبدیت پر بہار آتی رہے، اخلاق سنورتے رہیں، اعمال درست ہوتے رہیں، بھلائیاں پھیلتی رہیں، برائیاں مٹتی رہیں۔ غرض آپ e کی زندگی کا فیضان عام ہوتا رہے اور پورا عالم ''رحمۃ للعالمین'' کی رحمت والی زندگی و پیام سے ہدایت و رحمت کا گہوارہ بنا رہے۔ جہاں الٰہی رنگ میں سب رنگے ہوئے ہوں اور محمد e والی زندگی کا پرتو ہر ایک میں نمایاں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بندوں پر کامل ہو اور دین کی روشنی سے پورا عالم منور ہوجائے اور (وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۝۱) [سورۃ الانفال: 39] ''اور ہووے دین تمام واسطے اللہ کے'' کا کامل ظہور ہو۔

اور ارشاد ربانی ہے:

(هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۝۱ وَ لَوْ الْمُشْرِكُوْنَ۝۳) [سورۃ التوبۃ: 23]

q: ''وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے۔ تاکہ اس کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کردے۔''

حکمت الٰہیہ کے اس فیصلہ نے حضرت محمد رسول اللہ e کی زندگی کو ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھنا ہے۔ اگر ایک طرف انسانی سینوں اور کاغذی سفینوں کو اسے سنبھالنے کی سعادت بخشی تو دوسری طرف آپ کی زندگی کے پاکیزہ و نورانی نقوش انسانوں میں عملی تواتر کے ساتھ نسلاً بعد نسل ایسے منتقل ہوتے

رہے گویا اس زندگی کے نسخے اگر کیفا نہیں تو کماً بڑھتے ہی چلے گئے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہدایت کا یہ سراپا ''عملی پیکر'' میں رواں دواں رہے گا اور صلحائے امت کے فضائل ومزایا میں ''شاہکار خلائق'' محمد e کے نقش ونگار کا پرتو ہمیشہ ملتا رہے گا کہ وہ نقش حسین مٹنے کے لئے آیا ہی نہیں۔ اگر وہ مٹے تو عالم مٹا دیا جائے گا۔

لا تقوم الساعة حتى لاتقال فى الارض الله الله.

(کنز العمال، ص:182، ج:7 بحوالہ مسلم وترمذی احمد بروایت انس t)

سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ e آخری نبی ہیں، اس لئے آپ e کی امت آخری امت ہے، آپ e خیر الانبیاء e ہیں، آپ e کی برکت سے آپ e کی امت خیر الامم ہے۔ آپ e تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں، آپ e کی امت جملہ انسانوں اور جنات پر مشتمل ہے۔ آپ e کا دور نبوت دائمی وابدی ہے۔ آپ e کی امت بھی لافانی وجاودانی ہے، جو زمانی اعتبار سے تا قیام ساعت باقی اور مکانی اعتبار سے پورے عالم پر محیط ہے۔

آپ e نے عمومی رسالت کی بناء پر اس وقت کے جملہ شاہان عالم کو ہدایت وخیر، ایمان وتقویٰ، حق وانصاف، راستی وعدل کا یہ پیام پہنچایا اور اپنی پوری ''حیات ناسوت'' میں رسالت کا پیغام کما حقہ پہنچاتے رہے۔ حجۃ الوداع میں آپ e کے استفسار پر کہ کیا میں نے پیغام حق دیا۔ صحابہ کرام کے پورے مجمع نے بیک زبان شہادت دی کہ بلغت واحسنت اور آج بھی جو امتی در رسالت پر پہنچتا ہے۔ سلام کے بعد اپنی شہادت کی مہر ثبت کر دیتا ہے کہ ''قد بلغت الرسالة واديت الامانة'' کہ آپ e نے رسالت کا پیغام پہنچا دیا اور امانت نبوت کی ذمہ داری پوری کر دی۔

آپ رسالت کا حق ادا فرما کر تشریف لے گئے۔ آئندہ آنے والی اور عالم پر پھیلی ہوئی انسانیت کا رشتہ پیام توحید اور نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ سے جوڑنے کے لئے حکمت ربانیہ کے آپ کے نائب اور ''وزیر'' آلہ وجارحہ خلیفہ وخادم کی حیثیت سے آپ کی امت کا انتخاب فرمایا، جو رہتی دنیا تک آپ کے کام وپیام کو آگے بڑھاتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر پوری ہو اور حق کی دولت

بندوں میں تقسیم ہوتی رہے۔

ختم نبوت پر قرآن وحدیث کے دلائل:

اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے ازل ہی میں چونکہ یہ طے فرمایا تھا کہ آپ e خاتم النبیین ہوں گے اور آپ e کے بعد کسی کو کسی قسم اور نوع کی نبوت سے سرفراز نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی آپ e کے بعد کوئی نیا نبی آئے گا، جو اپنی نئی تشریعی یا غیر تشریعی تعلیمات سے انسانیت کو یا کسی خطہ ارضی یا نسل انسانی کو مخاطب کر سکے گا۔ جیسا کہ حدیث ذیل کا مفاد ہے:

انى عند الله مكتوب: خاتم النبيين وإن آدم لمنجدل فىطينته.

(مشكوة بحواله شرح السنة بغوى)

q: ''میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک پیغمبروں کا خاتم لکھا جا چکا تھا اور آدم ہنوز خاک کی صورت میں پڑے تھے۔''

دوسری روایتوں کے الفاظ یہ ہیں:

انى عند الله لخاتم النبيين وان آدم لمنجدل فى طينته (تفسر ابن كثير، ص494، ج3 بحواله احمد، سيرة النبى،ص857، ج:3بحواله مستدرك حاكم و فتح البارى،ص: 407، ج6 ،تاريخ امام بخارى، حلية الاولياء لابى نعيم وشعب الايمان للبيهقى،كنز العمال،ص104، ج: 6 و مسند احمد، ص127، ج:1)

q: ''میں خدا کے نزدیک خاتم انبیاء تھا اور آدم ہنوز اپنے عنصر خاکی میں پڑے تھے۔''

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے یہی مفہوم ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

انى عند الله فى ام الكتاب الخاتم النبيين وان آدم لمنجدل فى طنيه. (كنز العمال، ص104، ج4 بحواله احمد و مستدرك حاكم، حلية ابى نعيم، شعب الايمان للبيهقى)

q:''میں ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں خاتم النبیین تھا درآں حال یہ کہ آدم u ہنوز اپنی مٹی میں تھے۔''

اس وجہ سے اللہ جل جلالہ نے جب حضرت محمد e کو مبعوث فرمایا تو ان پر منزل شدہ کتاب ان کی جملہ تعلیمات اور ان کے دین کا پورا ڈھانچہ وخاکہ ختم نبوت کے نظریہ پر استوار تھا۔ قرآن کریم ابتدا سے انتہا تک ختم نبوت اور اس کے منطقی نتائج ولوازمات کے مطابق تعلیمات پر منحصر ہے۔ آپ کی اپنی جملہ تعلیمات میں بھی یہی روح کارفرما ہے۔ آپ e کی نبوت کا قیامت اور ابدالآباد تک ممتد اور مستمر ہونا بھی اسی کی بنا پر ہے۔ آپ کی عمومی رسالت اور اسلام کی عالمگیر تعلیمات بھی اسی کا نتیجہ ہے۔ غرض قرآن کریم تعلیمات نبویہ e دین اسلام شریعت اسلامی سب پر ختم نبوت کی چھاپ اور مہر وثبت ہے اور اس کی روح ان سب میں جاری وساری ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں جہاں صراحۃً آپ کے ختم نبوت کا اعلان ہے۔ وہاں تقریباً 100 سے اوپر آیتیں آپ کی ختم نبوت والی آیت کی تائید وتوثیق میں ہیں، جس پر علماء نے مستقلاً کتابیں لکھی ہیں۔ چونکہ وقت کی گنجائش نہیں اس لئے ہم صرف چند آیات پر اکتفا کرتے ہیں:

B ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ١ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ سورۃ الاحزاب

q:''محمد e تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔''

C ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ١ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ٢ۙ۰۰﴾ سورۃ الجمعہ

q:''وہی ہے۔ جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں ان ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور ان کو (عقائد باطلہ

اور اخلاق ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں۔ اور ان کو کتاب اور دانش مندی کی باتیں) سکھاتے ہیں۔ اور یہ لوگ (آپ کی بعثت کے) پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے۔''

D ﴿وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا١ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ سورۃ النساء

q:''اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں۔''

E ﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ سورۃ الانبیاء

q:''اور ہم نے (ایسے مضامین نافعہ دے کر) آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں (یعنی مکلفین) پر مہربانی کرنے کے لئے۔''

F ﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۲۸﴾ سورۃ سبا

q:''اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ (ایمان لانے پر ان کو ہماری رضا وثواب کی) خوشخبری سنانے والا ایمان نہ لانے والے پر ان کو ہمارے غضب وعذاب سے) ڈرانے والے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔''

G ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ١ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ١ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ سورۃ الاعراف

q:''کہہ دیجئے اے لوگوں بیشک میں تم سب کی طرف اللہ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں وہ اللہ تعالیٰ جو تمام آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی امی پر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام پر (خود بھی) ایمان رکھتے ہیں اور ان کی پیروی کرو کہ تمہیں ہدایت حاصل ہو''

H ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا﴾ سورۃ الفرقان

q:''بڑی عالی شان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب (یعنی قرآن بندہ خاص (محمد e) پر

نازل فرمائی تا کہ وہ تمام دنیا جہاں والوں کیلئے ڈرانے والا ہو۔''

I ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ١ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ١ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۰۰۱۷۰﴾ النساء]

q:''اے تمام لوگو! تمہارے پاس یہ رسول سچی بات لے کر تمہارے پروردگار کی طرف سے تشریف لائے۔ سو تم یقین رکھو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اور اگر انکار کرو گے تو (یاد رکھو) خدا تعالیٰ کی ملک ہے۔ یہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے۔ اور زمین میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پوری اطلاع رکھتے ہیں کامل حکمت والے ہیں۔''

J ﴿وَ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ﴾ [الانعام:19]

q:''اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے۔ تا کہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں۔''

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب a نے عجب پیارے انداز میں اس آیت کی تشریح فرمائی ہے۔ موضح القرآن میں اس آیت کے ترجمہ کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

معلوم ہوا کہ جس کو قرآن پہنچا۔ گویا اس نے محمد رسول اللہ e کو دیکھا۔ (موضح القرآن ص:119)

K ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ الحج

q:''اور آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تو صرف تمہارے لئے ایک آشکارہ ڈرانے والا ہوں۔''

دس آیتیں نمونۃً دے دی گئیں، ان میں سے صرف پہلی آیت کی مہم تفسیروں سے تشریح ووضاحت ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔ یہاں ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جو نبی بھی آئے، انہوں نے اکثر یا قومی کہہ کہ اپنی امت کو پکارا، یاایھا الناس کا اطلاق کسی دوسرے نبی نے اس شان سے نہیں کیا یہ بھی آپ کی رسالت عمومیہ پر شاہد ہے، جو ختم نبوت کا لازمہ ہے۔ اب ہم ان مفادات علمیہ کو مختلف

تفاسیر سے نقل کرتے ہیں، جو ہماری بحث سے متعلق ہے:

B تفسیر قرطبی

لكن رسول الله و خاتم النبين "قال ابن عطية" هذه الالفاظ عند جماعة علماء الأمة خلفا سلفا منقولاةً على العموم التام مقتضيةً نصاً انه لا نبى بعده صلى الله عليه وسلم.

q:''لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم پر ہیں۔ ابن عطیہ نے کہا کہ یہ الفاظ علماء کی جماعت میں سلف سے لیکر خلف تک ایسے عموم تام کے معانی میں منقول چلے آئے ہیں، جن کا بطور نص اقتضاء یہ ہے کہ آپ e کے بعد کوئی نبی نہیں۔''

وقرء ابن مسعود "ولكن نبيا ختم النبين."

q:''ابن مسعود کی قرأت ہے: لیکن آپ نبی ہیں، نبیوں کے ختم پر ہیں۔''

قال الرمانى: ختم به عليه الصلوٰة والسلام الاستصلاح، فمن لم يصلح به فيمسنوس من صلاحه.

q:''رمانی نے کہا کہ آپ پر اصلاح وہدایت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ پس جس نے آپ e سے اصلاح حاصل نہیں کی۔ تو وہ اصلاح سے مایوس رہا۔''

قلت ومن هذا المعنى قوله عليه السلام بعثت لأتمم مكارم الاخلاق.

q:''میں کہتا ہوں کہ انہی معنوں میں نبی کریم e کا یہ قول وارد ہو چکا ہے کہ میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کر دوں۔''

وفى صحيح مسلم عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مثلى ومثل الأنبياء السابقين كرجل بنى دارا فاتمها واكملها الا موضع لبنة فجعل الناس يدخلونها ويتعجبون منها

و يقولون لولا موضع اللبنة. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فانا موضع اللبنة جئت فختمت الانبياء، ونحوه عن ابى هريرة غيرانه قال فانا اللبنة وانا خاتم النبين۔

(القرطبی، ص196-197، ج:14)

q:''صحیح مسلم میں حضرت جابر t سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ e نے فرمایا کہ میری اور دیگر انبیاء o کی مثال ایک آدمی کی سی ہے کہ جس نے ایک گھر بنایا ہو، پھر اس کی خوب تکمیل کی ہو، لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑی ہو۔ رسول اللہ e نے فرمایا کہ میں ہی وہ اینٹ کی جگہ ہوں، میں آیا اور انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا۔ اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابوہریرہ t سے ہے، لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں، (اور میں ہی سلسلہ انبیاء کو ختم کرنے والا ہوں)۔''

C تفسير الكشاف لابى قاسم جار الله الزمخشرى.

(خاتم النبين)___ وخاتم بفتح التاء بمعنى الطابع و بكسرها بمعنى الطابع وفاعل الختم وتقويه قرأة ابن مسعود ولكن نبيا ختم النبين فان قلت: كيف كان آخر الأنبياء و عيسىٰ ينزل فى آخر الزمان قلت معنى كونه آخر الانبياء انه لا نبئ أحد بعده و عيسى ممن نبئى قبله وحين ينزل عاملا على شريعة محمد مصليا الى قبلته كأنه بعض أمته(تفسير الكشاف، ص541-542، ج: 2 مطبعة الحلبى- مصر سنة 1367ھ-1948ء)

q:''(اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں) اور خاتم بفتح تاء کے معنی مہر کے ہیں اور کسرہ کے ساتھ بمعنی مہر کے ہے اور ختم کا فاعل ہے اور اس کی تائید ابن مسعود t کی قرأت سے بھی ہوتی ہے (جس کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:) لیکن وہ نبی ہے جو نبیوں کے ختم پر ہیں۔ اگر تو کہے کہ آپ e کس طرح آخر

الانبیاء ہیں، جبکہ آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ u تشریف لائیں گے؟ میں کہوں گا کہ آپ کے آخر الانبیاء ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ e کے بعد کسی کو بھی نبوت نہیں دی جائے گی اور عیسیٰ u تو ان انبیاء میں سے ہیں جو آپ e سے پہلے گزر چکے ہیں اور عیسیٰ u جب تشریف لائیں گے، تو محمد e کے قبلہ ہی کی طرف نماز پڑھیں گے۔ گویا وہ آپ e کی امت ہی کے فرد ہیں۔''

D تفسير روح المعانى للعلامة الشهاب الآلوسى.

(وخاتم النبين)... والخاتم اسم آلة لما يختم به كالطابع لما يطبع به فمعنى خاتم النبين الذى ختم النبيون به ومآله آخر النبين... وقرأ الجمهور وخاتم بكسر التاء اسم فاعل اى الذى ختم النبين والمراد به آخرهم ايضا وفى حرف ابن مسعود ولكن نبيا ختم النبين والمراد بالنبى ماهو اعم من الرسول فيلزم من كونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبين كونه خاتم النبين والمراد بكونه عليه الصلوٰة والسلام خاتمهم انقطاع حدوث وصف النبوة فى أحد من الثقلين بعد تحليه عليه الصلوٰة والسلام بها.

(تفسير روح المعانى، ص58-60، ج:7، مصر سنة 1301ھ)

q:''(اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور خاتم اسم آلہ ہے جس کے ذریعے مہر لگائی جاتی ہے۔ جیسے طابع (مہر) کا لفظ اس چیز کے لئے بولا جاتا ہے، جس کے ذریعے مہر لگائی جاتی ہے۔ پس خاتم النبیین کے معنی ہیں۔ وہ ذات جن کے ذریعے سلسلہ نبوت کو سربمہر کر دیا گیا اور اس کا مطلب ہے کہ آپ آخر انبیاء ہیں اور یہ جمہور کی قرأت ہے اور خاتم کسرۃ تاء کے ساتھ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اس سے بھی مراد ہے آخر الانبیاء، اور ابن مسعود کی قرأت ہے: (ولكن نبيا ختم النبين) یعنی آپ e نبی ہیں، نبیوں کے ختم پر ہیں اور نبی سے مراد وہ معنی ہے جو رسول سے زیادہ عام ہے، پس آپ e کے خاتم النبیین ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ خاتم المرسلین بھی ہیں اور آپ e کے وصف نبوت سے

آراستہ ہونے کے بعد، ثقلین (انس وجن) میں سے کسی فرد میں وصف نبوت کے پیدا ہونے کا منقطع ہونا۔"

E تفسیر الطبری

(مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ١ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا) ولكنه رسول الله وخاتم النبيين الذى ختم النبوة فطبع عليها فلا تفتح لاحد بعده الى قيام الساعة ولكن رسول الله وخاتم النبيين اى آخرهم وقرأ ذلك فيما يذكر الحسن وعاصم خاتم النبيين بفتح التاء بمعنى انه آخر النبيين كما قرأ مختوم ختامه مسك بمعنى آخره مسك. (جامع البيان، لابى جعفر محمد بن جرير الطبرى، ص12-13، ج10 بيروت 1400ھ 1980ء)

q:"(محمد e تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔) لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں، جنہوں نے سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا پس اس کو (سلسلہ نبوت) کو سر بمہر کر دیا۔ اب آپ e کے بعد قیامت تک کسی کے لئے نہیں کھلے گا۔ لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم پر ہیں۔ یعنی آپ e ان سب کے آخر میں (تشریف لانے والے) ہیں۔ جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے۔ حسن اور عاصم کی بھی قرأت یہی تھی، اور خاتم النبیین "تا" کی فتح کے ساتھ کے معنی ہیں: آخر الانبیاء جس طرح کہ ایک قرأت "مختوم ختامہ مسک" میں خاتمہ کے معنی ہیں: اس کے آخر میں مشک ہوگی۔"

F الدر المنثور للسيوطى

اخرج عبدالرزاق وعبد حميد وابن المنذر وابن ابى حاتم عن قتادة رضى الله عنه فى قوله ولكن رسول الله وخاتم النبيين قال آخر نبى.(للسيوطى، ج5، ص204 المكتبه الاسلاميه طهران)

G تفسير ابن كثير

(ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شيءٍ عليما) لقوله عزوجل (الله اعلم حيث يجعل رسالته) فهذه الآيةنص فى انه لا نبى بعده واذا كان لانبى بعده فلا رسول بعده بالطريق الاولىٰ والاحرىٰ لأن مقام الرسالة اخص من مقام النبوة فان كل رسول نبى ولا ينعكس وبذلك وردت الاحاديث المتواترعن رسول الله صلى الله عليه وسلم من حديث جماعة من الصحابة رضى الله عنهم.

q:"عبدالرزاق، عبد حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے (ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت قتادہ نے فرمایا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ (لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مانند ہے: (ترجمہ: اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے، جہاں جہاں اپنا پیغام بھیجتا ہے۔) تو یہ آیت نص ہے کہ آپ e کے بعد کوئی نبی نہیں، اور جب آپ e کے بعد کوئی نبی نہیں تو رسول تو بطریقہ اولی آپ کے بعد نہیں ہے، کیونکہ مقام رسالت مقام نبوت سے زیادہ خاص ہے کیونکہ ہر نبی رسول ہوتا ہے نہ کہ اس کا عکس، اور اسی کے بارے میں احادیث متواترہ وارد ہو چکی ہیں۔ جنہیں صحابہ کرام y کی جماعت نے نبی کریم e سے روایت کیا ہے۔"

(حديث آخر) قال الامام احمد حدثنا انس بن مالك رضى الله عنه قال. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدى ولا نبى.

q:"(ایک دوسری حدیث) حضرت امام احمد a نے حضرت انس بن مالک t سے روایت کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ e نے فرمایا ہے کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے، اب میرے

بعد نہ کوئی اور رسول ہے، اور نہ کوئی اور نبی۔"

وقد اخبر الله تبارك و تعالىٰ فى كتابه ورسوله صلى الله عليه وسلم فى السنة المتواترة عنه انه لا نبى بعده ليعلموا ان كل من ادعى هذا المقام بعده فهو كذاب افاك دجال ضال مضل فكل واحد من هولاء الكذابين يخلق الله تعالىٰ معه من الامور ما يشهد العلماء والمؤمنون بكذب من جاء بها وهذا من تمام لطف الله تعالىٰ بخلقه فانهم بضرورة الواقع لا يأمرون بمعروف ولا ينهون عن المنكر الا علىٰ سبيل الاتفاق او لما لهم فيه من المقاصد الى غيره ويكون فى غاية الافك و الفجور فى اقوالهم و افعالهم كما قال تعالىٰ (هل انبئكم على من تنزل الشياطين تنزل على كل افاك اثيم) الآية وهذا بخلاف حال الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام فانهم فى غاية البر والصدق والرشد والاستقامة والعدل فيما يقولونه ويفعلونه ويأمرون به وينهون عنه،

(تفسیر ابن کثیر، صفحہ 493-494)

q: "اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول اللہ e نے سنت متواترہ میں اس بات کی خبر دی ہے کہ آپ e کے بعد کوئی نبی نہیں، تاکہ سب لوگ جان لیں کہ جو شخص بھی آپ e کے بعد اس مقام کا دعویٰ کرے گا۔ وہ کذاب، دروغ گفتار، دجال خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہوگا۔ ان کذابوں میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کچھ ایسے امور و حالات کو پیدا فرمائے گا۔ جن کو علماء اور مؤمن دیکھ کر ان کے جھوٹا ہونے کی شہادت دیں گے اور یہ سب لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا لطف و احسان ہے، کیونکہ یہ جھوٹے دعویدار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کریں گے، اتفاقی طور پر کبھی کریں گے اور یا ان کے کچھ اس سے مقاصد وابستہ ہوں گے، تو کریں گے اور یہ لوگ اپنے قول و فعل میں

نہایت جھوٹے اور فسق و فجور میں مبتلا ہوں گے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں تم کو بتلاؤں کس پر شیاطین اترا کرتے ہیں۔ ایسے شخصوں پر اترا کرتے ہیں، جو دروغ گفتار، بدکردار ہوں، برخلاف انبیاء o کے احوال کے کہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں نیکی و سچائی ہدایت، استقامت و عدالت کے انتہائی اونچے مقام پر فائز ہوتے ہیں۔"

H تفسير الكبير للامام محمد الرازى.

(وخاتم النبين) وذالك لان النبى الذى يكون بعده نبى ان ترك شيئا من النصيحة والبيان يستدركه من يأتى بعده و اما من لا نبى بعده يكون اشفق على امته واهدى لهم وأجدى اذهو كوالد لولده الذى ليس له غيره من أحد(تفسیر الکبیر، صفحہ 786-787)

q: "(اور آپ سب نبیوں کے ختم پر ہیں) اور یہ اس لئے کہ جس نبی کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا ہے، اگر وہ نصیحت و بیان میں کوئی چھوڑ دے، تو اس کے بعد آنے والا نبی اس کی تلافی کرے گا، لیکن جس نبی کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں تو وہ اپنی امت کے بارے میں زیادہ فکرمند (مہربان) ان کو بہت ہی زیادہ رہنمائی کرنے والا اور ان کے زیادہ سے زیادہ عطا کرنے والا ہوتا ہے، کیونکہ وہ بمنزلہ ایسے باپ کے ہوتے ہیں۔ جس کے بیٹے کا سوائے باپ کے اور کوئی (آسرا) نہ ہو۔"

I تفسير البيضاوى:

(وخاتم النبين) وآخرهم الذى ختمهم او ختموا به مع ان المراد منه آخر من نبى (وكان الله بكل شيء عليما) فيعلم من يليق بأن يختم به النبوة.

(تفسیر البیضاوی، صفحہ 43، ج: 4- مکتبہ مصطفیٰ محمد۔ مصر)

q: "(اور آپ سب نبیوں کے ختم پر ہیں) اور آپ ان سب کے آخر میں آئے یا ان کا سلسلہ آپ ہی کے ذریعے ختم کیا گیا۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ e سب سے آخری نبی ہیں، جن کو

نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے) پس وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس لائق ہے کہ اس پر اس سلسلہ نبوت کا خاتمہ ہو۔"

ل تفسیر الخازن

(وخاتم النبيين) ختم الله به النبوة بعده اى و لا معه (وكان الله بكل شيء عليما) اى دخل فى علمه انه لا نبى بعده فان قلت قد صح ان عيسىٰ عليه السلام ينزل فى آخر الزمان بعده وهو نبى قلت:ان عيسىٰ عليه السلام ممن نبى قبلهوحين ينزل فى آخر الزمان عاملا بشريعة محمد صلى الله عليه وسلم و مصليا الى قبلته كأنه بعض امته(تفسير الخازن،ص- 5، ج:3، دار الكتب العربية پشاور)

q:"(اور آپ سب نبیوں کے ختم پر ہیں) اللہ تعالیٰ نے آپ e پر نبوت کے سلسلے کو ختم فرمایا، پس آپ کے بعد کوئی نبوت نہیں اور نہ آپ کی زندگی میں کوئی اور نبی ہوسکتا ہے۔ اور۔۔۔۔ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات داخل ہے کہ آپ e کے بعد کوئی اور نبی نہیں۔ اور اگر تم یہ کہو کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ آپ کے بعد آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ u تشریف لائیں گے، حالانکہ وہ نبی ہیں، میں کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ u ان لوگوں میں سے ہیں۔ جن کو آپ e سے پہلے نبوت عطا ہوئی تھی، اور جب وہ آخری زمانے میں تشریف لائیں گے، تو وہ محمد e کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے، اور آپ کے قبلہ کی طرف سے منہ کر کے نماز پڑھیں گے، گویا وہ آپ ہی کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔"

K تفسیر مدارك

(وخاتم النبيين) بفتح التاء عاصم بمعنى الطابع اى آخرهم يعنى آخرالانبياء لا احد بعده وعيسىٰ ممن نبى؟ قبله وحين ينزل ينزل

عاملا على شريعة محمد صلى الله عليه وسلم كانه بعض امته وغيره بكسر التاء بمعنى الطابع و فاعل الختم و تقويه قرأته ابن مسعود و لكن نبيا ختم النبيين. (تفسير مدارك برحاشيه تفسير خازن، ص:3- 5، ج3)

q:"(اور آپ نبیوں کے ختم پر ہیں) بفتح تاء حضرت عاصم کی قرأت ہے، خاتم بمعنی مہر کے ہے۔ یعنی آپ انبیاء o کے آخر میں ہیں۔ اور آپ کے بعد کسی اور کو نبوت نہیں دی جائے گی، اور عیسیٰ u ان لوگوں میں سے ہیں، جن کو آپ e سے پہلے نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا، اور وہ جب نیچے تشریف لائیں گے، تو آپ e ہی کی شریعت پر عمل کرتے ہوئے تشریف لائیں گے، گویا آپ ہی کی امت کے ایک فرد ہیں۔ بعض دوسروں کے نزدیک (خاتم) کسرہ کے ساتھ ہے، جس کے معنی مہر کے ہیں اور "ختم" کا فاعل ہے اور اس بات کی تائید ابن مسعود کی قرأت سے بھی ہوتی ہے: (ولکن نبیا ختم النبیین) لیکن آپ نبی ہیں اور آپ نے سلسلہ انبیاء کو ختم کر دیا۔"

قرآن کریم کے بعد ہمارا دوسرا سب سے بڑا ماخذ احادیث نبویہ ہے۔ یوں تو خاتم النبیین کی حیثیت سے آپ کی جملہ تعلیمات پر خاتمیت کی چھاپ لگی ہوئی ہے، جس کا ظہور آپ کی تعلیمات کی جامعیت، ہمہ گیری، عمق، وسعت، آفاقیت، ہمہ جہتی، دائمی انداز اور عالمگیری شان اور نہ ختم ہونے والے علوم اور مسائل کا منبع ہونے کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ آپ کی تعلیمات قرآن ہوں یا حدیث "لاتنقضی عجائبہ" کا مظہر ہے۔ جس سے آج تک حوادث مسائل اور آئندہ قیامت تک کے آنے والے مسائل کا بسہولت اور خوبی سے امت کے راسخین فی العلم علماء استنباط کرتے رہیں گے اور ایک طبقہ ایسا باقی رہے گا جو حق پر قائم ہوگا اور گمراہوں کی گمراہیوں سے امت کی حفاظت کرتا رہے گا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے:

B لاتزال طائفة من امتى ظاهرين حتى يأتيهم امر الله وهم ظاهرون. (كنز العمال مطبوعه حيدرآباد ص32، ج6، بحواله سنن

البیہقی)

q: ''ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ (حق کے ساتھ) غالب رہے گا، یہاں تک کہ اللہ کا امر (قیامت) آجائے گی اور وہ غالب ہوں گے۔''

ابوہریرہ اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے البزاز نے مرفوعاً نقل کیا ہے:

قال یحمل هذا العلم من کل خلف عدو له ینفون عنه تحریف الغالین و تأویل الجاهلین وانتحال المبطلین(مجمع الزوائد بحواله البزاز ،ص140 ،ج:1، النهایه لابن اثیر، ص65 ،ج:2)

q: ''نبی انور e نے ارشاد فرمایا کہ اس (دینی) علم کو ہر جانے والے سے ایسے عادل لوگ لیں گے جو کہ اس علم سے غلو کرنے والوں کی تحریف اور جاہلوں کی تاویل اور باطل پرستوں کی باطل باتوں کو دور کرتے رہیں گے۔''

پہلی حدیث کی مؤید اسی قسم کی متعدد احادیث ہیں:

B لا تزال من امتی امة قائمة بامر الله لا یضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتیٰ یاتیهم امر الله وهم علیٰ ذالك.

(بخاری۔ علامات النبوة)

q: ''میری امت کا ایک گروہ خدا کی شریعت کو لے کر قائم رہے گا اور اس کو چھوڑنے والے اور اس کے مخالف اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی بات یعنی قیامت آجائے گی اور وہ اسی پر قائم رہیں گے۔''

C لایزال ناس من امتی ظاهرین حتی یأتیهم امر الله و هم ظاهرون.(بخاری۔ علامات النبوة)

q: ''میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گی یہاں تک کہ خدا کی بات یعنی قیامت آجائے گی اور وہ (اس وقت بھی) غالب ہوں گے۔''

D لا یزال من امتی قوم ظاهرین حتی یأتیهم امر الله.

(بخاری۔ کتاب التوحید)

q: ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔''

E لا یزال من امتی امةقائمة بامر الله لا یضرهم من کذبهم و لا من خذلهم حتی یأتی امر الله و هم علی ذالك(بخاری۔ کتاب التوحید)

q: ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ احکام الٰہی کو لے کر قائم رہے گا۔ اور اس کو جھٹلانے والے اور اس کو چھوڑنے والے اس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔''

F لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لا یضرهم من خذلهم حتی یأتیهم امر الله و هم کذالك. (مسلم۔ کتاب الامارة)

q: ''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غلبہ کے ساتھ قائم رہے گی۔ مخالف اور اس کو چھوڑنے والا اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔''

G لن یبرح هذا الدین قائماً یقاتل علیه عصابة من المسلمین حتی تقوم الساعة.(مسلم۔ کتاب الامارة)

q: ''یہ دین اسلام ہمیشہ قائم رہے گا۔ اس کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ لڑتی رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔''

H لاتزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الیٰ یوم القیامة. (مسلم کتاب الامارة)

q: ''میری امت کا ایک گروہ قیامت تک حق پر لڑتا رہے گا اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا۔''

I لاتزال طائفة من امتی قائمة بامر الله لا یضرهم من خذلهم او خالفهم حتیٰ یاتی امر الله و هم ظاهرون علی الناس.

(مسلم. كتاب الامارة)

q: ''میری امت میں سے کچھ لوگ ہمیشہ احکام الٰہی کو لے کر قائم رہیں گے ان کو چھوڑنے والے اور مخالف کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ غالب رہیں گے۔''

J ولا تزال عصابة من المسلمين يقاتلون على الحق ظاهرون علىٰ من ناواهم الىٰ يوم القيامة(مسلم. كتاب الامارة)

q: ''مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی اور قیامت تک اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی۔''

K لا تزال عصابة من امتى يقاتلون علىٰ امر الله قاهرين لعدوهم لايضرهم من خالفهم حتى يأتيهم الساعة وهم علىٰ ذالك. (مسلم. كتاب الامارة)

q: ''میری امت کی ایک جماعت خدا کی شریعت کے قائم کرنے پر لڑتی اور اپنے دشمنوں کو دباتی رہے گی اور اس کے مخالف اس کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ اسی غلبہ کی حالت میں رہے گی۔''

یہ حدیثیں صرف صحیحین کی ہیں۔ حدیث کی دوسری کتابوں میں سے جیسے مستدرک حاکم، جامع ترمذی، سنن نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان میں بھی اس معنی کی حدیثیں مذکور ہیں۔

(دیکھیے کنز العمال، ج:6، ص:231 و ص:235)

احادیث میں لفظ خاتم النبیین کی تشریح

احادیث صحیح میں لفظ خاتم النبیین کی تشریح بالکل صاف اور واضح ہے۔ مسند احمد اور جامع ترمذی میں حضرت ثوبان t اور مسند احمد میں حضرت خذیفہ t سے روایت ہے کہ آپ e نے ایک لمبی حدیث کے آخر میں فرمایا:

''وانى خاتم النبيين لا نبى بعدى.'(مسند احمد، ج:5، ص278 و 396،

جامع ترمذى كتاب الفتن حديث حسن صحيح)

q: ''یہ حدیث مختلف الفاظ میں اس قدر تواتر سے معنوی سے مروی ہے کہ بقول علامہ محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا تواتر معنوی ایسا ہے کہ اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔''

(تحذیر الناس، ص:13)

B حضرت ثوبان کہتے ہیں کہ رسول اللہ e فرمایا:

وانه سيكون فى امتى كذابون ثلثون كلهم يزعم انه نبى الله وانا خاتم النبيين لا نبى بعدى.

(مشكوٰة كتاب الفتن، ص465 بحواله ابوداؤد ترمذى)

q: ''میری امت میں میرے بعد تیس جھوٹے نبی نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ حالانکہ میں انبیاء کا خاتم ہوں اور اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

C نبی کریم e نے ایک مؤثر تمثیل کے ذریعے اپنا خاتم النبیین ہونا امت کے ذہن نشین فرمایا ہے۔ چنانچہ ابوہریرہ t سے روایت ہے کہ آپ e نے فرمایا:

ان مثلى ومثل الانبياء عن قبلى كمثل رجل بنىٰ بيتاً فاحسنه و اجمله الا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويتعجبون له ويقولون هلا وضعت هذه اللبنة فانا اللبنة وانا خاتم النبيين. (بخارى، ص50، ج2 باب خاتم النبيين)

q: ''کہ میری اور دیگر انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے خوبصورت اور عمدہ گھر بنایا ہو اور اس میں صرف ایک اینٹ باقی رہ گئی ہو۔ لوگ آ آ کر اس محل کو دیکھتے ہیں اور اس کی خوبصورتی پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ اینٹ بھی رکھ دی گئی ہوتی تو کیا اچھا ہوتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: میں ہی وہ (تکمیلی) اینٹ ہوں اور میں پیغمبروں کا خاتم ہوں۔''

D چرخ رسالت کا بدر کامل طلوع ہو چکا۔ فلک نبوت کا مہر منیر اپنی تابانیوں سے عالم کو بقعہ نور بنا

چکا، اس لئے اب کسی نئے نبی یا رسول کے آنے کی قطعاً ضرورت نہیں رہی اور یہی وہ فضیلت خاصہ ہے، جو نبی امی (فداہ ابی وامی) e کو دوسرے خصائص کے ساتھ دوسرے انبیاء o پر دی گئی۔ چنانچہ ارشاد رسالت ہے:

فضلت على الانبياء بست اعطيت جوامع الكم و نصرت بالرعب واحلت لى المغانم وجعلت لى الارض طهوراً و مسجداً وارسلت الى الخلق كافة وختم بى النبيون (صحيح مسلم، ص199 ج:1 كتاب المساجد و مواضع الصلوٰة)

q: ''مجھے دیگر انبیاء پر چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی: مجھے جوامع الکلم عطا ہوئے، رعب سے میری مدد کی گئی، مال غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا، تمام روئے زمین میرے لئے مسجد بنی، میری بعثت تمام دنیا کی طرف ہوئی اور انبیاء کا سلسلہ میری ذات پر ختم ہوا۔''

E ابن ماجہ میں ام کرز الکعبۃ کی روایت رسول اللہ e سے ہے کہ آپ e نے فرمایا:

ذهبت النبوة بقيت المبشرات (ابن ماجه ،ابواب تعبير الرويا، ص286)

q: ''نبوت (قطعاً) جاتی رہی صرف خوش خبریاں باقی رہ گئیں۔''

F حضرت انس t رسول اللہ e کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں:

ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدى ولا نبى (ترمذى كتاب الرويا و تفسير ابن كثير ،ص494 ،ج2 بحواله احمد و ترمذى)

q: ''رسالت ونبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی۔''

G امام بخاری ومسلم ابوہریرہ t سے رسول اللہ e کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

قال كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبى خلفه نبى وانه لا نبى بعدى.(صحيح بخارى ما ذكر عن بنى اسرائيل، ص491 ج:1 و مسلم كتاب الامارة،ة ص126 ج:2)

q: آپ نے فرمایا: بنو اسرائیل کی حکومت وسیاست کا فریضہ انبیاء سرانجام دیا کرتے تھے۔ جب ایک نبی کا وصال ہو جاتا تھا تو دوسرا نبی اس کی جگہ لینے کو پیدا ہوتا تھا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

H حضرت جابر t روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

وانا خاتم النبيين ولا فخر.

(مشكوٰة ،ص514، سيرة النبى ،ص857، ج:3، بحواله سنن دارمى)

q: ''اور میں پیغمبروں کا خاتم ہوں اور میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔''

I صحیح مسلم کی ایک روایت میں جو حضرت جابر t سے ہے۔ اس حدیث کے آخری الفاظ اس طرح پر مروی ہیں:

فانا موضع اللبنة جئت فختمت الانبياء عليهم السلام. (صحيح مسلم ،ذكر كونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبين ،ص248، ج:2)

q: ''تو میں اس آخری اینٹ کی جگہ ہوں میں آیا تو پیغمبروں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔''

J ترمذی کے الفاظ یہ ہیں:

وانا فى النبين موضع تلك اللبنة (ترمذى باب فضائل النبى صلى الله عليه وسلم عن ابى ابن كعب)

q: ''میں پیغمبروں میں اسی آخری اینٹ کی جگہ ہوں۔''

K حضرت عبداللہ ابن عمرو t سے امام محمد نے ایک طویل روایت نقل کی ہے۔ جس کے شروع کے الفاظ یہ ہیں:

خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما كالمودع فقال انا محمد النبى. الامى ثلاثا ولا نبى بعدى.

q: ''ایک دن رسول اللہ e ہمارے پاس اس طرح آئے گویا رخصت کرنے آئے ہیں۔ اور تین مرتبہ فرمایا میں محمد نبی امی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

L محدث کبیر حافظ ابوبکر بزاز نے عبداللہ ابن عمر t سے حجۃ الوداع کے ایک طویل خطبے کے آخری الفاظ یہ نقل کئے ہیں:

الا ليبلغ شاهدكم غائبكم لا نبى بعدى ولا امة بعدكم ثم رفع يديه فقال اللهم اشهد. (البدايه والنهايه، ص203، ج5)

q: ''دیکھو! تم میں جو یہاں موجود ہیں۔ ان تک میرے یہ پیغام پہنچا دیں۔ جو یہاں موجود نہیں، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی دوسری میری امت نہیں۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور ارشاد فرمایا۔ اے اللہ گواہ رہو!''

M حضرت علی t کو جب آپ e نے اہل بیت کی نگرانی کے لیے مدینہ منورہ میں چھوڑ کر تبوک جانا چاہا اور حضرت علی t نے ہمرکاب نہ ہونے پر ملال خاطر ظاہر کیا، تو آپ e نے ان کو تسلی دی اور فرمایا:

الا ترضىٰ ان تكون منى بمنزلةهارون من موسىٰ الا انه ليس نبى بعدى. (صحيح بخارى، غزوه تبوك)

q: ''کیا تم اس پر خوش نہیں کہ تم میں اور مجھ میں وہ نسبت ہو ہارون u اور موسیٰ u میں تھی۔ لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

صحیح مسلم (مناقب علی) میں یہ الفاظ ہیں:

غير انه لا نبى بعدى الا انه لا نبوة بعدى.

q: ''لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔''

N ترمذی اور مستدرک حاکم میں ہے کہ آنحضرت e نے حضرت عمر t کی مدح میں فرمایا:

لو كان نبى بعدى لكان عمر ابن الخطاب

q: ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو وہ خطاب کے بیٹے عمر ہوتے۔''

عربی زبان جاننے والے کو معلوم ہے کہ ''لو'' امر محال کے لئے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ

آپ کے بعد کسی دوسرے نبی کا آنا محال ہے۔

سیدنا حضرت عمر t اور حضرت علی t کے متعلق محولہ بالا احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح نمایاں ہو جاتی ہے کہ جب حضرت عمر t اور حضرت علی t جیسی شخصیات اس وجہ سے نبوت کے مقام اور منصب پر فائز نہیں ہو سکتیں کہ آپ e کے بعد نبوت کلیۃً ختم ہے۔ تو ہاشمایا کسی اور کا کیا مقام ہے کہ اسے نبوت دی جائے۔ ختم نبوت کے بارے میں تقریباً دو سو کے قریب احادیث صحاح اور دیگر کتابوں میں نقل کی گئیں ہیں۔ جن سے ختم نبوت عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اور اقتضاء النص سے ثابت ہے۔ وقت کی قلت مانع ہے۔ ورنہ ان کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ تاہم ضمیمہ میں ہم نے دو ایسی احادیث نقل کر دی ہیں جو ختم نبوت از مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب a سے ماخوذ ہیں۔ اس بارے میں علامہ ابن قیم کی ایک نفیس بحث ہم اس لئے یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس سے ختم نبوت کا اجراء اور کسی ایک نئے نبی کی آمد بھی باطل خلاف عقل و نقل ٹھہرتی ہے۔ علامہ موصوف ''اعلام الموقعین'' میں لکھتے ہیں:

فالصحيح قسم من أقسام الشريعة لا قسيم لها والباطل ضدها ومنافيها وهذا الأصل من أهم الأصول وأنفعها، وهو مبنى على حرف واحد، وهو عموم رسالة صلى الله عليه وسلم بالنسبة الى كل ما يحتاج اليه العباد فى معارفهم وعلومهم وأعمالهم وانه لو يحوج أمته الى أحد بعده وانما حاجتهم الى من يبلغهم عنه ما جاء به فلرسالته عمومان محفوظان لا يتطرق اليهما تخصيص عموم بالنسبة ةالى المرسل اليهم و عموم بالنسبة الى كل ما يحتاج اليه من بعث اليه فى اصول الدين و فروعه فرسالته كافية شافية عامة لا تحوج الى سواها. ولايتم الايمان به الا باثبات عموم رسالته فى هذا و هذا، فلا يخرج أحد من المكلفين عن رسالته

ولا يخرج نوع من انواع الحق الذى تحتاج اليه الأمة فى علومها و اعمالها عماجاء به.

q:''پس صحیح (یعنی صحیح بات یا مسئلہ) شریعت کے اقسام میں سے ہی ایک قسم ہے جس کی تقسیم نہیں ہوسکتی۔اور باطل جو ہے وہ اس کا عکس اور منافی ہے۔اور یہ بنیادی اصول اہم ترین اور سب سے فائدہ مند اصولوں میں ہے۔اور یہ ایک بات پر مبنی ہے اور وہ حضور e کے رسالت کی عمومیت اس نسبت سے ہے کہ بندے اپنی معرفت علوم، اعمال میں اس کے محتاج ہیں اور امت آپ e کے بعد کسی اور کے محتاج نہیں اور بے شک ان کی حاجت ان لوگوں سے ہے جو حضور e کے لائے ہوئے احکام کی تبلیغ کرتے ہیں۔پس آپ e کی رسالت دو عمومیتوں میں محفوظ ہے۔جن کی تخصیص کا کوئی راستہ نہیں۔ایک عمومیت مرسل الیہم کی نسبت ہے اور دوسری عمومیت ان چیزوں کی نسبت سے ہے، جن کی مرسل الیہم کو اصول دین اور اس کے فروع میں ضرورت پڑتی ہے۔پس آپ e کی رسالت کافی، شافی اور عام ہے۔جو کسی اور کی محتاج نہیں اور آپ e کے رسالت کی عمومیت کے اثبات کے بغیر ایمان متحقق نہیں ہوسکتا۔پس کوئی مکلف آپ e کی رسالت سے نہیں نکل سکتا اور جن علوم، اعمال اور وہ احکام جس کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے اور جس کی امت محتاج ہے۔اس میں سے حق کی انواع میں سے کوئی نوع خارج نہیں ہوسکتی۔''

الرسول يبين كل شيء: وقد توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم وما طائر يقلب جناحيه فى السماء الا ذكر للأمة منه علماً وعلم مهم كل شيء حتى آداب التخلى و آداب الجماع و النوم و القيام والقعود، والأكل الشرب والركرب والنزول، والسفر والاقامة توالصمت والكلام، والعزلة والخلطة، والغنى والفقر والصحة والمرض وجميع أحكام الحياة والموت ووصف لهم العرش والكرسى والملائكة والجن والنار والجنة ويوم القيامة وما فيه حتى كأنه

راى؟ عين وعرفهم معبودهم والههم أتم تعريف حتى كانهم يرونه ويشاهدونه باوصاف كماله ونعوت جلاله وعرفهم الأنبياء أممهم وماجرى لهم وما جرى عليهم حتى كانهم كانوا بينهم، وعرفهم من طرق الخير والشر دقيقها وجليلها ما لم يعرفه نبى لأقبله وعرفهم صلى الله عليه وسلم من احوال الموت وما يكون بعده فى البرزخ وما يحصل فيه من النعيم والعذاب للروح والبدن مالم يعرف به نبى غيره، وكذلك عرفهم صلى الله عليه وسلم من أدلة التوحيد والنبوة والمعاد والرد على جميع فرق أهل الكفر والضلال ما ليس لمن عرفه حاجة من بعده، اللهم الا الى من يبلغه اياه ويبينه و يوضح منه ما خفى عليه وكذلك عرفهم صلى الله عليه وسلم من مكايد الحروب و لقاء العدو وطرق النصر والظفر ما لو علموه وعقلوه ورعوه حق رعايته لم يقم لهم عدو أبدا، و كذلك عرفهم صلى الله عليه وسلم من مكايد ابليس وطرقه التى يأتيهم منها وما يتحرزون به من كيده ومكره وما يدفعون به شره مالا مزيد عليه، و كذلك عرفهم صلى الله عليه وسلم من أحوال نفوسهم وأوصافها ودسائسها و كيجائنها مالا حاجة لهم معه الى سواه، وكذلك عرفهم صلى الله عليه وسلم من أمور معايشهم ما لو علموه و عملوه لاستقامت لهم دنياهم أعظم،

q:''حضور e ہر چیز کی وضاحت فرماتے ہیں: نبی انور e نے اس حال میں اس دنیا سے پردہ فرمایا کہ اپنی امت کو (علم کی جملہ تفصیلات سے آگاہ فرمایا یہاں مثالاً کہا جاسکتا ہے) کہ کوئی پرندہ

جو آسمان کی فضا میں اپنے پروں کو الٹتا پلٹتا ہے۔ اس کا ذکر بھی کر دیا۔ اور ان کو تمام چیزوں کی تعلیم دی۔ یہاں تک کہ بیت الخلاء کے آداب اور جماع نیند اور قیام، قعود، کھانے پینے، سوار ہونے اور اترنے، سفر اور مقیم ہونے، خاموشی اور گفتگو، گوشہ نشینی اور میل جول، دولتمندی اور فقیری، صحت اور بیماری اور تمام احکام زندگی اور موت کے آداب کی تعلیم فرمائی۔ اور امت کو عرش، کرسی ملائکہ جن آگ (دوزخ) و جنت اور قیامت اور جو کچھ اس میں ہے کہ اوصاف بیان کئے۔ اس وضاحت کے ساتھ گویا وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور ان کو ان کے معبود والہ کی معرفت کامل اس حد تک کر دی گویا کہ وہ اسے دیکھ رہے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اس کے جملہ اوصاف کمال، صفات جلال کے ساتھ اور انہیں کو انبیاء اور امتوں کی تعریف کی اور جو ان انبیاء کے ساتھ ہوا اور جو ان کی امتوں پر گزری اسے ایسا بتایا گویا کہ وہ آپ کی امت کے درمیان موجود ہیں۔ اور انہیں خیر و شر کے باریک ترین اور واضح راستوں کی وضاحت اس طور پر فرمائی کہ آپ e سے پہلے کسی نبی نے اپنی امت کو ایسی وضاحت نہیں فرمائی تھی۔ اور ان کو آپ e نے موت کے احوال اور جو موت کے بعد عالم برزخ میں واقعات ہوں گے اور روح و بدن کو جو نعمتیں یا عذاب ہوگا، ایسا بتایا کہ کسی دوسرے نبی نے آپ کے بغیر نہیں بتایا۔ اور اس طرح حضور انور e نے توحید و نبوت، قیامت اور اہل کفر و ضلالت کے تمام فرقوں کی رد میں دلائل کی تعلیم فرمائی اور جو اس کو جان لے تو وہ اور کسی کا محتاج نہیں رہتا۔ سوائے اس بات کے کہ جو امور ان باتوں میں خفی ہیں۔ ان کی تشریح و وضاحت ان لوگوں سے کی جائے جن تک یہ باتیں پہنچائی جائیں اور اسی طور پر حضور e نے انہیں جنگ کی تدبیریں دشمن سے مقابلہ اور فتح و ظفر کے طریقے سمجھائے جن کو اگر وہ سیکھ لیتے اور جان لیتے اور ان کی مکمل رعایت کرتے تو ہمیشہ کے لئے ان سے سامنے دشمن نہ ٹھہر سکتا اور اسی طرح حضور e نے ان کو ابلیس (شیطان) کی چالاکیوں اور جن راستوں سے وہ آتا ہے اور اپنے مکر و فریب جمع کر کے شر کو پھیلاتا ہے، سے آگاہ فرمایا۔ اور جن چیزوں سے شیطان کے شر سے محفوظ ہو سکتے ہیں، اس طرح بتایا جس پر کوئی زیادت نہیں ہو سکتی۔ اور اسی طرح حضور e نے نفس کی حالتیں ان کی صفات اور ان کی مکاریوں اور پوشیدہ حالتوں کی تعلیم فرمائی۔ جن کے جان لینے کے بعد ان کو اور کسی

دوسری چیز کی اس بارے میں حاجت نہیں اور اسی طرح رسول اللہ e نے انہیں دنیوی امور اور زندگی کی ایسی تعلیم عطا فرمائی کہ اگر وہ اسے کما حقہ جان لیتے اور ان پر عمل کر دیتے تو ان کی دنیا ان کے لئے بہترین طرز سے سدھرتی۔"

لا حاجة للناس بعد رسول الله و دينه نبى آخر. وبالجملة فجاءهم بخير الدنيا والآخرةقرمّته، ولم يحوجهم الله الى احد سواه فكيف يظن أن شريعته الكاملة التى ماطرق العالم شريعة أكمل منها ناقصة تحتاج الى سياسةخارجة عنها تكملها، أو الى قياس او حقيقة او معقول خارج عنها؟ ومن ظن ذلك فهو كمن ظن أن بالناس حاجة الى رسول آخر بعده، وسبب هذا كله خفاء ماجاء به على من ظن ذلك وقلة نصيبه من الفهم الذى وفق الله له أصحاب نبيه الذين اكتفوا بما جاء به واستفتوا به عماسواه، وفتحوا به القلوب والبلاد، وقالوا:هذا عهد نبينا وهو عهدنا اليكم.

q: "حضور e اور اس کے دین کے بعد لوگوں کو (کسی نئے نبی اور رسالت کی) کوئی حاجت نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ e دنیا و آخرت کے مکمل خیر و برکت کے ساتھ مبعوث ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ e کے علاوہ ان کو کسی کا محتاج نہیں کیا پس کیسے یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ آپ e کی شریعت کا سلسلہ جس سے اکمل شریعت دنیا میں اس نے نہیں بھیجی ناقص ہے۔ اور اسے کسی خارجی تدبیر و سیاست (علم والہام) کی ضرورت ہے، جو اسے کامل کر دے یا یہ کامل شریعت کسی ایسے قیاس یا حقیقت یا عقلی بات جو اس سے خارج ہو اس کی محتاج ہو سکتی ہے۔ جس کسی نے ایسا گمان کیا گویا وہ گمان کرتا ہے کہ لوگ حضور e کے بعد کسی اور رسول کے آنے کے محتاج ہیں۔ (جو آپ کے ختم نبوت کے بعد عقلاً و نقلاً محال ہے۔) اور ان تمام باتوں کا سبب ان چیزوں کا مخفی ہونا ہے جو آپ لے کر آئے اور اللہ تعالیٰ

نے نبی انور e کے صحابہ کو جن بلند ارادوں کی توفیق بخشی تھی۔ اس میں سے کم حصہ پانا ہے۔ یہ وہ صحابہ تھے جنہوں نے ان باتوں پر اکتفا کیا تھا جو حضور انور e لے کر آئے تھے۔ اور اس کے علاوہ سب چیزوں سے نگاہ مستغنی ہو چکے تھے اور اس کے ذریعے انہوں نے دلوں اور شہروں کو فتح کیا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی پاک e کا ہمارے ساتھ عہد تھا اور اب یہ تمہارے ساتھ ہمارا عہد ہے۔''

وقد قال الله تعالىٰ: أولم يكفهم أنا انزلنا عليك الكتاب يتلى عليهم ان فى ذلك لرحمة وذكرى لقوم يؤمنون.

q: ''اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو یہ بات کافی نہیں ہوئی کہ ہم نے آپ e پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ان کو سنائی جاتی رہتی ہے۔ بلاشبہ اس کتاب میں ایمان لانے والے لوگوں کیلئے بڑی رحمت اور نصیحت ہے۔''

وقال تعالىٰ: وأنزلنا عليك الكتاب تبياناً لكل شيء وهدى ورحمة وبشرى للمسلمين. .(اعلام الموقعين،ص376 ،ج4)

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: اور ہم نے آپ e پر قرآن اتارا ہے کہ تمام (دین کی) باتوں کا بیان کرنے والا ہے اور (خاص) مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور بڑی خوشخبری سنانے والا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ میں اپنے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ سے نقل کرتے ہیں:

وهو صلى الله عليه وسلم مع ظهور امره، وطاعة الخلق له وتقديمهم له على الانفس والأموال مات ولم يخلف درهما ولا دينارا ولا شاة ولا بعيرا، الا بغلة وسلاحه ودرعه مرهونة عند يهودى على ثلثين وسقا من شعير ابتاعها لأهله وكان بيده عقار ينفق منه على اهله والباقى يصرفه فى مصالح المسلمين فحكم بأنه لا يورث ولا يأخذ ورثته شيئاً من ذلك وهو فى كل وقت يظهر من عجائب الآيات ما يطول وصفه ويخبرهم بما كان و ما يكون. وامرهم بالمعروف و

ينهاهم عن المنكر ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث ويشرع الشريعة شيئاً بعد شئى حتى اكمل الله دينه الذى بعثه به، وجأت شريعة اكمل الشريعة. لم يبق معروف لعرف القول انه معروف الأمر به ولا منكر تصرف القول انه منكر الا نهى عنه. لم يأمر بشىء فقيل ليته لم يأمر به ولا نهى عن شىء فقيل: ليته لم ينه عنه واحل لهم الطيبات لم يحرم منها شيئاً كما حرم فى شريعة غيره وحرم الخبائث لم يحل منها شيئاً كما استحل غيره وجمع محاسن ما عليه الامم فلا يذكر فى التوراة والانجيل والزبور نوع من الخبر عن الله وعن الملائكة وعن اليوم الآخرة وقد جاء به على اكمل وجه واخبر باشياء ليست فى الكتاب وليس فى الكتاب ايجاب العدل وقضاء بعض وندب الى الفضائل وترغيب فى الحسنات الا وقد جاء به وبما هو احسن منه واذ نظر اللبيب فى العبادات التى شرحها وعبادات غيره من الامم ظهر له فضلها ورجهانها وكذلك فى الحدود والاحكام وسائر الشرائع وامته اكمل الامم فى كل فضيلة واذا قيس علمهم بعلم سائر الامم ظهر فضل علمهم وان قيس دينهم وعبادتهم وطاعتهم لله بغيرهم ظهر انهم ادين من غيرهم، واذا قيس شجاعتهم وجهادهم فى سبيل الله وصبرهم على المكاره فى ذات الله، ظهر انهم اعظم جهاداً واشجع قلوباً، واذا قيس سخاؤهم وبرهم وساحة انفسهم بغيرهم، ظهر انهم اسخى واكرم من غيرهم، وهذه الفضائل به نالوها۔ (البداية والنهاية، ص:72، ج:6)

''اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لائے ہوئے دین کے غالب آجانے، اور مخلوق کے فرمانبردار ہوجانے اور لوگوں کا آپ کو اپنی جانوں اور مالوں پر ترجیح دے دینے کے باوجود ایسی حالت میں انتقال فرمایا کہ وراثت میں نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار، نہ بکری نہ اونٹ سوائے اپنے خچر اسلحہ اور اس زرہ کے جو ایک یہودی کے پاس تیس وسق جو پر جو کہ آپ نے اپنی اہل کے لئے خریدے تھے، گروی تھی۔ اور آپ

کے پاس کچھ زمین تھی، جس میں سے آپ اپنی اہل پر خرچ کرتے تھے اور باقی مسلمانوں کے مصالح میں صرف فرماتے تھے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ آپ کی میراث نہیں ہوگی اور آپ کے ورثاء (ان میں سے) کچھ بھی نہیں لیں گے اور آپ ہر وقت عجیب معجزات ظاہر فرماتے تھے، جن کا ذکر بہت لمبا ہے اور لوگوں کو جو ہوا اور جو ہوگا اس کے بارے میں خبر دیتے تھے۔ اور آپ ان کو اچھی باتوں کا حکم دیتے تھے۔ اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے تھے۔ اور آپ شریعت کے احکام کو تدریجاً بیان فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو مکمل فرمادیا، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تھا۔ آپ کی شریعت کامل ترین شریعت ہے۔ کوئی ایسی نیکی نہیں رہی جسے عقل سمجھے کہ یہ نیکی ہے اور آپ نے اس کا حکم نہ کیا ہو اور نہ کوئی ایسی برائی رہی جسے عقل سمجھے کہ یہ برائی ہے اور آپ نے اس سے منع نہ فرمایا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیا، جس کے بارے میں یہ کہا جاسکے کہ کاش اس کا حکم نہ دیا جاتا اور نہ کسی ایسی بات سے روکا جس کے بارے میں کہا جاسکے کہ کاش اس بات سے نہ روکا جاتا۔ آپ نے ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال فرمایا۔ ان میں سے کوئی ایسی چیز حرام نہیں کی جیسے کہ دوسرے مذاہب میں حرام کی گئی تھی اور ناپاک چیزوں (خبائث) کو حرام کیا اور ان میں سے کسی ایسی چیز کو حلال نہیں کیا جسے کسی دوسرے مذاہب نے حلال کیا ہو اور آپ نے ایسے محاسن کو جمع فرمایا جن پر امتیں متفق تھیں۔ پس تورات، انجیل، زبور میں اللہ تعالیٰ ملائکہ اور آخرت کے بارے میں کسی قسم کی ایسی خبر نہیں جسے آپ نے کامل ترین طریقے پر بیان نہ فرمایا ہو۔ آپ نے ایسی چیزوں کی خبر دی، جو کتابوں میں انصاف و عدل، انصاف سے فیصلہ کرنے، فضائل کی طرف چلنے اور نیکیوں کی ترغیب دینے کے بارے میں کوئی بات ایسی نہیں جو آپ نے بیان نہ فرمائی ہو۔ بلکہ اس سے بھی بہتر چیز ارشاد فرمائی۔ جب ایک عقلمند ان عبادات کو دیکھے جو آپ لے کر آئے اور دوسری امتوں کی عبادات کو دیکھئے تو اس پر آپ والی عبادات کی افضلیت اور حسن ظاہر ہوجائے گا۔ یہی حال حدود، احکام اور تمام قوانین کا ہے۔ آپ کی امت ہر فضیلت میں کامل ترین امت ہے۔ جب آپ کی امت کے علم دوسری تمام امتوں کے علم کے ساتھ موازنہ کیا جائے۔ تو آپ کی امت کے علم کی افضلیت ظاہر ہوجائے گی۔ جب آپ کی

امت کے دین، عبادات اور اطاعت الٰہی کا دوسری امتوں کے (اعمال) کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ظاہر ہوجائے گا کہ آپ کے امتی سب سے زیادہ دین کے پابند ہیں، اور جب آپ کے امتیوں کی شجاعت جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ کے لئے تکلیفوں پر صبر کرنے کا دوسروں سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ جہاد کے لحاظ سے سب سے بڑھے ہوئے اور دلوں کے لحاظ سے سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ اور جب آپ کے امتیوں کی سخاوت، نیکی اور لطف و کرم کا دوسروں کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ظاہر ہوجائے گا کہ سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے اور سب سے زیادہ داد و دہش کرنے والے ہیں۔ یہ سب فضائل صحابہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے۔"

ختم نبوت اور علامہ اقبال:

علامہ اقبال مرحوم کی شخصیت اپنی مشرقی و مغربی علوم پر نظر کی بناء پر اپنی حیثیت میں منفرد ہے۔ اتنا عظیم مفکر صدیوں میں اسلام نے پیدا کیا وہ اگر ایک طرف علوم مغرب کے ماہر اور رمز آشناء تھے۔ تو دوسری طرف مشرقی علوم پر ان کی نگاہ انتہائی گہری تھی۔ اسلام کے بارے میں ان کی خدمات کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب اور قادیانیت نے جب پر و بال نکالے۔ علامہ کے دیدہ ور نگاہ سے اسلام کے بارے میں قادیانیت کے مہلک اور مضر اثرات اوجھل نہ رہے اور انہوں نے ببانگ دہل مرزائیت کا ابطال کیا اور اسے ختم نبوت سے کھلی بغاوت قرار دیا۔ اس سلسلے میں اقبال مرحوم کی چند تحریریں عدالت عالیہ کی نگاہ میں لانا ضروری سمجھتا ہوں۔

1۔ اپنے خطبات تشکیل جدید الٰہیات میں کہتے ہیں:

"ختم نبوت اسلام کا ایک نہایت اہم اور بنیادی تصور ہے، اسلام میں نبوت چونکہ اپنے معراج کمال کو پہنچ گئی لہٰذا اس کا خاتمہ ضروری ہوگیا۔ اسلام نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان سیاروں پر زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ اس کے شعور ذات کی تکمیل ہوگی تو یوں ہی کہ وہ خود اپنے وسائل سے کام لینا سیکھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اگر دینی پیشوائی کو تسلیم نہیں کیا یا موروثی بادشاہت کو جائز نہیں رکھا یا بار بار عقل اور تجربے پر زور دیا یا عالم فطرت اور عالم تاریخ کو علم انسانی کا سرچشمہ ٹھہرایا، اس لئے کہ ان سب کے اندر یہی نکتہ مضمر ہے۔

یہ سب تصورات خاتمیت ہی کے مختلف پہلو ہیں۔ ہم نے ختم نبوت کو مان لیا تو گویا یہ عقیدہ بھی مان لیا کہ اب کسی شخص کو اس دعویٰ کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کے علم کا تعلق چونکہ کسی مافوق سرچشمہ سے ہے۔ لہٰذا ہمیں اس کی اطاعت لازم آتی ہے۔ خاتمیت کا تصور ایک طرح کی نفسیاتی قوت ہے، جس سے اس قسم کے دعوؤں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔'' (پانچواں خطبہ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ۔ صفحہ: 193 یا 195)

2۔ نہرو کے جواب میں تحریر فرمایا:

''انسانیت کے تمدنی تاریخ میں غالباً ختم نبوت کا تخیل سب سے انوکھا ہے۔ اس کا صحیح اندازہ مغرب اور ایشیاء کے موبدانہ تمدن کے مطالعے سے ہو سکتا ہے۔ موبدانہ تمدن میں زرتشتی یہودی نصرانی اور صابی تمام مذاہب شامل ہیں۔''

علامہ اقبال نے قادیانیت کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کی بنیاد تمام تر نظریہ ختم نبوت پر ہے۔ ان کے افکار انتہائی خیال انگیز، اہم اور ملت کی بنیادوں کو استوار رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ اس لئے موجودہ قضیہ میں ان کا تذکرہ یقیناً مفید ہوگا۔

علامہ تحریر فرماتے ہیں:

''قادیانیوں اور جمہور مسلمانوں کے نزاع نے نہایت اہم سوال پیدا کیا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے حال ہی میں اس کی اہمیت کو محسوس کرنا شروع کیا ہے۔ ہندوستان کی سرزمین پر بے شمار مذاہب بستے ہیں۔ اسلام دینی حیثیت سے ان تمام مذاہب کی نسبت نہایت گہرا ہے۔ کیونکہ ان مذاہب کی بناء کچھ حد تک مذہبی ہے اور ایک حد تک نسلی۔ اسلام نسلی تخیل کی سراسر نفی کرتا ہے اور اپنی بنیاد محض مذہبی تخیل پر رکھتا ہے اور چونکہ اس کی بنیاد صرف دینی ہے، اس لئے وہ سراپا روحانیت ہے اور خونی رشتوں سے کہیں زیادہ لطیف بھی ہے۔ اس لئے مسلمان ان تحریکوں کے معاملہ میں زیادہ حساس ہے جو اس کی وحدت کے لئے خطرناک ہیں، چنانچہ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو۔ لیکن اپنی بناء نئی نبوت پر رکھے اور بزعم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے۔ مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت سے ہی

استوار ہوتی ہے۔۔۔۔۔ یہ ظاہر ہے کہ اسلام جو تمام جماعتوں کو ایک رسی میں پرونے کا دعویٰ رکھتا ہے۔ ایسی تحریک کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں رکھ سکتا جو اس کی موجودہ وحدت کے لئے خطرہ ہو اور مستقبل میں انسانی سوسائٹی کے لئے مزید افتراق کا باعث بنے۔ اس سے قبل اسلامی موبدیت نے حال ہی میں جن دو صورتوں میں جنم لیا ہے۔ میرے نزدیک ان میں بہائیت، قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے۔ کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے۔ لیکن مؤخرالذکر اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے۔ لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے۔ اس کا خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لئے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں، اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس کا روح مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں۔ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔ روح مسیح کا تسلسل یہودی باطنیت کا جزو ہے۔۔۔۔ ہندی مسلمانوں نے قادیانی تحریک کے خلاف جس شدت احساس کا ثبوت دیا ہے، وہ جدید اجتماعیات کے طالب علم پر واضح ہے۔

حکومت کو موجودہ صورت حال پر غور کرنا چاہیے اور اس معاملہ میں جو قومی وحدت کے لئے اشد اہم ہے۔ عام مسلمانوں کی ذہنیت کا اندازہ لگانا چاہیے۔ اگر کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کے اس کے سوا چارہ کار نہیں رہتا کہ وہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مدافعت کا کیا طریقہ ہے؟ اور وہ طریقہ یہی ہے کہ اصل جماعت جس شخص کو تلعب بالدین کرتے پائے اس کے دعاوی کو تحریر و تقریر کے ذریعے سے جھٹلایا جائے۔ پھر کیا یہ مناسب ہے کہ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین جائے حالانکہ اس کی وحدت خطرہ میں ہو اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو۔ اگرچہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔

اگر کوئی گروہ جو اصل جماعت کے نقطہ نظر سے باغی ہے حکومت کے لئے مفید ہے تو حکومت اس کی خدمات کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے۔ دوسری جماعتوں کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ توقع رکھنی بے کار ہے کہ خود جماعت ایسی قوتوں کو نظر انداز کر دے، جو اس کے اجتماعی وجود

کے لئے خطرہ ہے۔ اس مقام پر یہ دہرانے کی غالباً ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کے بے شمار فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کے فتویٰ ہی دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔ میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریق کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے۔ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ویسے رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملہ میں اختیار کرتا ہے۔

۔۔۔۔۔ ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا تھا جب ایک نئی نبوت۔۔۔۔ بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ نبوت۔۔۔ کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی، جب میں تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا۔ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے اور باتوں کے علاوہ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ روحانی زندگی میں جس کے انکار کی سزا جہنم ہے، ذاتی سند ختم ہو چکی ہے۔''

ڈاکٹر اقبال مرحوم کے موجودہ اقتباسات کے علاوہ ان کے جواہر لال نہرو آنجہانی کے نام خطوط اور انگریزی کے مؤقر جریدہ سٹیٹسمین میں ان کے بیانات قادیانیوں کے بارے میں ان کے خیالات پر اچھی روشنی ڈالتے ہیں۔ وہ خطوط و بیانات ہم اپنے بیان کے آخر میں ضمیمہ کے طور پر نتھی کر دیں گے، تاہم اس کے دو اہم اقتباسات فوری حوالے کے لئے درج ذیل ہیں:

3۔ ''اسٹیٹسمین'' کو ایک خط:

(اخبار اسٹیٹسمین نے اقبال کا بیان ''قادیانی اور جمہور مسلمان'' شائع کیا اور اس پر اپنے اداریہ میں تنقید بھی کی۔ مندرجہ ذیل خط اس کے جواب میں لکھا گیا اور 10 جون 1930ء کی اشاعت میں طبع ہوا۔)

''میرے بیان مطبوعہ 14 مئی پر آپ نے تنقیدی اداریہ لکھا۔ اس کے لئے میں آپ کا ممنوں ہوں۔ جو سوال آپ نے اپنے مضمون میں اٹھایا ہے، وہ فی الواقعہ بہت اہم ہے اور مجھے مسرت ہے کہ آپ نے اس سوال کی اہمیت کو محسوس کیا ہے۔ میں نے اپنے بیان میں اسے نظر انداز کر دیا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا

کہ قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انہوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے۔ خود حکومت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی اقدام اٹھائے اور اس کا انتظار نہ کرے کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں اور مجھے اس احساس میں حکومت کے سکھوں کے متعلق رویہ سے اور بھی تقویت ملی۔ سکھ 1919ء تک آئینی طور پر علیحدہ سیاسی جماعت تصور نہیں کئے جاتے تھے۔ لیکن اس کے بعد علیحدہ جماعت تسلیم کئے گئے۔ حالانکہ انہوں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ لاہور ہائی کورٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ سکھ ہندو ہیں۔

اب چونکہ آپ نے یہ سوال پیدا کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں اس مسئلہ کے متعلق جو برطانوی اور مسلم دونوں کے زاویہ نگاہ سے نہایت اہم ہے، چند معروضات پیش کروں۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں واضح کروں کہ حکومت جب کسی جماعت کے مذہبی اختلافات کو تسلیم کرتی ہے، تو میں اسے کس حد تک گوارا کر سکتا ہوں۔ سو عرض ہے کہ

اولاً: اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے، جس کے حدود مقرر ہیں۔ یعنی وحدت الوہیت پر ایمان، انبیاء پر ایمان، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت پر ایمان۔ دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کے لئے فیصلہ کن ہے کہ فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں۔ مثلاً برہمن خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن انہیں ملت اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو نہیں مانتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ کوئی اسلامی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا۔ ایران کے بہائیوں نے ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ الگ جماعت ہے اور مسلمانوں میں شامل نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا، لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا مرہون منت

ہے۔ میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے دو راہیں ہیں: یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ تسلیم کر لیں۔

ہسپانیہ کے برگزیدہ صوفی محی الدین ابن العربی کی سند پر یہ مزید دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ایک مسلمان ولی کے لئے اپنے روحانی ارتقاء کے دوران اس قسم کا تجربہ حاصل کرنا ممکن ہے، جو شعور نبوت سے مختص ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ شیخ محی الدین ابن العربی کا یہ خیال نفسانی نقطہ نظر سے درست نہیں۔ لیکن اگر اس کو صحیح فرض کر لیا جائے تو تب بھی قادیانی استدلال شیخ کے مؤقف کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ شیخ ایسے تجربہ کو ذاتی کمال تصور کرتے ہیں، جس کی بناء پر کوئی ولی یہ اعلان نہیں کر سکتا کہ جو شخص اس پر یعنی (ولی پر) اعتماد نہیں رکھتا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شیخ کے نقطہ نظر سے ایک سے زیادہ اولیاء موجود ہو سکتے ہیں۔ غور طلب امر یہ ہے کہ نفساتی نقطہ نظر سے ایک ولی کا شعور نبوت تک پہنچنا اگرچہ ممکن ہے۔ تاہم اس کا تجربہ اجتماعی اور سیاسی اہمیت نہیں رکھتا اور نہ اس کو کسی نئی تنظیم کا مرکز بناتا ہے اور نہ یہ استحقاق عطا کرتا ہے اور یہ کہ وہ اس نئی تنظیم کو پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان یا کفر کا معیار قرار دے۔ اس صوفیانہ نفسیات سے قطع نظر کر کے "فتوحات" کی متعلقہ عبارتوں کے پڑھنے کے بعد میرا یہ اعتقاد ہے کہ ہسپانیہ کا عظیم الشان صوفی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اس طرح مستحکم ایمان رکھتا ہے، جس طرح کہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان رکھ سکتا ہے۔ اگر شیخ کو اپنے صوفیائے کشف میں یہ نظر آجاتا کہ ایک روز مشرق میں چند ہندوستانی جنہیں تصوف کا شوق ہے، شیخ کی صوفیانہ نفسیات کی آڑ میں پیغمبر اسلام کی نبوت سے انکار کر دیں گے۔ تو وہ یقیناً علمائے ہند سے پہلے مسلمانان عالم کو ایسے غداران اسلام سے متنبہ کر دیتے ہیں۔

۔۔۔۔ دینیاتی نقطہ نظر سے اس نظریہ کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ وہ اجتماعی اور سیاسی تنظیم جسے اسلام کہتے ہیں، مکمل اور ابدی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں ہے جس سے انکار کفر کو مستلزم ہو۔ جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے، وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔ قادیانیوں کا اعتقاد ہے کہ تحریک احمدیت کا بانی ایسے الہام کا حامل تھا۔ لہٰذا وہ تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیتے ہیں۔ خود بانی

احمدیت کا استدلال جو قرون وسطیٰ کے متکلمین کے لئے زیبا ہو سکتا ہے۔ یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا نبی نہ پیدا ہو سکے، تو پیغمبر اسلام کی روحانیت نامکمل رہ جائے گی۔ وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کہ پیغمبر اسلام کی روحانیت میں پیغمبر خیز قوت تھی، خود اپنی نبوت کو پیش کرتا ہے۔ لیکن آپ اس سے پھر دریافت کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت ایک سے زیادہ نبی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس کا جواب نفی میں ہے۔ یہ خیال اس بات کے برابر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں، میں آخری نبی ہوں۔ اس امر کے سمجھنے کی بجائے ختم نبوت کا اسلامی تصور نوع انسان کی تاریخ میں بالعموم اور ایشیا میں بالخصوص کیا تہذیبی قدر رکھتا ہے۔ بانی احمدیت کا خیال ہے کہ ختم نبوت کا تصور ان معنوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی پیرو نبوت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔ خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو نامکمل پیش کرتا ہے۔ جب میں بانی احمدیت کی نفسیات کا مطالعہ ان کی دعویٰ نبوت کی روشنی میں کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیغمبر اسلام کی تخلیقی قوت کو صرف ایک نبی یعنی تحریک احمدیت کے بانی کی پیدائش تک محدود کر کے پیغمبر اسلام کے آخری نبی ہونے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ نیا پیغمبر چپکے سے اپنے روحانی مورث کی ختم نبوت پر متصرف ہو جاتا ہے۔

اس کا دعویٰ ہے کہ میں پیغمبر اسلام کا بروز ہوں۔ اس سے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ پیغمبر اسلام کا بروز ہونے کی حیثیت سے اس کا خاتم النبیین ہونا دراصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ہے۔ پس یہ نقطہ نظر پیغمبر اسلام کی ختم نبوت کو مسترد نہیں کرتا۔ اپنی ختم نبوت کو پیغمبر اسلام کی ختم نبوت کے مماثل قرار دے کر بانی احمدیت نے ختم نبوت کے تصور کے زمانی مفہوم کو نظر انداز کر دیا ہے۔ بہر حال یہ ایک بدیہی بات ہے کہ بروز کا لفظ مکمل مشابہت کے مفہوم میں بھی اس کی مدد نہیں کرتا۔ کیونکہ بروز اور اس شے میں عینیت پائی جاتی ہے۔ پس اگر ہم بروز سے روحانی صفات کی مشابہت مراد لیں تو یہ دلیل بے اثر رہتی ہے۔ اگر اس کے برعکس اس لفظ کے آریائی مفہوم میں اصل شی کا اوتار مراد لیں تو یہ دلیل بظاہر قابل قبول ہوتی ہے۔ لیکن اس خیال کا موجد مجوسی بھیس میں نظر آتا ہے۔"

اسلام اور قرآن کریم کی حفاظت اور ابدیت:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر جتنے انبیاء علیہم السلام آئے چونکہ وہ ہمیشہ کے لئے نہیں آئے تھے۔ نہ ان کی شریعتیں دائمی اور ان کے ادیان ابدی تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت نے نہ تو ان کی شریعتوں کو باقی رکھا نہ دین باقی رہے۔ نہ ان کے کتابوں اور صحف کی حفاظت کی گئی۔ چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ اس لئے اولاً آپ کے دین کو ہر رخ سے کامل فرمایا گیا اور آپ کی امت پر آپ کے ذریعے سے اپنے نعمتوں کو اوج کمال تک پہنچا دیا گیا۔ جس کے بعد کسی نئے دین یا شریعت کے آنے کی ضرورت نہیں رہی۔ تکمیل تام اور "سبوع کامل" کے بعد قطعاً کسی نئی زیادت کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس لئے جب اللہ نے دین کو کامل فرما دیا اور نعمتیں پوری ہوگئیں، تو کسی نئے دین کی رہنمائی یا شریعت یا وحی یا ایسا الہام جو نبوت کا مقتضی ہو اور جس کا ماننا ایمان کا جزو قرار دیا جائے۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ قرآن کریم اس حقیقت کا برملا اعلان کرتے ہوئے فرما رہا ہے:

1۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ: ۳)

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں تم پر اپنا انعام تام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر دیا۔

2۔ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً۔ (لقمٰن: ۲۰)

ترجمہ: کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام لگا رکھا ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے پوری انسانیت کے واسطے اپنے اس ایک برگزیدہ اور کامل اور نعمتوں والے دین کو چنا اور ارشاد فرما دیا:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ (آل عمران: ۱۹)

بلاشبہ دین (حق اور مقبول) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (البقرۃ: ۱۳۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس دین (اسلام) کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے۔ سو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔

اسی اسلام میں کامل طور پر داخل ہونے کا حکم فرمایا اور کہا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ (البقرۃ: ۲۰۸)

ترجمہ: اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور (فاسد خیالات میں پڑ کر) شیطان کے قدم بقدم مت چلو۔

اور اسی طرح موت تک قائم رہنے کا حکم فرمایا:

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (آل عمران: ۱۰۲)

ترجمہ: اور بجز اسلام کے کسی اور حالت پر جان مت دینا۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہتے ہیں، اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں اور وہ اللہ کی طرف سے عطا کی ہوئی ایمان و ہدایت اور یقین کی ایک کھلی روشنی پر ہوتا ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے:

1۔ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ۔ (الانعام: 125)

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ رستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں، اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں۔

2۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ (الزمر: ۲۲)

سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (کے قبول کرنے) کے لئے کھول دیا اور وہ پروردگار کے (عطا کئے ہوئے) نور پر ہے۔

اس اسلام کے بغیر اللہ تبارک و تعالیٰ کسی دوسرے دین کو قبول نہیں کرتا۔ ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۔ (آل عمران: ۸۵)

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو طلب کرے گا تو وہ اسے قبول نہ ہوگا۔

ظاہر ہے کہ یہ اسلام حضرت محمد النبی الامی العربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے ذریعے بھیجا گیا اور انہی پر مکمل کیا گیا اور اس میں کسی نقطہ یا شوشہ کی قطعاً کمی نہیں چھوڑی گئی، نہ کوئی نیا نبی آ کر اس میں ترمیم و تنسیخ، کمی و بیشی، یا اپنی نئی توضیحات کر سکتا ہے یا اپنے مزعومہ الہامات و مبشرات سے نئی تشریحات کر سکتا ہے، یقیناً ایسی تمام باتیں اسلام پر افترا اور کذب ہوں گی۔ جس کی اللہ کی طرف سے کوئی اجازت نہیں۔ اس لئے فرمایا:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ (الصف:۷)

اور (واقعی) اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو۔

ایسے لوگ اگر اسلام کا دعویٰ کریں تو ان کے نام نہاد اسلام کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے اور کچھ لفظوں میں ارشاد فرما دیتے ہیں:

قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۔ (الحجرات:۱۷)

آپ کہہ دیجیے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو۔

اللہ جل جلالہ نے اپنے اس مقبول اور دائمی دین کی بقاء اور حفاظت کا ایسا انتظام فرمایا کہ اس کی کتاب کو اولاً ہر لحاظ سے مکمل فرما کر علوم و ہدایات کا نہ ختم ہونے والا سرچشمہ بنا دیا اور ارشاد فرمایا:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔

(النحل:۸۹)

اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے کہ تمام (دین کی) باتوں کا بیان کرنے والا ہے اور (خاص) مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور خوش خبری سنانے والا ہے۔

اور اس کی ہر طرح کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (الحجر:۹)

ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ (اور نگہبان) ہیں۔

اس قرآن کریم کو قیامت تک کے لئے ہدایت اور قوانین کا منبع بنا دیا، جس کی اولاً تشریح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوہ، عمل اور ارشادات سے فرما دی اور پھر امت کے لئے اجتماعی اور انفرادی استخراج احکام کا راستہ حدود کے اندر قیامت تک کے لئے کھلا رکھا۔ ارشاد ہے:

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔ (النحل:۴۴)

اور آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے۔ تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان سے ظاہر کر دیں اور تاکہ وہ (ان میں) فکر کیا کریں۔

اس آیت میں تشریع اسلامی کے جملہ مصادر کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ علامہ جصاص رازی اور دیگر علماء نے تصریح فرمائی۔ غرض قرآن اپنی احاطت وسعت و عمق میں قیامت تک کے انسانوں کی ہدایت کے لئے کافی ہے۔ ارشاد ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا (۱) قَيِّمًا۔ (الکھف:۱،۲)

سب تعریف اللہ کے واسطے ہے جس نے اپنے خاص بندے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔ درانحالیکہ یہ کتاب ہمیشہ دین اور اس کے معاش و معاد (مصالح کی) قائم رکھنے والی اور سنبھالنے والی ہے۔

اس طرح خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کتاب کو قیامت تک کے لئے دین و ایمان اور خدائی احکام کا مجموعہ بنا کر محفوظ فرما دیا تاکہ کسی نئے نبی تشریعی ہو یا غیر تشریعی ظلی ہو بروزی کی ضرورت نہ رہے۔

ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۔

(یوسف:۳۸)

(اور) یہ ہم پر اور (دوسرے) لوگوں پر (بھی) خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے۔ لیکن اکثر لوگ (اس نعمت کا) شکر (ادا) نہیں کرتے۔

مباحث بالا سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ منصب نبوت اپنے خصائص اور لوازمات کے ساتھ خاتم الانبیاء والرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ کے لئے زمانی مکانی اور رتبی لحاظ سے ختم ہو چکا۔ اب یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تا قیام قیامت کوئی نیا نبی یا رسول نئے منصب نبوت کے ساتھ قطعاً نہیں آ سکتا۔ سیدنا حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے پرانے منصب رسالت کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ اس لئے ان مباحث کو یہاں نہیں چھیڑا جا رہا۔ غرض نبوت و رسالت کا منصب اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا۔ اس لئے حکمت بالغہ ربانیہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے مکمل دین اور کامل شریعت کی بقاء وحفاظت تبلیغ واشاعت اجراء ونفاذ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور خلیفہ کی حیثیت سے پوری امت کو من حیث الامت مبعوث فرمایا، جو من حیث الامت خصائص نبوت اور منصب نبوت کے علاوہ اپنے نبی کی نائب بن کر آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے کام کو قیامت تک جاری و ساری رکھے گی اور امت کی یہ بعثت کسی نئے نبی وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی ظلی ہو یا بروزی، خفی ہو یا جلی، ظاہری ہو یا باطنی ہر قسم و ہر نوع کی نبوت اور رسالت شخصی ہو یا اجتماعی، سلسلے کو ہمیشہ کے لئے کلیۃً ختم کر دیتی ہے۔

ملحوظہ: اس کے بعد حضرت مولانا نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت وخلافت میں امت محمدیہ کی بعثت کا تذکرہ کیا ہے، اور اسے ختم نبوت کی ایک بین دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے، لیکن اسی موضوع پر حضرت مولانا کا ایک مقالہ امت محمدیہ کا بعثت ومقام جلد دوم میں شامل کیا جا چکا ہے، مواد کے اشتراک کی وجہ سے اسے یہاں ذکر نہیں کیا جاتا۔

(۴)

قادیانیت کے بارے میں قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ اور اس کے ذیلی تقاضے

(۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر کے ساتھ میٹنگ اور ارکانِ پارلیمان کی طرف سے موصوف پر یحییٰ بختیار کی کئی روزہ جرح، سوال و جواب کے بعد قادیانیت کا اصل چہرہ اراکین کے سامنے آیا، جس کے نتیجے میں متفقہ طور پر اکثریتی رائے نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ اس فیصلے کے بعد ماہنامہ الحق نے مندرجہ ذیل سوالنامہ عالمی سطح کے مشاہیر علماء، دانشوران، وکلاء، سیاست دان اور صحافی حضرات کو بھیجا۔

۱۔ آئینی فیصلہ کے بارے میں آپ کے تاثرات اور خدمات کیا ہیں؟

۲۔ کیا اس فیصلہ کے بعد ہماری ذمہ داری ختم ہو گئی ہے؟

۳۔ ملک و بیرونِ ملک قادیانی فتنہ کے سیاسی اور دینی اثرات کیا ہیں؟

۴۔ ایسے مہلک اثرات کے تعاقب کا طریقہ کار اور لائحہ عمل کیا ہو سکتا ہے؟

اس کے جواب میں حضرت مولانا محمد اشرف صاحب رحمہ اللہ نے مندرجہ ذیل مضمون تحریر فرمایا۔)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَأَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ

وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ !

محترمی ومکرمی زید مجدکم وجہادکم فی سبیل اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

قادیانی مسئلہ کے موجودہ حل کے بارے میں چند استفسارات پر مشتمل نامۂ سامی باعثِ سعادت ومیمنت ہوا۔ گوفقیر اس کا اہل نہیں لیکن حضور انور فخر الانبیاء خاتم النبیین سید المرسلین ﷺ کے تاجِ ختم نبوت اور ناموسِ رسالت کے بارے میں چند الفاظ نجات وسعادت کا ذریعہ بن سکیں تو زہے قسمت!

(۱) ختم نبوت ایک مسلمہ اور متفقہ عقیدہ ہے کہ توحید کے بعد اسلام کی بنیاد ہی اس عقیدہ کی بے غل وغش (بے دریغ، بلا کدورت کے) واضح تعبیر پر مبنی ہے۔ حضور انور ﷺ (روحی فداہٗ) کے جملہ کمالات و مزایا کسی نہ کسی صورت میں ''ختم نبوت'' ہی کا ثمرہ ہیں۔ آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی شان، عمومی بعثت، دائمی رسالت، آپ ﷺ کی امت کی بعثت وخیر الامم ہونا، قرآنی احکام کے دوام وغیرہ سب ''ختم نبوت'' ہی کے نتائج ومظاہر ہیں۔ امت مسلمہ کا شیرازہ ختم نبوت کی رسی سے بندھا ہوا ہے۔ امتیں ''نبی'' سے بنتی ہیں، اور یہ لافانی وجاودانی امت ختم نبوت ہی کی برکت سے زندہ، قائم اور استوار ہے۔ اس لئے ہر دور وہر زمانے میں امت کے ہر طبقہ اور ہر مکتبۂ فکر نے اس عقیدہ کو اسلام کی روح وجان سمجھا اور ناموسِ ختم نبوت کے لئے اپنا سب کچھ نثار کرنے میں اپنی فوز وکامرانی جانی، اور اگر کسی روسیاہ و بدبخت نے حریمِ نبوت میں قدم رکھنے کی جسارت کی تو اسے فوراً ختم کر کے رکھ دیا گیا، اور امت نے کسی بھی دور میں ختم نبوت سے بغاوت اور اس ابلیسی سازش کو برداشت نہیں کیا۔ چنانچہ ہم سب کے آقا و مولیٰ، سیدِ دوعالم حضرت محمد ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے سے پیشتر ہی جب چند طالع آزماؤں نے مسیلمہ کذاب، اسود عنسی کی صورت میں اپنے خبث باطن کا اظہار کیا تو دربارِ نبوت نے ان کے انجامِ بد کی خبر ارشاد فرمادی۔

دورِ صدیقی (رضی اللہ عنہ) میں امت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا پہلا اجماع اور عملی اقدام ان متنبئین سے قتال پر تھا۔ اسی طرح جس دور میں بھی کسی کو یہ منحوس خبط سوار ہوا امت نے اسے ختم کر کے رکھ دیا۔ یہ اس دور کی کم نصیبی، ہماری شامتِ اعمال اور انگریزی استعمار وسیاست کا انتہائی دجل وفریب تھا کہ مسیلمہ پنجاب آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت کو اسلامی معاشرے میں پنپنے اور باقی رہنے

کی اتنی طویل مدت میسر آ گئی۔ امت میں ابلیس کے مبعوثہ متنبئین میں جس طرح انگریزی استعمار کا یہ ''خود کاشتہ پودا'' پیدا ہوا اور پروان چڑھا اور اپنے لٹریچر ودعوت کو پھیلاتا رہا وہ تاریخِ اسلامی کا ایک اندوہناک باب ہے۔ گومرزا قادیانی کی مشؤمہ نبوت کے دعویٰ کے پہلے دن ہی سے امت کے خواص و عوام اس ''شجرۂ خبیثہ'' کے مہلک اثرات کو بھانپ گئے تھے اور اس کے دفاع وقلع قمع کی کوشش شروع ہوگئی تھی، لیکن مرزا قادیانی اور اس کی امت نے انگریز واستعماری طاقتوں کے زیرِ سایہ اور ان کے ایجنٹ کی حیثیت سے ملتِ اسلامیہ کے لئے ناسور اور آکاش بیل (Paracite) کی صورت اختیار کر لی۔ برکو چک سے انگریز کے اخراج کے بعد ہمارے بعض راہنماؤں کی کم حوصلگی اور کوتاہ بینی نے پاکستان میں ان کے لئے ایسے مواقع فراہم کر دئے تھے کہ قادیانیت جو ایک انتہائی قلیل وحقیر اقلیت ہے ہر سپید وسیاہ کی مالک بنی جارہی تھی اور اپنے کفر کا اعلان کھلم کھلا کرنے لگی تھی کہ یکا یک غیرتِ حق جوش میں آئی اور ربوہ ریلوے اسٹیشن کا سانحہ پیش آ گیا، جو حقیقت میں قادیانی سیاست وسازش کا نہایت ہی سنگین واچھوتا اقدام تھا جو اکثریت کے جذبات وحالات معلوم کرنے کے لئے Feeler (جذبات کا حال معلوم کرنے والی شے) کی حیثیت سے آزمایا گیا تھا لیکن ''چاہ کن را چاہ در پیش'' (جو دوسرے کیلئے کنواں کھودتا ہے وہ خود ہی اس میں گرتا ہے) وہی ان کی سکرات کا باعث بنا۔ فقیر سوات میں (۲۸ مئی سے یکم جون ۱۹۷۴ء تک) حضرت الاستاذ علامہ سید محمد یوسف البنوری مدظلہ العالی کا ہمسفر تھا، غالباً ۳۰ مئی تھی کہ ہم مینگورہ میں کار سے گزر رہے تھے کہ بندہ نے اخبار خریدا جس میں ربوہ کے خونچکاں سانحہ اور نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبا پر قادیانیوں کے حملہ کا ذکر تھا۔ بندہ نے علامہ یوسف بنوری مدظلہٗ کو خبر پڑھ کر سنائی، حضرت موصوف گہری سوچ وفکر میں پڑ گئے، ردِعمل پوچھا تو کچھ توقف کے بعد فرمایا۔

''عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما در آں باشد

(دشمن کوئی ایسا شر کھڑا کرے جس میں میری خیر ہو)

ہم متحد نہیں ہو رہے تھے ممکن ہے کہ یہ واقعہ ہمیں (مسلمانوں کو) متفق کر دے اور اس فتنہ کا سدباب

ہو سکے۔'' سچ ہے:۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید
(قلندر جو بات کہتا ہے دیکھ کر کہتا ہے)

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ۳ ماہ ۱۰ دن کے بعد رحمتِ حق متوجہ ہوئی اور میرے قدیر رب کی قدرت نے اندرونی اور بیرونی قوتوں، قادیانیوں کے یقین اور پیشن گوئیوں کے علی الرغم اپنے محبوب اور پیارے رسول خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے لازوال تاج پر دشمنوں کی گرد ڈالنے کی نامسعود کوششوں کو ناکام بنا دیا، اور مسلمانوں کی متحدہ کوششوں اور قربانیوں کو شرفِ قبولیت سے نواز کر پاکستان کی قومی اسمبلی کو توفیق بخشی کہ وہ ایک مسلمہ سچائی اور حقیقتِ ثابتہ کو قانون کی صورت دے کر عند اللہ و عند الناس سرخرو ہو۔

مبارک ہیں وہ حضرات جنھوں نے یہ قرارداد پیش کی، اور خوش بخت ہیں وہ ممبرانِ اسمبلی جنہوں نے اسے من و عن قبول کر کے اسے قانون کی صورت بخشی، قابلِ ستائش و صد آفرین ہیں وہ جملہ افراد و طبقات جنہوں نے اسمبلی سے باہر ہر قسم کی صعوبتیں اور مشکلات برداشت کر کے اس مسئلہ سے انکار کی گنجائش کو ختم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بے شمار اور لامتناہی رحمتیں بھیجے ان شہداء کی روحوں پر جنہوں نے ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ میں حیاتِ جاودانی پائی اور باری تعالیٰ ان جملہ علماء و مشائخ اور مجاہدین کی قبروں کو اپنے نور سے منور کرے جو قادیانی فتنہ کی ابتدا سے اس لعنت کو ختم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ اگر قادیانی مسئلہ کے اس قومی حل پر اس کے مضمرات و مقتضیات کی روشنی میں دیانت داری و اخلاص سے عمل کیا جائے اور اس کو عملاً روبکار لایا جائے تو یہ حل مسلمانوں کی توقعات کے مطابق قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن یہ سوال ہنوز ایک آئینی فیصلہ و تدبیر ہے۔ قانون کتنا اچھا اور درست کیوں نہ ہو جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے اس کے ثمرات سے متمتع نہیں ہوا جا سکتا، اس لئے ضرورت ہے کہ موجودہ فیصلہ کو الفاظ و معنی اور اس کی آئینی روح کے مطابق عملی جامہ پہنایا جائے، اور اس ضمن میں حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے کہ کم از کم مندرجہ ذیل باتوں پر فوری عمل درآمد کیا جائے:

۱۔ پاکستان کی نظریاتی مسلم امت کے جملہ اہم عہدوں سے قادیانیوں کو فوراً برطرف کیا جائے۔

۲۔ عام سرکاری ملازمتوں میں ان کا کوٹہ ان کی آبادی کے مطابق مقرر کیا جائے اور گزشتہ ۲۷ سالوں میں انہوں نے جس قدر ملازمتوں پر اپنے حصہ رسدی سے زیادہ مسلمانوں کے حق پر قبضہ کر رکھا ہے جب تک ان کے حصہ رسدی کے مطابق نہیں ہو جاتا اس وقت تک مزید بھرتی روک دی جائے۔

۳۔ ربوہ کی مستقل حیثیت کو ختم کر کے اسے عملاً کھلا شہر بنا دیا جائے اور وہاں عام مسلمانوں کو آباد کرنے کا بندوبست کیا جائے۔

۴۔ فرقان رجمنٹ اور قادیانیوں کی دیگر فوجی و نیم فوجی تنظیموں کو فوراً ختم کیا جائے۔

۵۔ ان کے لٹریچر کی جملہ کتابوں، رسالوں اور عبارات کو ضبط کیا جائے اور ان کی اشاعت پر پابندی لگائی جائے جن میں انبیاء علیہم السلام اور شعائر اسلام کی ہتک کی گئی ہے یا قرآن کے الفاظ و معنی میں تحریف یا ختم نبوت کی من مانی تشریح کی گئی ہو۔

۶۔ نیشنل اسمبلی کی قادیانی مسئلہ پر کارروائی کو منضبط کر کے شائع کیا جائے، خصوصاً اسمبلی کی قرارداد نمبر ۲ کا ضمیمہ ''ملت اسلامیہ کا مؤقف'' کتاب کو سرکاری طور پر عربی، انگریزی اور اردو میں شائع کر کے منیر رپورٹ کی طرح تمام دنیا میں پھیلایا جائے اور سفارتخانوں میں ان کی نقول بھیجی جائیں تاکہ فیصلہ کی حقانیت عالم اسلام پر ظاہر ہو۔

۷۔ قادیانیوں کا اندراج مردم شماری، شناختی کارڈوں، پاسپورٹوں، ملازمت اور دیگر جملہ سرکاری کاغذات میں جہاں مذہب کا خانہ ہو، غیر مسلم کی حیثیت سے کیا جائے۔ اگر اس سلسلہ میں وہ غلط بیانی سے کام لیں اور بعد از تحقیق اس کا غلط ہونا ثابت ہو جائے تو اسے قابلِ سزا جرم قرار دیا جائے جو پاسپورٹ کی دائمی ضبطی اور ملازمت سے اخراج وغیرہ کی صورت میں ہو۔

۸۔ قادیانیوں کو مسلمانوں کی مسلّمہ شرعی اور دینی اصطلاحات کے استعمال کرنے سے روک دیا جائے۔ ان کی عبادت گاہوں کو مسجد کی بجائے قادیانی معبد یا کسی اور نام سے پکارا جائے، اسی طرح ان کے ذبیحہ اور شادی بیاہ وغیرہ اور جملہ اسلامی احکام جو کفار کے بارے میں ہیں ان پر نافذ کیے جائیں۔ ذمیوں کی حیثیت سے اگر وہ اپنے کو غیر مسلم اور وفادار شہری کے طور پر رہنا چاہیں تو ان کے ان حقوق کی حفاظت کی

جائے جو شریعتِ اسلامیہ میں ذمیوں اور غیر مسلموں کے لئے طے کئے گئے ہیں، اور اگر وہ اس حیثیت سے انکار کریں اور اپنے کو پہلے کی طرح مسلمان سمجھ کر مراعات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں تو ان کا اقتصادی اور معاشرتی مقاطعہ کیا جائے۔

۹۔ دنیا میں باطل عموماً ملک و مال کے سایہ میں زن، زر، زمین کے لالچ میں پھیلتا ہے یا غلط فہمی اور دجل و فریب سے سادہ لوح اشخاص کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسالیتا ہے۔ 'قادیانیت' بھی دجل وفریب کا مرقع، تحریف وتلبیح اور ابلہ فریبی اور دسیسہ کاری کا پلندہ ہے جو انگریز استعمار اور دنیاوی حرص وآز میں پیدا ہوئی اور پھلی پھولی۔ ظاہر ہے کہ بہت سے دنیا پرست یا سادہ لوح دنیاوی محبت یا تحریف کے دھوکہ میں آکر اس لعنت کا شکار ہوگئے ہوں گے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پوری جگر سوزی اور توجہ سے ان لوگوں کو دین خالص اور اصل اسلام کی دعوت دی جائے اور پھر سے ان کو خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دین میں داخل کیا جائے تاکہ وہ اپنی گزشتہ غلط زندگی سے تائب ہوکر تلافی مافات کر سکیں۔ اندرونِ ملک کے علاوہ غیر ممالک خصوصاً افریقہ و یورپ وامریکہ کے ممالک میں جو سادہ لوح 'قادیانیت' کو اسلام سمجھ کر گمراہ ہوئے ہیں انہیں صحیح اسلام سے روشناس کرانا اور اس فریب اور مغالطہ سے انہیں بچانا ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے۔ اس سلسلے میں وفود، لٹریچر، حکومتی اور عام سطح پر جملہ تدابیر کو بروئے کار لایا جائے۔ اس بارہ میں سفارتخانوں سے قادیانی عملہ کی تبدیلی ایک خوش آئند عمل ہوگا۔

خیر یہ تو سادہ لوح، گم کردہ راہ قادیانیوں کی بات ہے لیکن ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو ہٹ دھرم اور اپنے غلط عقائد پر رہتے ہوئے اپنے آپ کو ''مسلمان'' سمجھنے اور سمجھانے پر مصر ہے۔ اس نے قومی اسمبلی کے فیصلہ کو دل سے قبول نہیں کیا۔ وہ چوٹ کھائے ہوئے سانپ کی طرح موقع کی تاک میں ہے اور ان کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے پاکستان خصوصاً اور مسلمان عموماً امن میں نہیں ہیں۔ ملت کو ان سے وہی خطرات ہیں جو کسی زمانے میں حسن ابن صباح اور باطنیوں سے مسلمانوں کو تھے۔ گو اسمبلی اور مسلمانوں کے اس متفقہ فیصلہ پر مرزا ناصر اور اس کی امت منقارِ زیر پر ہے اور ۱۴ر اکتوبر کے خطبۂ جمعہ میں مرزا ناصر نے کہہ دیا ہے کہ ''قادیانی مسئلہ پر قومی اسمبلی کے فیصلہ پر جنوری یا فروری سے پہلے کوئی تبصرہ نہیں

کروں گا۔''(۱) نہ معلوم مرزا صاحب کس بات کا انتظار کر رہے ہیں، تاہم مرزا صاحب اور ان کی امت کی ذہنیت مرزا ناصر کے اس خطبۂ جمعہ سے بخوبی واضح ہوجاتی ہے جو آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پر بیان کرتے ہوئے انہوں نے (نام نہاد) مسجد اقصیٰ ربوہ میں دیا تھا۔(۲) قادیانی ذہنیت کی عکاسی کے لئے اس پمفلٹ کے بعض اہم و چیدہ اقتباسات کو نقل کرتا ہوں۔ آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد کا تذکرہ کرتے ہوئے مرزا ناصر احمد صاحب کہتے ہیں:

۱۔ یعنی یہ کوئی ایسا بل پاس نہیں ہوا کہ ہمیں اقلیت قرار دیا جائے، بلکہ یہ ایک سازش ہے جو آزاد کشمیر کی حکومت سے کی گئی ہے کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے اور ان کی مذہبی تبلیغ پر پابندی لگائی جائے اور احمدی غیر مسلم اقلیت کی صورت میں نام رجسٹرڈ کروائیں۔ چنانچہ میں نے آزاد کشمیر سے بعض ذمہ دار آدمیوں کو بلایا۔ اس وقت صحیح صورت حال سامنے نہیں آئی تھی، اگلے دن وہ میرے پاس پہنچ گئے۔ میں نے کہا: دیکھیں! ایک بات میں آپ کو بنیادی ہدایت کے طور پر کہہ دیتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ قرارداد قانون کی صورت میں منظور بھی ہوجائے تو قانون یہ کہتا ہے کہ ہر احمدی جو خود کو غیر مسلم سمجھتا ہے، وہ اپنا نام رجسٹرڈ کروائے، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ ہر احمدی اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے اور خدائے علیم وخبیر کی نگاہ میں بھی مسلمان ہے اس لئے یہ قانون لاگو نہیں ہوتا۔ ایک آدمی جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے وہ غیر مسلم کی حیثیت میں نام کیسے رجسٹرڈ کروائے گا، اگر وہ ایسا کرے گا تو گویا وہ جھوٹ بول رہا ہوگا اور اسلام نے جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دی۔'' (پمفلٹ مذکورہ صفحہ نمبر: ۳)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی ذہنیت باوجود اپنے صریح کفر اور حضور خاتم النبیین ﷺ سے کھلی بغاوت کے اپنے آپ کو مسلمان کہنے اور کہلائے جانے پر باوجود قانون کے مصر رہے گی۔

۲۔ آگے چل کر دھمکی کے انداز میں ارشاد ہوتا ہے:

''پس اگر نو یا بارہ آدمیوں نے اس قسم کی قرارداد پاس کردی تو خدا کی قائم کردہ جماعت پر اس کا کیا اثر ہوسکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں جو خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں وہ یہ نہیں کہ جماعتِ احمدیہ غیر مسلم بن جائے گی، جس جماعت کو اللہ تعالیٰ مسلمان کہے اسے کوئی ناسمجھ انسان غیر مسلم قرار دے تو کیا فرق پڑتا ہے، اس

لئے اس کا فکر نہیں، ہمیں فکر ہے تو اس بات کا کہ اگر یہ خرابی خدانخواستہ انتہاء تک پہنچ گئی تو اس قسم کے فتنہ فساد کے نتیجہ میں پاکستان قائم نہیں رہے گا۔ اس لئے ہماری دعائیں ہیں، ہماری کوششیں اور ہمارے اندر حب الوطنی کا یہ جذبہ موجزن ہے کہ کسی قسم کا کوئی بھی فتنہ نہ اٹھے کہ جس سے خود پاکستان کا وجود خطرے میں پڑ جائے۔ آخر فتنہ فساد یہی ہے نا کہ کچھ سر کٹیں گے، کچھ زخمی ہوں گے، کون ہوں گے اور کیا ہوگا، یہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔'' (پمفلٹ مذکورہ صفحہ نمبر: ۴، ۵)

مندرجہ بالا عبارت میں بین السطور میں جس قسم کی دھمکیاں عیاں ہیں وہ ہر سچے پاکستانی کے لیے لمحۂ فکریہ اور قادیانی سازشی ذہن کی عکاس ہیں جس سے ہر وقت چوکنا رہنا ضروری ہے، بلکہ آگے چل کر اس سے بھی واضح الفاظ میں تعلیل اور مقابلہ کی دعوت ہے۔ چنانچہ آگے چل کر فرماتے ہیں:

۳۔ ''لیکن جہاں تک جماعتِ احمدیہ کا تعلق ہے تم گیدڑ اپنی کھوہ سے باہر نکل آئے ہو اور سمجھتے ہو کہ تمہارے چیخنے چلانے سے جماعتِ احمدیہ کے افراد ڈر جائیں گے، نہیں ہرگز نہیں ڈریں گے۔''

(پمفلٹ مذکورہ ص: ۱۰)

۴۔ ''آج ان لوگوں کو جو ۱۹۵۳ء کی آڑ میں فتنہ وفساد برپا کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں عاجزانہ طور پر سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ کسی غلط فہمی میں نہ رہنا، جماعتِ احمدیہ کے وہ لاکھوں بالغ افراد جو پاکستان کے باشندے ہیں ان کو خدا کی راہ میں موت سے ایسا ہی پیار ہے جیسے کہ ایک عاشق اپنے معشوق پر مستانہ وار قربان ہونے کو تیار کھڑا ہوتا ہے۔ پس جہاں ہمیں پیار سے لوگوں کے دل جیتنے کا حکم ہے وہاں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

"أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا۔ (الحج: ۳۹)" (پمفلٹ ص: ۱۱)

۵۔

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں

ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ از اروتر ار

تم لومڑی کا لبادہ اوڑھ کر اور گیدڑ کا لباس پہن کر نکلتے ہو اور چیختے چنگھاڑتے ہو کہ ہم مرعوب ہو جائیں

گے۔ ہمیں تو خدا تعالیٰ نے شیر کی جرأت سے بڑھ کر جرأت عطا فرمائی ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ نے شیر کے رعب سے زیادہ رعب عطا فرمایا ہے، شیر کی دھاڑ سے میلوں تک بزدل جانور کانپ اٹھتے ہیں، ہمیں تو یہ وعدہ دیا گیا: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ (یعنی ایک مہینے کی مسافت کا رعب دیا گیا ہے۔) (پمفلٹ ص: ۱۳)

۶۔ ''ہم تو ساری دنیا سے نہیں ڈرتے، جب انگریز سمجھتا تھا کہ اس کی دولتِ مشترکہ پر سورج غروب نہیں ہوتا، اس وقت اس نے احرار کے ساتھ گٹھ جوڑ کیا (چہ دلاوراست دزدے۔ ناقل) اس وقت بھی ہم نہیں ڈرے نہ ہمیں کوئی نقصان پہنچا، اب جب کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے حالات بدل گئے ہیں اور احمدیت پر سورج غروب نہیں ہوتا، ہم نے خدا تعالیٰ کے عظیم الشان نشان دیکھ لیے، اب ہم اللہ کے سوا کسی اور سے بھلا کیوں ڈریں گے؟ ہم انوار میں رہنے والے ظلمات میں چیخنے والے گیدڑوں (یعنی مسلمانوں۔ اشرف) سے بھلا کیسے ڈر سکتے ہیں۔'' (ص: ۱۳)

۷۔ ''جماعتِ احمدیہ کو قربانیاں دینی پڑیں گی، بعض افراد کو شاید جان کی قربانی دینی پڑے، بعض کو مال کی قربانی دینی پڑے، یہ تو ضرور ہوگا، لیکن جس مقصد کے لئے جماعت کو پیدا کیا گیا ہے، اس مقصد میں ان شاء اللہ ناکامی نہیں ہوگی۔''

مرزا ناصر احمد صاحب کی یہ پیشن گوئیاں مرزا غلام احمد صاحب کی محمدی بیگم کی پیشن گوئی کی طرح پوری ہوتی ہیں یا نہیں لیکن ان تحریروں سے ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا ناصر صاحب کھلے بندوں "ھل من مبارز" اور جنگ اور مقابلہ کی دعوت دے رہے ہیں۔ انہیں یہ ہرگز گوارا اور منظور نہیں کہ ان کے کفر کو کفر کہا جائے اور ان کے اسلام سے اخراج وبغاوت کا کھلے بندوں اظہار کیا جائے اور جن دنیاوی مصلحتوں، یا طالع آزماؤں سے مل کر مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں، سازشوں اور غیر ملکی استعمار کا ایجنٹ بننے کے لئے انہوں نے منافقین کی طرح نام نہاد اسلام اور مسلمانی کا جامہ اوڑھ رکھا ہے اس کی پردہ دری کی جائے اور ان کی جو اصل حقیقت ہے اس کو دنیا پر آشکارا کیا جائے۔ غرض مرزا ناصر احمد اور اس کی ملت کبھی بھی خوشدلی سے قومی اسمبلی کے فیصلہ کو نہیں مانے گی۔ ان سے خطرات کھلے اور

واضح ہیں، یہاں تک کہ پاکستان کی سالمیت کے بارے میں بھی وہ دھمکیاں دے رہے ہیں، اس لیے عام مسلمانوں اور حکومت کو پہلے سے زیادہ ان کی نگرانی اور ان کی نقل وحرکت کی نگہداشت کرنی چاہیے، مبادا کہ وہ سرگودھا جیسے حالات پیدا کر کے پورے ملک کو آگ وخون میں نہ جھونک دیں۔

مندرجہ بالا سرسری گزارشات سے یہ بات ظاہر ہے کہ گو قومی اسمبلی کا فیصلہ ایک عمدہ اور اچھا حل ہے لیکن ابھی یہ پہلا قدم ہے، ابھی ملت مسلمہ کو بے فکر ہو کر قادیانی فتنہ سے غافل نہیں ہونا چاہیے بلکہ ملک و بیرون ملک دعوتی، دینی، سیاسی ومعاشرتی غرض ہر میدان میں پورے حزم واحتیاط، ہوش وضبط سے ان کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (انفال: ۳۹)

(ترجمہ: یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور دین کل اللہ کے لئے ہو جائے)

کا امر الٰہی ظاہراً و باطناً پورا ہو جائے اور انگریزی استعمار کا یہ خود کاشتہ پودا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔

آخر میں مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس کے امیر مخدومی الاستاذ علامہ سید محمد یوسف بنوری مدظلہ اور مجلس کے دوسرے راہنماؤں اور ان جملہ جماعتوں کو جنہوں نے اس دینی فریضہ اور فخر موجودات سید الکائنات خاتم النبیین حبیب رب العالمین ﷺ کی ناموس کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا، مخلصانہ مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ ان کا نظم وضبط، اتحاد، صبر وہوش اور فراست وہمت اس فیصلہ پر پہنچنے کا ذریعہ بنے۔ ہمارے لئے ۲۲ جماعتوں کا اتحاد ہی حضور انور ﷺ کا معجزہ وفیض ہے۔ دشمن کھلے اور چھپے حربے استعمال کر کے اس اتحاد میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرے گا۔ کاش! تمام فروعی اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم اسی طرح سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد رہ سکیں تا کہ اس جدوجہد کے مقاصد پورے اور اس کے ثمرات ظاہر ہو سکیں بلکہ مجلس تحفظ ختم نبوت کا کام اس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ''خاتم الشرائع'' کا من وعن نفاذ واجراء پورے ملک بلکہ تمام دنیا میں نہیں کرا لیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگوں اور عام مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ پہلے سے بھی بڑھ کر اتحاد ونظم وضبط، یقین وہوش سے اپنی جملہ ذمہ داریوں کو پورا کر سکیں اور حضور خاتم الانبیاء و

المرسلین ﷺ کی ختم نبوت کے فیض سے پورے عالم کو بقعۂ نور بنا سکیں۔ آمین۔

حواشی:

۱۔ نوائے وقت راولپنڈی ۱۶/ اکتوبر ۱۹۷۴ء۔

۲۔ یہ خطبہ ''الفضل'' مئی میں شائع ہوا، پھر نظارت اشاعت لٹریچر وتصنیف صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ نے ''آزاد کشمیر اسمبلی کی ایک قرارداد پر تبصرہ از حضرت امام جماعت احمدیہ'' کے عنوان سے علیحدہ پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا۔

(۵)

حضرت شاہ ولی اللہ پر ایک افترا کی حقیقت

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا!
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ!

حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، جن کے بعد ابد الآباد تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ یہ مسلمانوں کا ایسا متفقہ اور اجتماعی مسئلہ ہے جس کا انکار کفر و ارتداد ہے۔ حضور انور ﷺ کے زمانۂ سعادت ہی سے عقیدہ مسلم چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسود عنسی (متنبی) کے خلاف جہاد کروایا اور وہ آپ ﷺ کے وصال سے چار یا پانچ دن پہلے مقتول ہوا۔ اس طرح مسیلمہ کذاب کے خلاف حضور انور ﷺ کا ارشاد معروف ہے۔ صحابہ کا یعنی امت کا پہلا اجماع مسیلمہ کذاب کے کفر اور اس کے خلاف جہاد و فوج کشی پر ہوا۔ پھر امت نسلاً بعد نسلٍ تواتر کے ساتھ اس مسئلہ پر متفق رہی اور اگر کبھی کسی شخص نے حریم ختم نبوت کے اندر داخلے کی کوشش کی، تو اسے مرتد قرار دے کر قتل کر دیا گیا۔ علماء اعیانِ امت میں سے کسی شخص نے نہ تو ختم نبوت کا انکار کیا۔ نہ ہی آپ کے بعد اجرائے نبوت کے قائل کو مسلمان گردانا۔ غرض حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اسلام کا ایسا بدیہی اور متفق علیہ عقیدہ ہے، جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

صد حسرت و تعجب کا سبب ہے کہ جب سے انگریزوں نے اپنی اسلام دشمنی اور اپنی استعماری ضرورتوں

کے ماتحت برصغیر میں ''قادیانی متنبی'' کا پودا لگایا اور اس کی نگہداشت و پرورش کا ذمہ داری سنبھالی۔ ختم نبوت کے اس ناقابل شکست و ریخت حصن حصین میں نقب لگانے کی کوشش کی جاتی رہی۔ تاکہ مسیلمۂ پنجاب مرزا غلام احمد کی ''دجالی نبوت'' کو کسی طور پر پناہ مل سکے اور ان کی ان ابلہ فریبیوں سے مسلمانوں کے سادہ لوح اشخاص کو دھوکہ دیا جا سکے۔ اس سلسلہ میں ان کی ان کاوشوں کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے، جو وہ بعض اعیانِ امت اور مشائخ و علما کی بعض عبارات کو محرف کر کے پیش کرتے ہیں اور ان سے اپنے مکروہ عزائم کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ عبارات کبھی سیاق و سباق سے علیٰحدہ کر دی جاتی ہے۔ کبھی ان میں تحریف کر دی جاتی ہے۔ کبھی کمال جسارت سے ان کو غلط معنی پہنا دیے جاتے ہیں۔ کبھی ایسی تاویل کر دی جاتی ہے، جس کا بے چارہ مصنف گمان بھی نہیں کر سکتا ہوگا۔ غرض متنبیین کی حیلہ گرہ اور شعبدہ بازی اپنے فن کا ہر روز نیا مظاہرہ کرتی رہتی ہے۔

حکیم الاسلام حجۃ اللہ تعالیٰ فی الارض حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، وہ اسلام کی حقانیت کی روشن دلیل اور علوم و حقائق کا وہ مینارہ نور ہیں، جن کی مثال شاذ ہی ملے گی۔ تفسیر و حدیث و فقہ، علوم اسرار و حکمت، تصوف و کلام نے ان سے زندگی اور روشنی پائی ہے۔ آپ کے ذات عالی کی طرف کسی بات کا منسوب کر دینا گویا ایسے بزعم خود اسلامی و دینی سند کا عطا کر دینا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے خانوادہ کے عقائد اظہر من الشمس ہیں۔ ختم نبوت پر ان کا عقیدہ کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ لیکن مرزائی قافلہ کے رہبروں اپنی تاخت میں کسی کی پروا نہیں کرتے۔ ان کا حال بقول شاعر:

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

مرزا غلام احمد صاحب کے ضلع گورداس پور کے ایک قصبہ شاہ پور جان میں پیدا ہونے والے ڈاکٹر اللہ دتہ مضطر نامی کوئی فاضل ہیں۔ جنہوں نے وکٹوریہ یونیورسٹی انگلینڈ کے شعبہ تعلیمات شرق اوسط سے ایم

اے، پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ پھر چیچہ وطنی میں گورنمنٹ ایجوکیشنل ٹرسٹ کالج کے پرنسپل رہے۔ اپریل 1974ء سے وہ پاکستان کے سرکاری ادارہ نیشنل کمیشن ان ہسٹاریکل اور کلچرل ریسرچ اسلام آباد میں سنیئر ریسرچ فیلو کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ فاضل مذکور نے اسی پاکستانی سرکاری ادارہ سے سرکاری خرچ پر 1979ء میں ایک کتاب شائع کروائی ہے، جس کا نام ہے:

((A saint scholar of Muslim IndiaSHAH WALIULLAH

شاہ ولی اللہ۔ ایک مسلم ہند کے ایک ولی عالم) اس کتاب کے صفحہ 115 پر وہ رقم طراز ہیں:

'finality of the prophethood Denied of its concept of the' disquality, according to Shah Wali Ullah.does not however Despite his.a Muslim for remaining in the fold of Islam inference from the Shi'as belief about the imams that they 'finality of the rejected the concept of the ((the Shi'as he refrained from calling them unbelievers'prophethood Conditions which made a Muslim liable to be ousted.((kafir denial of God and the((1from the pale of Islam were to him ,Worship of the non-God(2),prophet-hood of Muhammad denial of((4 and ※((ma'ad denial of the life after death(3) .any other essential of the religion

ترجمہ: عقیدہ ختم نبوت کا انکار بایں ہمہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک ایک مسلمان کو اسلام کے (دائرہ و) کیش میں رہنے کے ناقابل نہیں کر دیتا۔ باوجود ان کے اس نتیجہ نکالنے کے کہ شیعہ ائمہ کے متعلق جو عقیدہ رکھتے ہیں، وہ ختم نبوت کے عقیدہ کے منافی ہے۔ شاہ ولی اللہ نے شیعہ کو کافر نہیں قرار دیا۔

(202. p. I. vol. contained in Tafhimat.Hasan-al-Aqidah

ان کے نزدیک مسلمان کو جو شرائط اسلام سے نکال دیتی ہیں، وہ یہ ہیں: (1) اللہ تعالیٰ کا انکار، محمد ﷺ کی پیغمبری کا انکار (2) غیر خدا کی پرستش (3) پس مرگ زندگی (معاد) کا انکار۔ (4) جملہ ضروریات دین (میں سے کسی ایک کا) انکار۔ (بحوالہ حسن العقیدہ، مشمولہ تفہیمات جلد اول ص:202)

فاضل مصنف ڈاکٹر اللہ دتہ مضطر صاحب نے جس تفہیم سے مذکورۃ الصدر چار شرائط نقل کی ہیں۔ تعجب ہے کہ چند سطور بیشتر اس تفہیم نمبر 66 (چھیاسٹھ) ص:201 پر ان کی نظر نہیں پڑی۔ جہاں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے صراحت سے ''حسن العقیدہ'' کی تحت میں ارقام فرمایا ہے:

ومحمد صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين لا نبى بعده و دعوته عامة لجميع الانس و الجن و هو افضل الانبياء بهذه الخاصة وبخواص اخرىٰ نحو هذه۔

ترجمہ: اور محمد ﷺ خاتم النبیین (آخری نبی) ہیں۔ ان کے بعد کوئی (نیا) نبی نہیں اور آپ کی دعوت (و بعثت) تمام انسانوں اور جنات کے لیے عام ہے اور آپ اس خصوصیت اور اس قسم کے دیگر خصائص کی وجہ سے تمام انبیا میں افضل ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس واضح عبارت سے ثابت ہے کہ آپ کا عقیدہ ختم نبوت پر پوری امت کی طرح راسخ و پختہ ہے اور آپ ''لا نبی بعدہ'' پر کامل ایمان رکھنے کے ساتھ آپ کی دعوت و بعثت عامہ پر کلی اذعان و ایقان رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب آپ تمام انسانوں اور جنات کے لیے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے ببانگ دہل قائل اور اعلان کرنے والے ہیں اور اس تفہیم میں آگے چل کر ''نبی'' کے انکار پر کفر کا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جس نبی کی دعوت کو وہ تمام جن و انس کے لیے عام قرار دے رہیں ہے۔ وہ اس نبی کے منکر کو کیسے مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ جب کہ آپ کی بعثت و دعوت عمومیہ آپ کی ختم نبوت کا دوسرا عنوان و نتیجہ ہے۔

غرض حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی اس تفہیم کے اس اقتباس سے یہ بات ثابت و مبرہن ہو جاتی

ہے کہ آپ ختم نبوت کے عقیدہ کے کسی منکر کو اسلام کے دائرہ میں کبھی شمار نہیں کر سکتے۔ اس لیے فاضل مصنف جناب ڈاکٹر اللہ دتہ مضطر کا یہ ادعا کہ عقیدۂ ختم نبوت کا انکار "بایں ہمہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک اسلام کے (دائرہ و) کیش میں رہنے کے نا قابل نہیں کر دیتا۔" حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ پر نرا افتراء اور بہتان ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی دیگر تصنیفات اس پر گواہ ہیں کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ اس عقیدہ اور اس کے حکم و اسرار کے مبلغ و داعی ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ اور ان کی دیگر تصنیفات میں نبوت پر ان کے مباحث دیکھے جا سکتے ہیں۔ جہاں تک شیعہ حضرات کی عقیدۂ امامت کی تشریحات کا تعلق ہے، وہ ہمارا موضوع نہیں۔ تاہم شیعہ ختم نبوت کے انکار کا اظہار و اعلان نہیں کرتے، اس بنا پر حضرت شاہ صاحبؒ کا شیعہ کو کافر قرار نہ دینا اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ وہ ختم نبوت کے منکر کو بھی دائرہ اسلام کے اندر شمار کرتے ہیں۔

فقیر نہیں جانتا کہ ڈاکٹر اللہ دتہ مضطر صاحب کا قادیانیت کے ساتھ کیا تعلق ہے، لیکن ان کی یہ کاوش قادیانیت کی کھلی حمایت ہے اور ان کے مفاد (Cause) اور عقیدہ کو تقویت پہنچا رہی ہے۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ میں آگے چل کر "جملہ ضروریات دین (میں سے کسی ایک کا) انکار" کی دفعہ جسے حضرت شاہ صاحبؒ نے کفر کا سبب قرار دیا ہے۔ وہ جس طرح مبہم (Vaque) قرار دے کر اس کی اہمیت کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی نام نہاد اہل قبلہ "مرتدین و زندیق فرق" کو اسلام میں رکھنے کی ایک سعی باطل ہے۔ ہم حضرت شاہ صاحبؒ کو ان جملہ باطل و کافرانہ افکار سے بری سمجھتے ہیں۔ جو زنادقہ اور منکرین ختم نبوت کو اسلام کے دائرہ میں سمجھ کر انہیں مسلمان قرار دیتے ہوں۔ ختم نبوت اسلام کا اساسی عقیدہ ہے۔ جس کے بغیر دین اسلام کا وجود باقی نہیں رہتا۔ امت ختم نبوت کے عقیدہ سے قائم ہے۔ یہ عقیدہ نہ ہو تو امت کا تار و پود بکھر کر رہ جائے اور دین بازیچہ اطفال بن جائے۔

ہم حکومت پاکستان سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ سرکاری اداروں میں ایسی کتابوں کی اشاعت کی اجازت نہ دیں اور ایسے حضرات جو سرکاری اداروں اور سرکاری خرچ پر اپنی مقصد براری کے لیے ایسی کتابیں شائع کرتے ہیں، سخت محاسبہ کرے۔ ہمیں شبہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح

لکھنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ ختم نبوت کے منکرین کو غیر مسلم نہ قرار دینے والا ثابت کیا جائے اور اس طرح قادیانیت کی حمایت کی سبیل نکالی جائے۔

آخر میں ہم جناب عبداللہ صاحب ڈائریکٹر پاکستان دیہی ترقیاتی اکیڈمی پشاور کا شکریہ ادا کرتے ہیں، جنہوں نے اس کتاب اور بات کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(۶)

زکوۃ کے بارے میں حکومت پاکستان کے سوالنامے کا جواب

سوال نمبر ۱: مصارف زکوۃ کے سیاق و سباق میں انفاق فی سبیل اللہ ایک خیال کے مطابق حسب ذیل اخراجات تک محدود ہے۔

(الف) جہاد پر روانہ ہونے والے سپاہی کو مسلح کرنا اور

(ب) حج کے لئے روانہ ہونے والے ایک مفلس کو ضروری امداد مہیا کرنا۔

کیا آپ اس خیال سے متفق ہیں؟ یا آپ اس مصرف کو کوئی اور مفہوم یا جہت دینے کے حق میں ہیں تا کہ ایسے اخراجات کو ادارتی اور سماجی حیثیت دی جا سکے۔ خاص طور پر جبکہ افراد کی بجائے حکومت کی طرف سے زکوۃ تقسیم کی جا رہی ہے اور اس لئے بھی کہ سامان حرب بھی انتہائی ماہرانہ، گراں اور قومی سطح پر مربوط ہو گیا ہے۔

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم!

مرکزی زکوۃ انتظامیہ کی خصوصی کمیٹی کے شائع کردہ سوالنامہ کے سوال نمبر ۱ کے بارے میں درج ذیل گذارشات پیش خدمت ہیں:

(الف) زکوۃ ایک دینی فریضہ ہے اور اس کے مصارف شرعاً مقرر کردہ ہیں۔

(ب) شرعاً مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر کے کسی اور مد میں زکوۃ کا صرف کرنا جائز نہیں۔

(ج) قرآن کریم میں زکوۃ کے مصارف کے بیان کے ضمن میں فی سبیل اللہ کے الفاظ آئے ہیں۔ فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟ تو اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ

قرون اولیٰ کے علماء، فقہائے مجتہدین اور آئمہ حقہ نے قرآن و سنت اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں اس کے معنی متعین کئے ہیں۔ مثلاً فقہ کی مشہور اور متداول کتاب المبسوط میں منقول ہے کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فی سبیل اللہ سے مراد محتاج و فقیر غازی ہیں اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے مراد فقیر حاجی ہیں۔

واما قوله تعالیٰ: و سبیل الله فهم فقراء الغزاة قال ابو یوسف وقال محمد: هم فقراء الحاج المنقطع به (المبسوط، ص10، ج:3)

(د) فی سبیل اللہ کی مزید وضاحت شامی کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

(زکوۃ کے مستحق و مصرف وہ ہیں) جن کے پاس نصاب زکوۃ کی بقدر مال نہ ہو۔ یہ ایک ضروری قید ہے، کیونکہ تمام اصناف میں سوائے عامل اور ابن السبیل کے فقر شرط ہے۔

(لا یملک نصابه) قید لأن الفقر شرط فی الأصناف کلها الاالعامل و ابن السبیل. (الدالمحتار علی درالمختار، ص:597، ج:2)

فی سبیل اللہ کے مصرف کے سلسلے میں پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس سے فقراء غازی مراد ہیں جو ضروری سامان یا سواری وغیرہ کے ہلاک ہو جانے کی وجہ سے فقیر ہو چکے ہوں اور اس وجہ سے لشکر اسلام سے جا ملنے سے قاصر ہوں۔

(وهو منقطع الغزاه) أی الذین عجزوا عن اللحوق بجیش الاسلام لفقرهم بهلاک النفقه اولدوابه اوغیرهما فتحل لهم الصدقه.

(رد المحتار علی در المختار، ص87، ج2:)

(ہ) شرح فتح القدیر شرح الہدایہ میں مذکور ہے:

ولا یصرف الی اغنیاء الغزاہ عندنا لأن المصرف ھو الفقراء.

(شرح فتح القدیر، ص18، ج2:)

ہمارے نزدیک مالدار غازیوں کو زکوۃ نہیں دی جائیگی کیونکہ مصرف فقراء ہی ہیں۔

(و) ''عین الہدایہ'' میں بحوالہ ملخص عینی درج ہے:

یعنی اس سے مسجد بنانا نہیں جائز اور نہ پل وسقایہ بنانا اور نہ کنویں ونہر کھودنا اور نہ حج وجہاد وغیرہ میں صرف کرنا۔ (عین الہدایہ، ص:828، ج:1)

مندرجہ بالا عبارات وحوالہ جات سے معلوم ہوجاتا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد وہ غازی ہیں جو فقیر ہو چکے ہوں اور اپنے اموال سے دور پڑ گئے ہوں اور وہ حاجی ہیں جو فقیر ہو چکے ہوں۔

صاف اور کھلی بات ہے کہ غازی جو فقیر ہو چکا ہو تو بوجہ فقر مستحق زکوۃ ٹھہرتا ہے نہ کہ صرف غازی ہونے کی وجہ سے اور حاجی جو فقیر ہو چکا ہے وہ بوجہ حج مستحقِ زکوۃ نہیں بلکہ ابن السبیل کے زمرہ میں آجانے کی وجہ سے مستحق ٹھہرتا ہے۔ حج کا فریضہ تو انہی لوگوں پر عائد ہوتا ہے، جو صاحب استطاعت ہوں۔ فقیر اور مفلس پر سرے سے تو حج فرض ہے ہی نہیں، تو اس کو زکوۃ کا مال دے کر حج پر روانہ کرنے کا سوال کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔ ہاں یہی صورت ممکن ہوسکتی ہے، کہ حج کے سفر پر روانہ ہو چکا ہو اور دورانِ سفر ہی کسی وجہ سے اس پر غربت وفقیری آچکی ہو، تو ایسی صورت میں وہ زکوۃ کا مستحق بوجہ ابن السبیل اور فقیر ہونے کی وجہ سے بنتا ہے۔

مزید تحقیق مطلوب ہو تو اس کے لئے ملاحظہ ہو:

احکام القرآن للجصاص 3:157

تفسیر فخر الدین الرازی 4:681

تفسیر روح المعانی 3:327

تفسیر القرطبی 8:186

الفقہ علی المذاہب الاربعۃ 1:621

البحر الرائق شرح کنز الدقائق 2:242

ان تمام کتابوں میں مندرجہ بالا گذارشات کی تفصیل اور تحقیق درج ہے اور اس کی روشنی میں ہمارے احناف کے نزدیک فی سبیل اللہ کے مفہوم کو وسعت دے کر سامان حرب وغیرہ میں زکوۃ کے صرف کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

سوال نمبر 2: سونے اور چاندی کی موجودہ قیمتیں ایسی ہیں کہ 612.33 گرام چاندی 87.48 گرام سونے سے سستی ہے۔ ان قیمتوں کے مدنظر موجودہ فارمولے کے مطابق چاندی کو نصاب کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ اس طرح تقریباً دو ہزار روپے کے برابر ہے۔ کیا ایک ایسے صاحب اہل وعیال کو غیر مستحق زکوۃ قرار دینا اور اس سے زکوۃ وصول کرنا مناسب ہوگا، جس کے کل اثاثے دو ہزار روپے سے کچھ زیادہ ہوں؟ کیا چاندی کی بنیاد کو ترک کرکے یا سونے اور چاندی میں سے جو زیادہ قیمت رکھتا ہو اسے بطور بنیاد اختیار کرکے یا کسی اور فارمولے کو اختیار کرکے نصاب کی سطح پر نظر ثانی کرنا جائز ہوگا تاکہ نصاب زیادہ بامعنی اور حقیقت پسندانہ ہوجائے؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو آپ کون سا فارمولا تجویز کریں گے جو کہ دینی ضروریات کے مطابق بھی ہو۔

سوال نمبر دو کے بارے میں عرض خدمت ہے کہ شریعت مطہرہ نے زکوۃ کے بارے میں تفصیلی احکام دیے ہیں۔ سونے اور چاندی کے بارے میں وزن کا اعتبار ہے اور یہی اس کا معیار ہے۔ سونے میں 20 مثقال پر آدھا مثقال زکوۃ واجب ہے، جبکہ چاندی کے 5 اوقیہ پر 5 درہم زکوۃ ہے اور اجماع امت کے مطابق اس معیار کی تفصیل یوں ہے کہ

7 مثقال سونے کا وزن = 10 درہم (چاندی کے) وزن۔ اور ایک مثقال کا وزن 100 جَو کے برابر ہے۔

چنانچہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

فدرھم الزکوۃ سبعون شعیرۃ اذا کان العشرۃ سبعۃ مثاقیل

و المثقال مائة شعير (البحر الرائق، ص227، ج:2)

پھر آگے مذکور ہے:

فيعتبر دراهم كل بلده بوزنهم ودنانير كل بلد بوزنهم.

(البحر الرائق، ص227، ج:2)

الغرض معیار سونا اور چاندی ہے۔ روپیہ کے اتار چڑھاؤ اور روپیہ کی مالیت میں کمی بیشی کی صورت میں سونے اور چاندی ہی کے وزن کو معیار کا درجہ حاصل ہے اور اسی معیار کے تحت روپیہ کی مالیت کا اندازہ لگایا جائے گا اور پھر اسی کے مطابق زکوۃ کے روپوں کے نصاب کا تعین کیا جائے گا۔

اب رہی یہ بات کہ سونے اور چاندی میں سے کس کو بنیاد قرار دیا جائے کہ جس کے ساتھ پاکستانی روپیہ کو منسلک کر کے پاکستانی روپوں کے لحاظ سے نصاب کا تعین کی جائے، تو اس کے لئے عرض ہے کہ یہ معلوم کر لیا جائے کہ وزارت خزانہ حکومت پاکستان نے روپیہ کو سونے اور چاندی میں سے کس کے ساتھ منسلک کیا ہے؟ اور ایک پاکستانی روپیہ کتنے سونے یا چاندی کی مقدار کا بدل ہے؟ یہ معلوم ہو جائے تو پھر اسی حساب سے وزن سونا یا وزن چاندی کے لحاظ سے حساب کر کے تعین کیا جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ سونے اور چاندی میں سے جس کو بھی مذکورہ بالا گذارشات کی روشنی میں روپوں کے واسطے بطور نصاب بنیاد مقرر کرنا ہوگا۔ تو اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ فقرا کا زیادہ فائدہ کس جنس کے بنیاد بنانے میں ہے۔ اس کے مطابق کیا جائے گا۔ لیکن ہر حال میں شریعت کے مقرر کردہ اوزان کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

سوال نمبر 3: عام خیال ہے کہ بنو ہاشم کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی۔ بنو ہاشم میں سے مستحقین کی اعانت، دیکھ بھال اور آبادکاری کس طرح کی جاسکتی ہے؟ کیا آپ کے خیال میں اس تمیز کو برقرار رکھنا اور ایسے مستحقین کی بہبود کے لئے ایک متوازی نظام قائم کرنا مناسب ہے، قابل عمل ہے اور دین کی بنیادی ضرورت ہے؟

بنو ہاشم کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی۔ عام خیال نہیں بلکہ از روئے شریعت منصوص اور مسلمہ حقیقت اور حکم ہے۔ شریعت مطہرہ کے مطابق صدقات واجبہ (مثلاً زکوۃ، نذر وغیرہ) میں سے بنو ہاشم کے فقرا کو نہیں دیا

جاسکتا، لیکن دیگر صدقات نفلیہ اور اوقاف سے بنو ہاشم کے مستحقین کی اعانت وغیرہ کی جاسکتی ہے۔

احکام القرآن میں ہے:

قال اصحابنا من تحرم عليهم الصدقة منهم آل عباس و آل علی وآل جعفر و آل عقيل و ولد الحارث بن عبد المطلب جميعا. والذی تحرم عليهم من ذلک الصدقات المفروضة و أما التطوع فلا بأس به.

(احكام القرآن للجصاص، ص162، ج:3)

و قال المصنف فی الكافی وهذا فی الواجبات كالزكاة والنذر والعشر و الكفارة اما التطوع والوقف فيجوز الصرف اليهم.

(البحر الرائق، ص246، ج:3)

مندرجہ بالا سے واضح ہوا کہ بنو ہاشم کو زکوۃ تو نہیں دی جاسکتی۔ البتہ دیگر مدات سے ان کی اعانت کی جا سکتی ہے۔ باقی رہا ایسے مستحقین کیلئے ایک متوازی نظام قائم کرنا، تو وہ بندہ کے خیال میں بوجہ ذیل قابل عمل اور مناسب ہے۔

1۔ اول تو پاکستان میں بنو ہاشم کی تعداد کچھ اتنی زیادہ نہیں۔

2۔ پھر کچھ آبادی ہو بھی تو ان میں اکثریت مالداروں کی ملے گی، غربا بہت کم ہوں گے۔

سوال نمبر 4: ہمارے ملک میں جب افراد زکوۃ نکالتے ہیں تو رواج کے مطابق دیہی مساجد کے پیش اماموں اور مقامی دینی مدارس کے اساتذہ کو عام طور پر اس زکوۃ میں سے کچھ رقم ضرور دیتے ہیں۔ چونکہ زکوۃ میں سے تنخواہیں نہیں دی جاسکتیں۔ لہٰذا پیش اماموں اور دینی مدارس کے اساتذہ کی مالی امداد کس طرح بحال رکھی جاسکتی ہے؟ ایک طریقہ جو تجویز کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اہلیت رکھنے والے اور کارآمد پیش اماموں اور دینی مدارس کے اساتذہ کو مناسب سطحوں پر بطور عاملین مقرر کیا جائے اور اس حیثیت میں ان کو زکوۃ سے امداد دی جائے۔

سوال نمبر 4 کے متعلق عرض ہے کہ دیہی مساجد کے پیش اماموں اور دینی مدارس کے اساتذہ کو اگر زکوۃ

کی رقم سے دیہاتی کچھ دیتے ہوں، تو اگر یہ حضرات فقیر ہوں اور شرعاً زکوۃ کے مستحق بنتے ہوں تو زکوۃ لینے میں کوئی قباحت نہیں۔ باقی ان کو عاملین مقرر کر کے ان کو ایک اہم دینی فریضہ سے نکال لینا ہے۔ اس لائن پر نہیں سوچنا چاہیے۔ باقی حکومت بھی اگر مالِ زکوۃ سے ان کی اعانت کرتی رہے، تو ایک مستحسن اقدام ہوگا۔

سوال نمبر 5: قانون کے ذریعے جو نظامِ زکوۃ وعشر پاکستان میں رائج ہے۔ اس کے بارے میں کیا آپ کے کچھ شبہات یا اندیشے ہیں؟ اگر اس سوال کا جواب اثبات میں ہے تو ان شبہات اور اندیشوں کو دور کرنے کے لیے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے عملی اقدام تجویز کیجیے، تاکہ نظام بہتر، بامقصد اور مؤثر ہو جائے۔

سوال نمبر 5 کے جواب میں عرض ہے: ہاں اندیشے اور شبہات ضرور ہیں۔ مثلاً بینک میں جمع کردہ رقم سے زکوۃ کاٹی جاتی ہے۔ تو اس میں حولانِ حول، جمع کرنے والے کے حوائج اصلیہ اور دیگر کئی چیزوں کی رعایت نہیں ہوتی۔

سوال نمبر 6: گداگری کو ختم کرنے کے لیے آپ کی کیا تجویز ہے۔ کیا آپ کے خیال میں منجملہ اور اقدامات کے رشتہ دار (محارم) کے مفہوم کو وسعت دی جائے اور ان میں سے جو صاحب حیثیت یا متمول ہوں، انہیں مفلس، محتاج اور معذور رشتہ داروں کی خبر گیری کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے؟

سوال نمبر 6 کے متعلق عرض ہے: گداگری کو ختم کرنے کی درج ذیل تجاویز ہیں:

(1) وہ گداگر جو جسمانی طور پر تندرست ہوں ان کو روزگار کے مواقع مہیا کر دیے جائیں۔

(2) جو معذور ہیں۔ ان کو بیت المال میں سے حسبِ ضرورت وظائف مقرر کر دیے جائیں۔

(3) رشتہ داروں کو تو صرف ترغیب دی جا سکتی ہے۔ مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

سوال نمبر 7: قانون کے تحت جو زکوۃ لازمی طور پر کاٹی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زکوۃ کی رضاکارانہ ادائیگی (خاص طور پر اموالِ باطنہ پر زکوۃ کی ادائیگی) کی حوصلہ افزائی کرنے اور بہتر اور یقینی بنانے کیلئے آپ کیا تجاویز پیش کرتے ہیں؟

سوال نمبر 7 کا جواب: اموالِ باطنہ کے بارے میں عرض ہے کہ حکومت کو اس معاملے میں براہ راست

نہیں آنا چاہیے بلکہ ذرائع وابلاغ وغیرہ کے ذریعے ان کو ترغیبات دی جائیں۔

سوال نمبر 8: اگر زکوۃ ادا کرنے والے کو یہ یقین دلایا جائے کہ جس مقصد کا وہ تعین کرے، بشرطیکہ وہ مقصد شریعت کے تحت جائز ہو۔ اسی مقصد کے لئے زکوۃ ادا کر دی جائے گی، تو کیا آپ کا خیال ہے کہ مرکزی یا کسی صوبائی یا کسی مقامی زکوۃ فنڈ میں رضاکارانہ طور پر دی ہوئی زکوۃ زیادہ جمع ہو سکے گی۔

سوال نمبر 8 کا جواب: جواب اثبات میں ہے۔ یقیناً زکوۃ زیادہ جمع ہوگی۔

سوال نمبر 9: آپ کیا طریقہ تجویز کرتے ہیں جن سے زکوۃ کمیٹیوں کے چیئرمینوں اور ممبروں اور ان سرکاری اہلکاروں جو کہ زکوۃ وعشر سے متعلق ہیں کہ (الف) توجہ پذیری اور (ب) فرائض کی مؤثر بجا آوری کے معیاروں کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر 9 کا جواب:

1۔ ان کے لیے عاملین کے مد سے مستقل تنخواہیں مقرر کر دی جائیں۔

2۔ ان پر ذمہ داری عائد کی جائے اور ان سے فرائض کی ادائیگی کی باز پرس ہو۔

سوال نمبر 10: (الف) ذرائع ابلاغ عامہ کو کس طرح استعمال کیا جائے کہ عامۃ الناس زکوۃ کی ادائیگی میں بھی اسی طرح یقین رکھنا شروع کر دیں جس طرح سے ان کا صلوۃ وصوم پر یقین ہے؟ (ب) اس مقصد کے لئے کون سے طرق استعمال کیے جائیں؟

سوال نمبر 10 کا جواب: ذرائع ابلاغ اور مساجد اور مدارس کے علما اور اساتذہ کرام کو خصوصی طور پر زکوۃ کی اہمیت وفضیلت اور اس کے متعلق دیگر مسائل پر روشنی ڈالنے کی دعوت دی جائے تاکہ عوام الناس روشناس ہو سکیں۔

سوال نمبر 11: کیا آپ کے خیال میں کوئی اور معاملات ایسے ہیں جو پاکستان میں نظامِ زکوۃ وعشر کو زیادہ مضبوط کرنے سے متعلق ہیں؟ ان پر مہربانی کر کے گہری روشنی ڈالیے۔

سوال نمبر 11 کا جواب: بندہ کے خیال میں سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اول تو شریعت مطہرہ کو پورے طور پر جاری ونافذ کر دیا جائے۔ دوم پاکستان میں فقہ حنفی کے پیروؤں کی اکثریت کی بنا فقہ حنفی نافذ کی جائے۔

شیعہ حضرات چونکہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور زکوۃ چونکہ اہم اور بنیادی فریضہ اور رکن ہے، اس لئے ان سے بھی وصول کیا جائے۔ ان کو یک طرفہ طور پر فوائد دلانا اور زکوۃ سے مستثنیٰ قرار دینا قرین انصاف نہیں۔

هذا ماعندی والله اعلم بالصواب

والسلام: محمد اشرف غفرلہ

صدر شعبہ عربی۔ پشاور یونیورسٹی

چار بجے عصر یکم ربیع الثانی

1403ھ۔83/1/16 پشاور